

ذکر
شهرداریہ

میان عطا اللہ ساگر وارث

تذكرة
شُعْرٍ ادراشی

میان عطاء اللہ ساگرواری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
حَمْدُهُ وَسَلَامُهُ عَلٰى مَوْلٰنَا
مُحَمَّدِ نَبِيِّنَا وَرَسُولِنَا



الصلوة والسلام على رسوله الکریم الوازنین

بارگاہ قدس عالیہ وارثیہ کے چنتانے کی بھاروں
یسان الطریقت حضرت میاں بیدم شاہ وارث
قبل میاں او گھٹے شاہ وارث، قاضی اکل شاہ
وارث اور میاں حیرت شاہ وارث رحمۃ اللہ علیہ
اجمیعین کے خدماتے با برکات میں

ذر

شاہاں چ چحب گر بنا زند گدارا

خادم الفقراء

میاں عطاء اللہ ساگر وارث عفی عن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
حَمْدُهُ وَسَلَامُهُ عَلٰى مَوْلٰنَا
مُحَمَّدِ نَبِيِّنَا وَرَسُولِنَا



(مجلہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب	تذکرہ شعراء و ارشیہ
مصنف	میاں عطاء اللہ ساگر وارثی
فاشر	میاں غلام فرید وارثی - شہزاد وارثی
تاریخ اشاعت (طبع اول)	اپریل ۱۹۹۳ء
تعداد	تین سو (۳۰۰)
طبع	فائل بکسن پرنٹرز
کتابت	اسرار احمد
ہر صفحہ	۱۵۰ روپے

پتر، وارث منزل

پاک سٹریٹ، اسلام آباد کالونی
سمن آباد - لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ



”حرف اول“

سر زیب دیور شریف (صلیح بارہ بنکی انڈیا) سے طلوں ہوئے والا آفتاب مجتہ جسے دُنیا حاجی سے
وارث علیہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے جانتی ہے اور جتنے کے ہر قوم میں ارادتمند
موجود ہیں اُن کی نسلوں کو پا کر جانے والی نظر نے مجھے بھی اپنے روشنیوں میں باندھ رکھا ہے۔
اولیاء و اصفیاء کے تمام سلسلوں میں یہ ایک منفرد سلسلہ ہے۔ حاجی صاحب قبلہ کی ساری عمر
عمریز سفر میں گزری، بے شمار جگ کیئے اسی یہ حاجی صاحب ”عرفیت پڑی۔ خلوٰۃ خدا سے مجتہ
آپے کا مشورجیات تھا اور ہر کسی سے فراتے ”مجتہ کرد مجتہ“۔

بزرگانِ دین کی اکثریت شعر بھی کہتی تھی، لیکن آپے شعر زکتے تھے، تاہم یہ ایک عجیب
اتفاق ہے کہ آپ کے فرمیداں میں شاعروں کی قطاریں لگی ہیں۔ ساگر وارث صاحب
نے غالباً اسی ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لیے ”تذکرہ شعرائے وارثیہ“ ترتیب دیا ہے اور اُن کی یہ
کوشش تیناً لاٹتے تحسین ہے۔

مظفر وارث

۱۹۹۲ء۔ نومبر

فهرست

جنبگی شاه وارثی	حروف اول
مولوی لطافت حسین وارثی	دیباچ
حضرت عقل وارثی	قطعه تاریخ طبع (اصل جانشیری)
میال تیرت شاه وارثی	سلام
شاهد میال وارثی	پیش گفتار
خواجہ انبر وارثی	تریظی (رجال ارشید محمود)
ڈاکٹر سلیم وارثی	کتاب پرتاشرات (اسحاق بھٹی)
عرش وارثی	قطعه تاریخ طباعت (ابوطاہیر)
مولانا شاد اکبر آبادی	حضرت سید وارث پاک
فطرت وارثی	حیم شاه نادم وارثی
اکبر دانا پوری	فضیحت شاه وارثی
برہم وارثی	معروف شاه وارثی
سیاض فردغ وارثی شاہ بھمان پوری	میال بیدم شاه وارثی
پروفسور سید برق وارثی	بنظیر شاه وارثی
محبوب وارثی گیاوی	اوکھت شاه وارثی
حکیم عبد الرؤوف جوہر وارثی	مظہر علی شاه شاد وارثی
عزیز وارثی دہلوی	مزاج محمد ابراہیم بیگ شیلدار وارثی
میراحدی ابھیری وارثی	حضرت شاه شاکر وارثی
بزمی وارثی	غفور شاه حسامی وارثی
شیخ احمد واه وارثی	مضطرو وارثی خیر آبادی
وفا وارثی ابھیری	کوش خیر آبادی
حامد وارثی	حسن وارثی (امام گیاوی)
شائی وارثی	افقر وارثی موهانی
فرحست وارثی	سیاض وارثی خیر آبادی
	سیحاب اکبر آبادی وارثی

	نادر حسین قروانی
۲۰۶	رسشن چارش شا بهمن پوری
۲۰۹	دشی وارثی
۲۱۱	مائل صدقی الوارثی
۲۱۲	اججاز وارثی آنلوای
۲۱۳	حیات وارثی لکھنؤی
۲۱۷	ستار وارثی
۲۲۲	شاہ محمد عمر وارثی
۲۲۴	مسراج قدیر وارثی
۲۲۸	کوثر وارثی رام پوری
"	قیصر وارثی لکھنؤی
۲۲۹	ذکی وارثی بھوپالی
"	رشید خال وارثی
۲۳۰	میرولی وارثی
۲۳۱	شیدا وارثی
۲۳۱	حامد الوارثی
۲۳۲	واجد وارثی
۲۳۳	حسن اندر وارثی وارثی
"	ساغر وارثی شا بهمن پوری
۲۳۴	صوفی شرف الدین وارثی
۲۳۵	بشير وارثی
۲۳۶	حضرت منور شاه وارثی المعروف اختر میر وارثی
۲۳۷	رضیا وارثی
۲۳۸	سعید وارثی
۲۳۹	قرد وارثی
۲۴۲	فیقر سعد عزیز علی شاه وارثی اجمیری



دیباچہ

ایسا کوئی دور نظر نہیں آتا کہ صفت شعرو ادب اہل اللہ کی توجہات سے محروم ہو۔ تبلیغِ دن کے سلسلے میں جمال اہل تصوف نے اور بہت سے طریقے اختیار فرمائے وہاں مسائل شعرو ادب سے بھی کام لیا۔ صرف حضرت علی کرم اللہ وجہ کی ذات گرامی ہی نہیں، سید عبدالقدوس حیدریان کے منظوم اقوال ہی نہیں۔ شبیٰ و عطاءٰ اور مولانا ناصر حبک ہی نہیں۔ مولانا ناظمی گنجوی، شیخ سعدی شیرازی، حافظ شیرازی، حاجی سلطان المہند خواجہ فزیب فراز انجیری، حضرت دامت برکتہش، حضرت ابو شاه قلندر صاحب، حضرت محبوب الہی خواجہ قطب صاحب، بیان فرید صاحب کے ملاوہ اور بھی بے شمار اہل اللہ اور بنگالی دین کے جامع کلام مختلف رہا۔ زبانِ میر زبانِ نہ عاصِ دعاء ہو کر مذکور الصدور و متوکے کی مقابل تسلیم و میل میں۔ اب سے چھ سو سال پیشتر زمین بہنچنے میں حضرت میر خروج نے جمال فارسی زبان میں عدیمِ انتظیر جواہر پاروں سے اہل نہاد کو استفادہ کا موقع مرحت فرمایا، اہل پر بیان فرید علیہ الرحمۃ نے اشلوک کی صورت میں حضرت میر اہل شاہ بیک نے بہنچی زبان میں، خواجہ غلام فرید نے ساریکی زبان، حضرت شاہ طیف بٹانی نے سننی زبان، سلطان باہمنے چنانی زبان میں شاہزادی کی ہے۔

مندرجہ بالا حضرات سلطنت فقراء سے منکر تھے جمال صرف عشق و محبت کے دروس ہی سے انشائی پیدا کی جاتی ہے مجتہد پروان چوتھی ہیں اور ایسی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ دلِ محبت سے جانارہتا ہے، انسان بے سب ہو کر رہ جاتا ہے، جعلی افہمناسی کر رہا ہے نہیں کر سکتا۔ فراقِ مینی و بینک سے کرسوں بعد رہ جاتا ہے۔ صمال چاہتا ہے فراق نہیں چاہتا۔ ایسی بے خودی کا عالم چاہتا ہے کہ جس میں خدا زیاد ہے۔ دریار کی سرزین کو اسلام سمجھنے والے اور کوچھ پار کو دلالا مال سمجھنے والے کب پر گوارا کرتے ہیں کہ ان کے مل کی بھڑاس بھی زنکل کے، جنبات کا لٹھاڑا بھی نہ ہو سکے، مگر ایک بات کوئی بتان کی دبال جان دی پیاس اور آثارہ کرنے بتاں میں جمزہ ان کو ملتا ہے وہ اپنے مجروب کو رہانے کے لیے سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔ بقول:

دل ملکتے ہیں اُپ حقیقت ہے دل کی کیا

حاضر ہیں اُپ کے لیے ایمان و جمال سے ہم ایک بہت سے آرزوی کیا جس کو پورا کرنے کے لیے ایک عرصہ دکار تھا۔ آرزو تھی کیا۔ ”تذکرہ شعراء عاشیہ“ کو کتاب کی تصورت میں زیرِ طبع سے آراستہ کیا جاتے۔ یہ سلسلہ عالیہ عارثیہ صورت پر متعدد اور مدد قصبه دیوبنی شریعت ضلع بارہ بنگلی (اوپری) جاتے ہے اور اس سلسلہ عارثیہ کے باñی مبالغی حضرت حافظ عابی سیدنا وارث علی شاہ اعلیٰ مقام رہتے تھے۔ پنج ان ملیے السلف کھلڑنے کے فرد تھے جنی و سیخی تیرتھی۔ آپ احمدزادی شاپور (ایران) سے ہجرت کر کے بہن و نستان تشریعت لائے اور یہاں زلان رسول پر لنگور۔ بیٹا ضلع بارہ بنگلی میں سکونت پذیر ہوتے۔ جو حضرات اُپ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے شرف ہوتے وہ نام کی مناسبت سے داشت کہلاتے ہیں۔ اس سلسلے کا چھیلاق پورے ہنستان میں ہے بلکہ فرمادک میں بھی ہے۔ اُپ کے سلے

میں وہ طرح کے مرید ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو فقیر ہوا تھے میں ان کے لباس میں نہ دنگ کی دوچاریں جزویں تر رہتی ہیں، وہ احرام پوش کھلاتے ہیں۔ دوسرا وہ مرید جو فقیر نہیں ہوتے اور وہ دینا دار ہوتے ہیں۔ سلسلے کی تبلیغ در حق کے لیے ضروری ہے کہ تعلیم یافتہ ہوا در قرآن، حدیث اور فقر کی تعلیم سے بخوبی واقفیت رکھتا ہو۔ آدم بربر مطلب اخود حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ شعر کو پسند فرماتے تھے۔ آپ کے پاس ایک بیاض رہتی تھی جس میں مختلف صوفیاء حضرات کا منتخب کلام رکھتا تھا۔ آپ کے من پسند اشعار ۱

اس بُت کے عشق میں بھی کہاں سے کہاں گیا : کاشی گیا پاگ گیا اهد گیا گیا

عشق میں تیرے کوہ غم سر پ لیا جو ہو سہو : بیش و نشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو برو

گُو سے کپٹ سنت سے چوری : کیا ہر تے انھا کیا ہوتے کڑھی

اگر آں ترک شیرازی بدست آردلی مارا : بحال ہندو ش بخشم سمرقند د سمنارا

دغیرہ دغیرہ : تن اور را غلافِ نور کر دند : پئے عالم بشر مشور کر دند

کبھی کچھ جب آپ منج میں ہوتے تھے شرگ گناہاتے رہتے تھے۔ اکثر دربارِ والی کے شوارد کرام جن کی بیعت آپ ہی کے دوستِ حق پرست پرستی، آپ کی محبت سے سرشار ہوتے شرکتے اور پھر آپ ہمی کوستاتے۔ کتنی نعمتِ شریف پڑھتا، کتنی خدا مدد اور ثمنی کہتا۔ گویا کہ ہر سرچھپل کی بسا اسی بایخِ انجن میں تھی۔ لامکہ بالاتر کہ کتنی تدوین کے لیے لا جبریوں کی کتابوں اور سائکن کو کھٹکانا پڑتا۔ والی شوارم کے کلام کو حاصل کرنے کے لیے جو جلد کے مختلف کتبوں اور ایام اور اخباروں سے اٹھا کیا گیا ہے۔ کچھ ایسا بھی کلام ہے کہ جو کتابی شکل میں موجود نہیں بلکہ ایک آنھے چیز کی رسالہ میں چھپ گئی ہے۔ جس کلام کو رسالوں سے حاصل کیا گیا ہے اس کا حوالہ نعم من و تاریخ دیا گیا ہے۔ کچھ ایسے بھروسائی حضرات تھے جن کے پاس بخش نفیس جانا پڑا اور ماہیں بھی لوٹانا پڑا۔

چنان سکھیری کو ششون کا سلطنت ہے میں نے ان والی شوارم حضرات کے خالک جات حیات اج تیسرے سکے بھی بڑھ کر دیے ہیں۔ دیوی شریف میں آتا ان اقدام کی سالاہ نہ سپاک کا ہاں کی تقدیر میں ایک تقریب والی بٹھوڑہ کی بھی ہوئی تھی۔ اس کا ہاں کے میلے میں تمام پاک و پہنچ کے شوارد کرام والی مٹاہوے میں مشاہدہ پڑھنے کے لیے آتے تھے اور اس کی تعداد اپنی حضرت مولانا افتخار مولانا اوارث شاخ ہوتی تھی اللہزادیوی شریف کے ایکہ شاعر کی تعداد بھی درج ہے۔ اس کے علاوہ حضرت میلان بیم شاہ والی کے ہم عصر اکابر اباد کے مولانا سید نثار صاحب (استلوگرام) کے خاص خاص شاگرد (استاد جانی بیدم شاہ والی) کا چیوچیہ کلام بھی درج کیا گیا ہے۔ مولانا سید نثار اکابر اباد کا منتخب شوہ کلام بھی بطور اتنا لاؤ درج کیا گیا ہے۔ ان شوارم کرام کا اردو کے کلام کے علاوہ فارسی، عربی اور مندوی کا کلام بھی پیش نہاظرین اکرام کیا گیا ہے۔ کچھ حضرات ایسے بھی ہیں جو نظر، غزل وغیرہ کوہ نہیں ہوتے نہ کہتے ہیں۔ ان کی تحریروں کو بھی بطور اتنا لاؤ درج کیا گیا ہے۔ والی شوارم حضرات

نے سرکار پاک وارث علیہ الرحمت کے مشن تبلیغ و ترقی کے لیے مختلف ادوار میں ماہر اور اردو رسائل بھی نکالے ہیں، جو کے نام متوالی مندرجہ ذیل ہیں۔

ان میں سب سے پلاسال "الحافظ" یہ صوفیانہ ماہر اور رسالہ جو ہر قری میسنس کی بارہویں تاریخ کو چھٹی تعلیم پر بعد جو کام میرٹ سے شائع ہوتا تھا۔ سرشار وارثی اور صوفی کریم الدین وارثی میرٹ کی ادارت میں نکلا تھا۔ یہ رسالہ حافظ گنجیہ توحید وارث خریسہ اعلیٰ حضرت جانب حافظ پیاسی میں صاحب وارثی میرٹ کی سرپرستی میں نکلا تھا۔

حضرت وارث پاک علیہ الرحمت کے مشن کی خاطر جو رسائل نکلتے تھے والی شعرا کا کلام ان رسائل سے بھی اختد کیا گیا ہے سافر مولانا صاحبہنگ کی ادارت میں لکھتے ہے ایک جربیہ "جام جمال نما" نکلا تھا۔ جب جام جمال غائب بند ہو گیا تو انہوں نے بگاہ اور "جلوہ گله" نکالنے شروع کر دیتے تھے۔

سلطان عالیہ وارثیہ کے بانی مبانی حضرت محمد وارث پاک علیہ الرحمت پیش نہیں تھیں تحد شمارہ حضرات سے کلام ساعت فرماتے تھے جن اشعار کو مراجع اقدس پسند کرتا تھا ان اشعار اور شاعروں کی حوصلہ افزائی اور کرم توازی فرماتے تھے۔ مثلاً خیر آپاً ضلع سیتا پور (بھارت یونی) میں ایک رعنائی محل میں سرکار وارث پاک علیہ الرحمت شرکیت تھے۔ محل ساعت اس وقت پڑتے جو بن پر بہار دے رہی تھی کہ یہاں ایک حضرت مصطفی وارثی خیر آبادی نے فی البدیریہ شرکہ کر قول ان کو دیا۔ انہوں نے سامنے کے سامنے پڑھا۔ شرم منہ بھیزیل ہے ।

آنکھوں سے کیوں نزچوں میں پائے جناب وارث

بے داروں کے وارث آئے جناب وارث

جب کو سرکار وارث پاک نے ساعت فرمائ کہا "ستانتا مصطفی وارثی بڑا نای ہے"

ایسے ہی حضرت قبلہ میاں بیدم شاہ وارثی کی عدالت شریف تھی جب جب بھی شرم و شامی کہتے، کبھی کہتے نہیں سے بچتے حضرت محمد وارث پاک علیہ الرحمت کے آستانہ اقدس پر ماضی ہو کر غزال یا جو کچھ بھی ہوتا بارگاہ وارث میں پیش کرتے۔ یہ فقط مبتول کے تلقاضے ہیں۔ فرمائی وارث پاک علیہ الرحمت ہے "علم اور چیز ہے میرے ہاں تو مجھت ہی مجھت ہے" بھارت میں آج بھی جس جگہ وارثی غافل نامہ کا انعقاد ہوتا ہے۔ قلم نگار اور نفق و شوق رکھنے والے حضرات کب تھے ہاتھ سے جانے دیتے ہیں۔ پھر ولی، رام پور، مٹوبہ بہادر اور حیدر آباد کن جیسا عالم جو اہل زبان میں آرزوں کی مادری زبان ہو، بلکہ اور حصنا پکونا ہو۔ تذکرہ مذاہیں آردو کے علاوہ طینی نقراہ کاہنگی کلام بھی رسم کیا گیا ہے۔ پوری بحث اور پنجابی بحث میں بھی چند فقراء کے کلام کا اندراج ہے۔ بقول :

ہر پھول کی پھار بھارے چمن میں ہے

و بجانی زبان میں شرکتے والے حضرت ابشاہ وارثی میں جو قبلہ میاں بیدم شاہ وارثی کے دست حق پرست پرستی رکھتے تھے۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام "ابر کرم" شاہ ولی پیشتر تاجران کتب جاندھر (بھارت مشرقی پنجاب)، تقریباً ۱۹۶۲ء میں چھپا ہے۔ اس کے بعد "ابر محنت" "ابر بسار" وغیرہ جاندھری میں چھپیں۔ پاکستان میں بھی ان کے کئی ایک مجموعے چھپے۔ ہندی زبان میں کلام تقریباً پچاس فیصد ہے۔ میاں بیدم شاہ وارثی نے ہولی، بنت، ہمار، وادرہ اور ٹھہری وغیرہ مکھ لکھا ہے۔ اسی طرح حضرت مصطفی وارثی خیر آبادی نے بھی بھی نقشِ قدم استعمال کیا ہے۔ میاں محمد اور گھٹ شاہ وارثی

کے ہندی بجا شاید وو سے قابل صد اتفاقاً میں۔ ان دو بول کا گان حضرت میراں شاہ عبیک پر ہوتا ہے جن کے پڑھنے سے سائیں کے مزاج میں ایک خاص ذوق پیدا ہوتا ہے۔ ایسا سرو راو خمار پیدا ہوتا ہے کہ پڑھنے والا جھوم جھوم جاتا ہے۔ پوری بجا شاید قبل حرم شاہ دارثی علیہ الرحمۃ کا کلام بھی ملتا ہے۔

بہت سے دارثی حضرات نے نوشی میں بھی کتاب میں اور مختلف رسائل میں ان کے مضامین مختلف موضوعات پر ملتے میں دارثی خواتین نے بھی اس میں طبع آزمائی کی۔

اسی کے ساتھ ساتھ میں مجبان اولیاء سے یہ درخواست بھی کروں گا کہ تذکرہ نہ کی ترتیب میں جمال غلطی پائیں اس کو براہ کرم دام ان عفو سے چھپائیں اور میرے لیے دعا فرمائیں۔ جو حضرات اور درویشان اس تذکرہ نہ کا مطالعہ کریں، اشد تعالیٰ اس کے کبیرہ و صغیرہ گناہ بحرمت مرشد سرکار وارث پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم والی دو جمال معاف فرمائیں۔
اللهم دارشنا آمیث

میال ساگر دارثی عفی عنہ

یکم دسمبر ۱۹۹۲ء

قطعہ سال طبع

"برکت اب تذکرہ شعراء دارثیہ"

فیض دارثی ہے کمال شاعر الخ وارثی
شال ضریح وارثی خصال شاعر الخ وارثی
گو بکو جلوہ نما ہے چار سو ہے ضوف شاھ
اللہ اللہ یہ "جمال شاعر الخ وارثی

۱۳ ص

آصف صابری جالندھری

۲ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

یکم ستمبر ۱۹۹۲ء تاذلیانوالہ



سلام

السلام اے حضرت مخدوم وارث السلام
السلام اے پیر کامل مرشد عالی مقام
السلام اے رہبر راہ مقام احتشام
سب مریدوں کے دلوں میں ہے تمہارا احتشام

السلام اے راز دان سر کون و مکان
السلام اے وارث وجہ ظور دو جہاں
السلام اے کاروان زندگی کے روح روای
اے کلید کامرانی واعظ شیریں بیان

السلام اے صاحبِ چشم بصیرت السلام
السلام اے دائی مہرو محبت السلام
السلام اے رہبر راہ ہدایت السلام
السلام اے واقفِ سر حقیقت السلام

تیرے ساگر وارثی کا دست بستہ السلام
السلام اے وارث ہم بے کسوں کا السلام

بسم الله الرحمن الرحيم



پیش گفتار

حمد محمود سے کرد و جملہ صور شد بازارِ محمد جلوہ گر

ستہ ۱۹۶۳-۶۴ء کی بات ہے جبکہ میرا لڑکپن تھا، امر تسری کے مشہور "چوک فرید" سے اگلا چوک جس کا نام "ڈھوے والا چوک" تھا، ایک شیخ صاحب فروٹ کی دکان کرتے تھے، ہر رات ان کی دکان کے باہر ایک محفل منعقد ہوتی تھی جس میں شعر و ادب اور فتنہ ناطیفہ سے دلچسپی رکھنے والے احباب تشریف فراہوتے تھے۔ ان میں سے تین احباب کو تو میں بنخوبی جانتا تھا۔ ایک تو امر تسری کے رئیس میال شیخ عجیب اللہ جو موسیقی کے استاد مانے جاتے تھے، دوسرے مشہور زبانہ بینڈ ماسٹر عالمگیر خاں اور تیسرا ناطق میر منظورو ولی وارثی ہر روز موجود ہوتے تھے۔ اس محفل میں ہفتہ عشرو بعد ایک احرام پوش بزرگ نظر آجائتے تھے جو میر محفل کی حیثیت سے رونق افزود ہوتے تھے۔ اس احرام پوش کی بیانت کذائی نہ گئے سر، نہ گئے پاؤں، لمبے بال، خوش شکل، فربہ بدن، انکھوں پر پشمہ، میرے یہے ایک نئی اور عجیب بات تھی۔ آخر یہ بزرگ ایک روز ظہر کے وقت میرے والد ماجد قبلہ علیہ الرحمۃ کی ملاقات کے لیے تشریف لے آئے تو

میں نے بڑے بھائی صاحب (حکیم محمد جلال الدین مرحوم) سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ — انہوں نے بتایا یہ میں مشہور صوفی شاعر پیر حیرت شاہ وارثی "جاندھری" — اس کے بعد بھائی صاحب مرحوم مغفور نے سلسلہ وارثیہ اور حضرت حیرت شاہ صاحب سے مزید متعارف کرایا — پھر کچھ عرصہ بعد میں نے انہیں مخدوم العلماء علامۃ الدهر حضرت قبلہ محمد عالم آسی (امر تسری) رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دیکھا، وہ حضرت آسی سے علمی استفادہ واستفادہ کر رہے تھے۔ ازال بعد حضرت خواجہ میال محمد شاہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ (بستی نو۔ ہوشیار پور) کے عرس شریف کی مخالف میں انہیں رونق افزود دیکھا تو اجنبیت یکسر ختم ہو گئی۔

پاکستان کے معرض وجوہ میں آنے کے بعد حضرت حیرت شاہ نے چینیوٹ کے قریب دریائے چناب کے نارے ڈیروڈال لیا تھا اور نام اس کا رکھا تھا "مقام حیرت" — یہ بورڈ میں نے ادھر سے گزرتے ہوئے پڑھا تھا، مگر سیال ب

کی تباہ کاریوں نے انہیں کراچی منتقل ہونے پر مجبور کر دیا۔ حضرت الحاج پیر میاں حیرت شاہ وارثی رحمۃ اللہ علیہ پاکپتن شریف حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ کے عرس مقدس یہی ضرور شرکت فرماتے تھے، اور میرے مرشد ارشد فرید العصر حضرت میاں علی محمد خان چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی گھری عقیدت کا اظہار کرتے تھے۔ سرکار خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف پر حضرت صوفی شرف الدین وارثی میر بھٹی، صوفی خادم شاہ وارثی امرتسری، جناب منور شاہ وارثی ایڈوکیٹ جو میرے بڑے بھائی حضرت حکیم شمس الدین صاحب مظلوم مقیم پاکپتن شریف کے کلاں فلوٹ تھے اور حضرت حیرت شاہ وارثی جناب حکیم صاحب موصوف کے ہال چائے پر مدعا تھے۔ اس محفل عشاں گنج شکر میں احقر بھی پہنچ گیا اور ان حضرات کو چائے وغیرہ پیش کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت شاہ صاحب نے حاضرین میں سے ایک شخص کو فرمایا:-

”حکیم صاحب حضرت میاں صاحب قبلہ کے دامن گرفتہ ہیں“

دامن گرفتہ کی اصطلاح نے بے حد محظوظ کیا۔

حضرت شاہ صاحب موصوف کے وصال کے چند سال بعد معلوم ہوا کہ مخدومی حضرت پیر غلام قادر اشرفی ضیائی قلندر لاہوری (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت حیرت شاہ صاحب سے گھری عقیدت رکھتے تھے اور شاہ صاحب ان کے ہال کئی کئی دن بیک قیام پذیر رہتے تھے۔ میرے علم میں یہ بھی ہے کہ آپ ہر سال جو میں شریفین حاضری دیتے تھے۔ لار غلام حسن متور حرم میونسپل مکشنز نے بتایا کہ میں جو کرنے کی تھا تو مدینہ منورہ میں حضرت حیرت شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ لار جی فرماتے تھے کہ ایک سجدی نے بڑی گستاخانہ بات کی تو اس کی طرف دیکھنے لگا۔ حیرت شاہ صاحب نے فرمایا: ”اللہ جی اپنا کام کیے جاؤ گتوں کی طرف دھیان نزو“۔

جناب محترم میاں عطاء اللہ ساگر وارثی صاحب جو حضرت الحاج پیر حیرت شاہ وارثی نور اللہ مرقدہ، کے اخص الخواص مریدین میں سے ہیں اور اپنے مرشد ارشد سے کسبِ سلوک وارثیہ کے ساتھ ساتھ شعر و ادب اور تصنیف و تالیف میں ملکہ بھی حاصل کیا ہے۔ انہوں نے قبلہ حضرت سیدوارث علی شاہ علیہ الرحمۃ اور دیگر مشائخ کرام کا ذکرہ ”خبر الوارثین“ کے نام سے لکھا جو زیرِ طباعت سے آراستہ ہو کر شرفِ قبولیت حاصل کر چکا ہے۔ ۱۹۹۲ء میں ان کی نہایت گرال قدر تالیف ”تذکرہ مشائخ ہوشیار پور“ منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی جسے اہل صفا کے علاوہ تاریخ دنیکرہ سے لچپی رکھنے والوں نے بنظرِ احسان دیکھنا۔

اب حضرت ساگر وارثی مظلوم العالی کا ایک اور عظیم کارتا مر آپ کے پیش نظر ہے یعنی ”شعرائے وارثیہ“ جس میں تقریباً ایک سو وارثی شعرائے کرام کا ذکرِ جملیں اور ان کا کلام بلا غنت نظام درج ہے۔ اس کتاب میں بازنے امام سلسلہ وارثیہ حضرت الحاج قبلہ سیدوارث علی شاہ علی اللہ مقامہ، اور ان کے خلفاء کرام اور مریدانِ باصفا کے

اذا زحميلك علاوه سلسلہ عالیہ کے تقریباً تمام نامور شعرا کے حالاتِ زندگی اور نمونہ کلام مرقوم ہے۔ لہذا یہ کتاب شعرائے وارثیہ کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ اولیاء اللہ اور خدام اولیاء اللہ کے حالات بابرکات کا ایک حسین جملہ مرقع بھی ہے۔ چنانچہ حضرت ساگر وارثی کی یہ پیش کش صرف وارثی حضرات کے لیے ہی نہیں بلکہ صوفیائے کلام کے حالات بابرکات سے دلچسپی رکھنے والوں کے علاوه تاریخ سے تعلق رکھنے والوں کے لیے بھی یہ ایک بیش بہا تحفہ اور آراء و ادب میں ایک قیمتی اضافہ ہے۔

پاکستان کے معرض وجود میں آئنے کے بعد اس طرز کے تصنیفی کامروں پر انتہائی توجہ کی ضرورت تھی، مگر افسوس کہ اربابِ علم و انسان نے اس پر کچھ توجہ نہیں دی۔ یہ ایک تاریخ حقیقت ہے کہ زمانہ قدمی سے متوجہین بادشا ہوں اور ان کے حاشیہ برداروں کے گرد طواف کرتے رہے۔ پھر انگریزی عہد میں ان کے نیازمندوں اور اسی قبیل کے نام نہاد پیروں، خطاب یا نامہ مولویوں اور ملت فردوں کو اہمیت دے کر مسلمانوں کی تاریخ کو سقیم پنا دیا گیا۔ مسلمانوں کی تاریخ کو صحیح کرنے کے لیے مجاهد علماء، مشائخ عظام، صوفیہ صافیہ، غازبوں اور شہیدوں کے تذکروں کی اشاعت کی اشد ضرورت ہے۔ مشرقی پنجاب میں ہندوؤں اور سکھوں کی تباہ کاریوں اور وہاں کے خانقاہی نظام کی بر بادی، مساجد و مقابر کے انهدام، لاکھوں نفوس کی شہادت، کتب خالوں کے ضیاع وغیرہ پر بھی بہت زیادہ کام ہونا چاہیے تاکہ آئندہ نسلوں اور متوجہین تک یہ حقائق پہنچ سکیں۔ یہی جناب ساگر وارثی کا شکر گذار ہوں کلامنوں نے یہ کتاب میں لکھ کر تاریخ نگاروں کو صحیح راہ دکھائی ہے۔ ان کے فرانض میں شامل ہے کہ تذکرہ مشائخ جاندنہر“ مرتب فرمائیں۔

بعض علماء رحمتی اور بزرگان دین سلسلہ وارثیہ کے اکابر کے بارے میں کچھ اچھے خیالات نہیں رکھتے، جو محسن ایک دوسرے سے دُوری کی بتا رہی ہیں۔ صاحبان جذب و حال ہر سلسلہ میں پائے جاتے ہیں۔ جن علماء کو ان قلندر مش بزرگوں سے ربط و تعلق ہوتا ہے وہ اس قسم کے ”شد“ سے باز رہتے ہیں۔ احقر نے ایک روز حضرت ہولانا ابوالحنان سید محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ خطیب مسجد وزیر خان سے خطبہ جمعہ میں حضرت حاجی صاحب کو خاتم الادیا مکتہ سناتا ہے۔

آخر میں یہ دعا ہے کہ قارئین کرام کو اپنے مشائخ عظام کے اتباع کی توفیق عطا ہو اور فاضل مولف سلسلہ تصنیف“ تالیف جاری و ساری رکھیں۔ آمین ثم آمین بسجاح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
خاکے را در دمندار

محمد موسیٰ عفی عنہ

تقریظ

”تذکرہ شعرائے وارثیہ“ میرے محض میال عطاء اللہ ساگرواری کی گواں قدرتالیف ہے۔ تذکرے تاریخ ادب کی ایک شاخ ہیں۔ ماضی قریب تک ان کی بہت اہمیت رہی، لیکن فی زمانہ اس موضوع پر کام کم کیا جا رہا ہے۔ ایسے میں ”تذکرہ شعرائے وارثیہ“ تذکرہ نویسی کی راکھ میں سے برآمد ہونے والی ایک روشن چنگاری ہے۔

تاریخ زانے اور اس کے حالات و واقعات سے بحث کرنی ہے اور تذکرہ میں تاریخ ساز شخصیات اور ان کے ادبی کارنالوں کے احوال علمیہ ہوتے ہیں۔ تذکرہ میں تیابی یا کیابی صورت میں تاریخ اپنی درست سمت میں مرتب نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ”تذکرہ شعرائے وارثیہ“ ساگرواری صاحب کا قابل قدر کارنال ہے جس میں حضرت وارث پاک کے مریدین و متولین شعر اکاشری کاوشوں کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے۔ تذکرے میں اردو کے علاوہ فارسی، پنجابی، ہندی، سنسکرت کلام کے نمونے موجود ہیں۔ موضوعات کے اعتبار سے حمد، نعمت، غزل، منقبت اور ہیئت کے لحاظ سے قصیدہ، مثنوی، مسدس، محض، قطعہ، رباعی کے نمونے تذکرے میں پائے جاتے ہیں۔ اس طرح یہ تذکرہ ہر نوعیت سے منفرد اور بھرپور دھکائی دیتا ہے۔

حضرت وارث پاک سے ساگرواری کی بحث و عقیدت مثالی ہے۔ انہوں نے ”خیر الوارثین“ کے نام سے اپنے مرشد پاک کا تذکرہ جس مثالی ارادت اور مثالی کتابت و طباعت سے شائع کیا، اسی نے مجھے بہت متأثر کیا تھا۔ پھر ان کی ”مشائخ ہوشیار پور“ تذکرہ میں انکھی کتاب کی حیثیت سے سامنے آئی جس میں حالات زمانہ اس انداز میں بیان کیے گئے ہیں کہ اس کتاب سے استفادہ کے بغیر تاریخ کو پوری جزئیات کے ساتھ بیان کرنا مشکل ہو گا۔ اب ”تذکرہ شعرائے وارثیہ“ کے مسودے نے میرے لیے اس خوشنگواری حیرت کا اہتمام کیا ہے کہ یہ درویش صفت بزرگ جان کا ہی اور جاں سوزی کی کن گیفتیوں میں کیسے یہ زندہ رہنے والے کام انجام دیتے ہیں۔

تذکرہ میں معاصرین کا ذکر سب سے مشکل ہوتا ہے اور کم ہی لوگ اس سے کما حقہ، عمدہ برآمد ہو سکتے ہیں، کیونکہ اس میں تاثرات و تعصبات اپنارنگ ضرور جاتے ہیں، لیکن ساگرواری اس مشکل مرحلے سے بھی بطریق احس گر گئے ہیں اور میرے تذکرہ یاران کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

اللہ کریم اپنے جیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ساگر صاحب کو ایسی بیسیوں کامیابیوں سے نوازے جو دراصل قارئین کام کی کامیابیاں ہیں کہ ایسے بصیرت افزو ز مضامین ان کی روح وجہ کو مستیز کرنے کے لیے ملیں گے۔

داجار شید محمود (ایڈیٹر باہنا مہر نعمت لاہور)

تقریظ

بعض حضرات کے اندازِ زیست اور مثالی حیات سے قطعاً پتہ نہیں چلتا کہ ان کا تعلق تصنیف و تالیف اور تحریر و نگارش کے سلسلے سے بھی ہو سکتا ہے۔ میاں عطا اللہ ساگر وارثی کا شمار انہی حضرات میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو لکھنے پڑھنے کی دولت سے خوب نوازا ہے۔ ان کا آبائی وطن مشرقی پنجاب کا صلح ہو شیار پور ہے، کچھ عرصہ پیشتر انہوں نے "مشائخ ہو شیار پور" کے نام سے کتاب لکھی تھی جو شائخ ہو کر قازین کے مطالعہ میں آپنگی ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع کی منفرد کتاب ہے اور اس میں صلح ہو شیار پور کے تمام مشائخ و صوفیا نے کلام کے حالات مناسب تفصیل کے ساتھ آگئے ہیں۔ اپنے علاقے کے اہل علم اور اصحاب بُخیر کے حالات معرض تحریر میں لانا بہت بڑی خدمت ہے جو ساگر وارثی نے انجام دی ہے۔

مشائخ ہو شیار پور کے بعد انہوں نے ایک اور کتاب "تذکرہ شعراء وارثیہ" نہایت محنت اور انہی کی شوق و لگن سے ترتیب دی ہے۔ اس کتاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس موضوع سے متعلق ان کا مطالعہ کتنا دیسیح ہے اور ان کی معلومات کا دامن کہاں تک پھیلا ہوا ہے۔

سلسلہ تصرف و طریقت میں سلسلہ وارثیہ کو بصیر میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کے باñی حضرت سید وارث علی شاہ تھے، جن کا تعلق دیوی شریف (صلح بارو بکی، یوپی، ہندوستان) سے تھا۔ وہ اپنے دور کے معروف روحانی بزرگ اور مشور عالم دین تھے۔ ان کے عقیدت مندوں کا دائرہ بڑا دست پذیر ہے۔ بصیر کے متعدد ممتاز شعراء ان کے حلقة ارادت میں شامل تھے۔ ان شعراء نامدار میں سیماں اکبر آبادی، مضطربنجر آبادی، بیم وارثی اور اکبر وارثی کے نام خاص طور سے لائق تذکرہ ہیں۔ ان حضرات کے کلام کو بصیر میں ہمیشہ قبولیت حاصل رہی اور بڑے ذوق و شوق سے سنبنا اور پڑھا گیا۔

میاں ساگر وارثی نے "تذکرہ شعراء وارثیہ" میں تقریباً ایک سو وارثی شعراء کے حالات و کوائف قلم بنسکیے ہیں اور ان میں سے ہر شاعر کے چیدہ چیدہ اشعار بھی درج کتاب کیے ہیں۔ خود سلسلہ وارثیہ کے باñی جناب سید وارث علی شاہ کے حالاتِ زندگی اور ان کے پسندیدہ اشعار کتاب کی زینت ہیں۔

ایک خاص سلسلے سے انسلاک و تعلق رکھنے والے ایک سو شاعروں کے حالات جمع کرنا اور ان کے کلام کا سراغ لگانا بہت بڑا محنت طلب کام ہے۔ ساگر وارثی صاحب باہم تاب اہل علم میں جنہوں نے ملازمت کی نازک ذستے داریوں کے باوجود دیشکل ترین مرحلے کر لیا۔ انہوں نے گذشتہ دور کے شعراء کی بہت بڑی جماعت سے خوبصورتی کے ساتھ

تاریخ کرام کو متحارف کر دیا ہے اور ان کا نمونہ کلام دے کر یہ وضاحت کر دی ہے کہ وہ کس درجے کے شاعر تھے اور ان کے کلام میں کتنا نکھار اور سمجھا ہے۔

"تذکرہ شعرائے وارثیہ" کا شمار آگے چل کر کتب حوالہ میں ہو گا اور بصیر کی شعرو شاعری اور رجال پر کام کرنے والوں کے لیے یہ کتاب نہایت مفید ثابت ہو گی۔ ساگر وارثی اس خدمتِ علمی پر بجا طور سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

محمد اسحاق بھٹی

ایڈیٹر رسالہ "ماہنامہ المعارف" ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

۲۱ مارچ ۱۹۹۳ء

قطعہ تاریخ طباعت

(برکتاب موسومہ "تذکرہ شعرائے وارثیہ" مصنفہ جنابے میاس عطاء اللہ ساگر وارثی) خوب ہے کیا حضرت ساگر کی تصنیف ملینیف
حکمت و علم و ادب کا ہے شلگفتہ اک چمن
اہل بیش کے یہ راہ حقیقت کی کتاب
اک صحیفہ طریقت نذر اہل فکر و فن
حضرت وارثؒ کے اوارو کرم سے فیض یا ب
امتزاج خوبیوئے دیوئی سے بامشک ختن
آئینہ دار رموز و راز ہائے حُسن و عشق
گیسوئے مشکینِ احمد کا حسین اک بانپیں
فکر بسالِ طبع میں اس کے ہوئے غلطال جو ہم
بولا ہاتھ اے فدا "میخانہ شعرو شخن"

رقبہ ابوطالب فرداح سیر خدا فدا

۱۹۶۴ء

میر اعلیٰ ماہنامہ "مردمہ" لاہور



حضرت سیدنا حاجی وارث علی شاہ

جس وقت آپ نے ہوش سنبھالا ملک میں سیاسی و سماجی بحران کیفیت طاری تھی اور ایک عجیب کش کش تھی۔ سیاسی اقتدار کی ماں ایسٹ انڈیا کمپنی تھی۔ بادشاہت ختم ہو چکی تھی۔ نمائشی بادشاہ مغلیہ سلطنت کی آبرد بچائے تھے۔ کمپنی کے اقتدار کے ہدوں مذبب عسیوی نے فراغ حاصل کرنا شروع کر دیا تھا۔ ممتاز حکام مسیحی تظییموں کی سر پستی کرتا اپنا فرضِ منصبی سمجھتے تھے۔ ان تمام پیغمبگیوں نے بغادت کا جذبہ بیدار کر دیا۔ علماء بھی میدانِ جنگ میں سینہ پر ہو گئے۔ انگریزی ڈپلمی سے ہندوستانی شکست کھا گئے۔ انگریزوں کو مکمل اقتدار علی حاصل ہو گیا۔ ملک تاج برطانیہ کے زرگین ہو گیا۔

انگریز مسلمانوں سے سخت بدگماں تھے۔ ان کے ظلم و ستم کا ناشانہ بھی سب سے زیادہ مسلمان تھے۔ مسیحی اخباروں اور رسالوں میں زیادہ بوجھاڑ اسلام پر ہوتی۔ اسلامی تعلیم کی بڑائیاں ظاہر کی جاتیں۔ باقی اسلام کے اخلاق و عادات پر ازواج و اقسام کی نکتہ چینیاں ہوتی تھیں۔ حیات شبی کے دیباچہ میں علامہ سید سلیمان ندوی تحریر فرماتے یہں:

”انگریزوں کے پر سر عروج آتے ہی تین طرف سے حملوں کا آغاز ہوا۔ عیسائی مشرکوں نے اپنی نئی سیاسی بادلت، کے بل بورتے پر اسلام کے قلعہ روپیں پر حملہ شروع کر دیے۔ دوسرا طرف ہندوؤں میں اریہ تحریک نے اپنے سابق مکرانوں سے نجات پا کر ان پر حملہ کی تجویزات پائی اور سب سے آخر میں یورپی علوم و فنون اور تمدن کی ظاہری چک و ملک مسلمانوں کی انکھوں کو نجیہ کرتے لگی۔“

انگلینڈ میں ملکہ دکٹور ریکی حکمرانی تھی۔ یہ دو حکومت وہاں کی تاریخ میں عمدہ ریں کھلاتا ہے۔ اس زمانے میں علمی و ادبی سائنسی ترقی نقطہ عروج پر تھی۔ اس کا براہ راست اثر ہندوستان پر پڑ رہا تھا۔ مشرقی ذہن مغربی خیالات سے متاثر ہو رہا تھا۔ اس نے مشرق کو جھنگوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اسی وقت مرسید نے مغربی تعلیم و تہذیب کی تحریک چلائی جس نے پورے مسلم معاشرہ میں بچل مجاہدی۔

خيالات کی افراتفری میں مادی رجحانات قوی ہونے لگے۔ اس وقت سرکار وارث پاک کا ظہور ہوتا ہے۔ روحاںیت کا ایک پونہ ہیامیتے والا کرشمہ سامنے آتا ہے۔ حاجی صاحب مذہب کے شاریار یاداعظ نہیں تھے۔ انہوں نے خیال اور عمل سے اسلام کی تبلیغ کی اور وہ پیغام جو حضرت خاتم المرسلین، محبوب رب العالمین رحمۃ اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا مقصد تک اس دریں لاکھوں

بندگان خدا تک پہنچایا وہ مجروح دلوں کے لیے مرہم شفاقتبا۔

خاندانی حالات

خلیفہ محتمم باشیر کے دورِ حکومت میں ہلاکو خال نے بغداد پر حملہ کر کے طبی تباہی مچائی۔ ترکِ طن کا سلسلہ جاری ہوا۔ اس نازک دور میں ایک عالم اشرف ابی طالب معاویہ نیشاپور سے ہندوستان تشریف لائے۔ کنٹور ضلع بارہ بندگی میں قیام فرمایا۔ یہ بزرگ حضرت مسکاروارث پاک کے مورث اعلیٰ ہیں۔ سید اشرف ابی طالب کے پوتے سید علام الدین کاشمار شاہ نصیر الدین چراغ دہبی کے خلفاء میں ہوتا ہے۔ سید اشرف ابی طالب کی آٹھویں پشت میں سید عبدالاحد گزرسے ہیں۔ انہوں نے ۱۱۲۶ھ میں کنٹور سے ہجرت فرمائی دہبی میں قیام فرمایا اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت سید عبدالاحد کے پرپوتے سید سلامت تھے۔ آپ کے دوسرا جزادے سید حزم علی اور سید باقر علی تھے۔ سید قربان علی کے صاحبزادے حضرت حافظ حاجی دارث علی شاہ تھے۔ آپ کی پیدائش دہبی میں تکمیل رمضان المبارک ۱۲۳۸ھ کو ہوئی۔

آپ کا مکمل نسبی شجرہ نسبیہ سیر اسادات میں اس طرح تحریر ہے:-

حضرت حاجی حافظ سید دارث علی شاہ ابن حکیم سید قربان علی شاہ ابن سید سلامت علی ابن سید کرم الشہابین سید احمد ابن سید عبدالاحد ابن سید عمر نور ابن سید زین العابدین ابن سید عمر شاہ، ابن سید عبدالاحد ابن سید عبدالاحد ابن سید علام الدین اعلیٰ ابن سید عزما الدین، ابن سید اشرف ابی طالب ابن سید محمد حق ابن سید ابو القاسم ابن سید عسکری ابن سید ابو محمد، ابن سید محمد جعفر ابن سید محمد مددی، ابن سید علی رضا ابن سید قاسم محمد زین ابن سید حضرت امام موسیٰ کاظمؑ ابن سید امام جعفر صادقؑ ابن حضرت امام محمد باقرؑ ابن حضرت امام زین العابدینؑ ابن حضرت امام حسینؑ ابن حضرت علی شیرخداؑ۔

عام حالات

خدا کی شان بڑی زالی ہوتی ہے۔ دو سال کی عمر میں شفیق باب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ تین سال کی عمر میں آنکھوں مادرِ نہریان سے محروم ہو گئے۔ بے بن اور بے کس بچہ کی پر درش دادی محترم نے کی۔ دس سال کی عمر ہوتے ہی دادی محترم نے بھی اس دارِ فانی سے عالم جاودا نی کا سفر فرمایا۔ اس وقت اُن کے حقیقی بہنوئی حضرت حاجی سید خادم علی شاہ نکھنٹے اُتے۔ تعلیم طاہری و باطنی سے سرفراز فرمایا۔

مذہب حضرت حاجی سید خادم علی شاہ کا وصال ۱۲ صفر ۱۴۵۳ھ کو ہوا۔ کرچون کانج لکھنور میں مزار ہے۔

بعد وصال حضرت حاجی سید خادم علی شاہ آپ ان کے سجادہ نشین قرار پاتے۔ رسم دستار بندی ادا ہوئی۔ آپ کا سلسلہ قادر یہ چشتیہ تھا۔ کچھ عرصہ لکھنؤیں رشد و پروریت کا سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد عازم سفر حرمین شریفین ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف پندرہ سال کی تھی۔ مختلف ممالک کی سیاحت فرماتے ہوئے جاریں بعد واپس ہوئے۔ اسی طرح تین بار ہندوستان سے آپ بنے پاپیا رہے۔

سفرِ حج کیا اور چار پانچ سال کے وقفہ سے واپس ہوتے رہے۔ اس مدت میں نہ صرف ہندوستان بلکہ غیرِ مالک انگلینڈ، روس، چمن، جاپان، یونان، بلقان، خراسان، بخوار، چین، قسطنطینیہ، دمشق، کربلا محتلی، سیستان، مازنداں، طہران، مصر، مصروفے، کوفہ، حضرموت، یورشلم، قندھار، غزنیں اور کوہ تاف دغیرہ کی سیاحت فرمائی۔ اکثر ادیانتے کرام دم شاخ غظام سے فیوض روحمی حاصل کئے۔ اس کے علاوہ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں لوگ آپ کے سرپریز ہوتے۔

عمر کے آخری چھپیں تیس سال کا زمانہ وطن و اطرافِ وطن میں گزارا۔ ۱۳۱۶ھ سے دیوبنی میں مستقل قیام فرمایا۔ آخری چار پانچ سال کی مدت استغراق اور مسکر کی کیفیت میں گزری۔ زیادہ تراپ خاموش اور تمدن سے منسلک ہوتے تھے۔ خبرداری کی حالت میں مریدوں اور معتقدین سے گفتگو کرتے۔ مولانا اعجاز احمد باشمی دیوبنی نے آپ کی سیرت کے بارے میں لکھا ہے،

"طبقہ اعلیٰ وادیٰ سب کے ساتھ یکساں محبت اور رواداری کا برناو تھا۔ مہانوں سے آپ کو بہت محبت تھی۔ بغیر کھانا کھلانے کوئی ہمارا محبت نہ کرتے تھے۔ عام زائرین سے آپ کا برناو نہایت ہی محبت اکمیز تھا۔ مخالف سے بھی پیار و اخلاص سے پیش آتے تھے۔ گفتگو شیرس، دلکش اور مختصر تھی۔"

حج کے دوران آپ نے احرام باندھا۔ وہ آپ کو اس قدر پسند آیا کہ ساری زندگی زیب تن کیے رہے۔ آپ کا احرام نگین (زرد یا زردی مائل بادامی) سوچی کپڑے کا اور عرض میں ڈیڑھ گز اور طول میں پچ گز ہوتا تھا۔ آپ نے جن مریدوں کو احرام بخشادہ بھی مستقل احرام پوش رہے ہیں۔

آپ کی تمام عمر تجربہ میں گزری۔ بظاہر ہی دو جریان کی جا سکتی ہے کہ جب آپ سن بذریع کو پڑے۔ کوئی مرتب و سرپست نہ تھا جو اس رسم کو ادا کرتا۔ اس کے علاوہ آپ محو باللہ تھے۔ آغاز شباب ہی میں ڈنیا کو ترک کر کے اپنی حیات کو جاں اکفریں کے سپر کر دیا تھا۔

عبدت و ریاضت

حضرت وارث پاک ابتداء سے تمام رات نوافل اور تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہتے۔ بعد کو مسلسل روزہ رکھنے کا بھی سلسہ جاری رہا۔ صبور رضا اور ترکل آپ کا زیور تھا۔ تمام محاسی طرح گزار دی۔ آپ نے درگاہ شاہ ولایت دیوبنی، غارِ حراء، غارِ ثور اور مسجد نبوی میں چل کر تھی بھی فرمائی ہے۔

مسک عشق

اسلام میں انسانیت نوازی اور رحم پروری کے باعث اس کی گنجائش ہے کہ اس کو عشق و محبت کا نہ ہب قرار دیا جاسکے صوفیاء کرام نے اس گنجائش سے فائدہ اٹھایا ہے اور عشق و محبت کو اپنا نہ ہب قرار دیا۔ ان کے نکر عالم کی بنیاد و دباویں پر ہے۔ اول یہ آیت کریمہ "الذین امنوا اشد حبًّا لِّهُ" اہل ایمان کی محبت (عشقِ مولیٰ) میں سب سے بڑے ہوتے ہیں۔ دوم یہ حدیث مقدس "الحق عیال

اللہ "مخلوق خدا کا گنبد ہے۔ ان بنیادی اصولوں پر فکر عمل کی تعمیر ہوئی یعنی اللہ سے محبت اور عشقِ مولیٰ، بندگان خدا سے محبت اور خلائق کی بسدر دی، رواداری اور ددمستی ملتتوں کے لیے فراخی، حوصلہ بھی ملک عشقِ عاجی وارثِ علی شاہ کا ہے۔ یعنی جذبہ اُن کے حالاتِ زندگی سے نمایاں ہے۔

ہر انسان جس نے محمد رسول اللہ کا دامن تحام لیا ہے اس کو سراسر محبت بونا چاہیے۔ سراسر محبت ہی صوفیاء کرام کے الفاظ میں سراسر عشق ہے۔ عاشقانِ مصطفیٰ اور محبانِ خدا کے بیانِ محبت ہی محبت اور عشق ہی عشق ہے۔ عشق اسی وقت بیدار ہوتا ہے جب جذبہ پیدا ہو، عنایتِ خصوصی متوجہ ہو، اناشیتِ ختم ہو جاتے۔ میں کچھ ٹہوں کا احساسِ ختم ہو جاتے۔ یعنی عشقِ مولانا درم حضرت امیر خسرو، خواجه الجیری اور حضرت صابر گلبری، حضرت نظام الدین اولیاء اور سرکار وارث پاک کے بیانِ موجود ہے۔ سب مسکیہِ عشق و محبت کے ساتی بنے ہوئے ہیں۔ اس طرح اسلام کی کشش کو باقی رکھ کر بچھڑتے ہوؤں کو ملایا، دلوں کو جوڑا اور کلمۃ اللہ بلند کیا۔

وصال پاک

۱۴ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ سے آپ کو بمحارث انسان شروع ہوا۔ علاج ہوا، اسی دورانِ مثار کی تکلیف شروع ہو گئی۔ علاج ہوتا رہا لیکن اناقہ نہیں ہوا۔ آخر کار ۲۰ محرم الحرام بروز پنجشنبہ دن گزار کر بوقت صبح چار بج کرتیہ و منٹ پر عالمِ حقیقی سے جا ملے۔ یکم صفر ۱۳۲۴ھ بروز جمعہ حافظ عبد القیوم صاحب وارثی رئیس کرناں پنجاب نے نماز پڑھائی اور بعد عصر جبید اطہر کو سپردِ خاک کیا۔

سے "پس چراشد آنات اند رحباب" ۱۳ بھری ۲۳

روضہ مبارک کی تعمیر کی ابتدا ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔ درمیان میں کچھ عرصہ تعمیری کام ملتوی رہا۔ اس طرح دس سال کے عرصہ میں ۱۹۱۵ء میں کمل ہوا۔ مزار اقدس کی تعمیر میں ٹھاکر پنجم سنگھ اور دیگر محبان وارثی نے نمایاں حصہ لیا۔

اقوال وارث

۱۔ محبتِ عین ایمان ہے۔

۲۔ اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اگر اس پر سچا بھروسہ ہے تو بھروسہ کی ضروریات کے لیے پریشان ہونا عبیث ہے۔

۳۔ نماز ضرور پڑھنی چاہیے یہ نظامِ عالم ہے اگر چھپڑ دی جائے گی تو انتظامِ عالم میں خرابی آجائے گی۔

۴۔ جو ہم سے محبت کرے ہمارا ہے منزلِ عشق میں خلافت نہیں ہوتی۔

۵۔ دیجاتیوں میں عادات ہونا اس کی دلیل ہے کہ ان کو باپ سے محبت نہیں۔

۶۔ حسد میں سوائے نقصان کے فائدہ نہیں۔

- ۷۔ اپنی بھلائی چھپا د، کسی کی براٹی نہ دیکھو۔
- ۸۔ دوسروں کے احسان یاد رکھو اپنا احسان سمجھوں جاؤ، اپنے احسان کا ذکر کرنا احسان کے فائدے کو مٹا دیتا ہے۔
- ۹۔ وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو کینونکہ ایفلے دعوہ نہ کرنا گناہ ہے۔
- ۱۰۔ کسی نہ سب کو براز کو، کینونکہ اس کے ملنے کے راستے بے شمار ہیں۔
- ۱۱۔ عاشق کے عشق صادق کی علامت یہ ہے کہ ذکر یار کی کثرت ہو۔ ۱۲۔ عاشق کا ایمان رضاۓ یار ہے۔

نظامِ آستانہ شریف

حضرت حاجی حافظ وارث علی شاہ نے اپنا جانشین و سجادہ کسی کو مقرر نہیں کیا تھا۔ اس سلسلہ میں ایک باضباط تحریچیں سید شرف الدین وہشی نادر حسین نگری کے پاس محفوظ کرادی تھی۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی ہشیروں کے نواسے حضرت سید ابو اسمیم شاہ وارثی بیشیت جانشین و سجادہ آستانہ پر پڑھے۔ اس کے بعد حضرت سید ابو اسمیم شاہ کے نواسے علی احمد عرف گلشن میال شاہ جانشین و سجادہ مقرر ہوئے۔ محبان وارثی نے اس طرزِ عمل کے خلاف جدوجہد کی اور ۱۹۱۵ء میں درگاہ وارثی ایسوی ایشن کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے سیکرٹری بالوکنیا لال دکیل منتخب ہوئے۔ اس ایسوی ایشن کی جدوجہد سے، ۱۹۱۶ء میں "ٹرسٹ مقبرہ حاجی سید وارث علی شاہ دیوبی" کا قیام عمل میں آیا۔ اس ٹرسٹ کے فراغی میں مسجد و مقبرہ اور خانقاہ کی مناسب مرمت کیا اور ان کو اچھی حالت میں رکھنا اور ایسی ترقی ان میں کرنا اجر بر الحاظ سرمایہ ہو سکتی ہے۔ عرس اور فاتحہ کا انتظام مقرر کرنا۔ حسب دستور و موجہ مزار پر روشنی کرنا۔ زائرین کے لیے آسانی پیدا کرنا۔ ۱۹۱۶ء سے ٹرسٹ کمیٹی کے زیر انتظام نظام آستانہ اقدس جاری و ساری ہے اور درگاہ وارثی ایسوی ایشن مدد و معادن ہے۔

ٹرسٹ کمیٹی کے آنری ہلینج ہناب رضی احمد تھے۔

حلقہ فقرتے وارثی کا قیام ۲۳ جولائی ۱۹۱۸ء کو عمل میں آیا۔ باضباطہ حجہ شریڈ جماعت ہے۔ اس کے فراغی میں حتی الامکان فقرتے طریق کی اصلاح، احکامات وارثی کی پابندی کی تاکید اور تعلیمات وارثی کے متعلق مجلہ غلط فہمیوں کا ازالہ بطریق احسن کرتے رہتا ہے۔ سکارا وارث پاک کے وصال کی تاریخ یکم صفر المظفر ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں ایچیت سمبت ہے۔ یکم صفر کا عرس منجانب ٹرسٹ کمیٹی ہوتا ہے، ۱ ماہ چیت میں عرس فقرتے وارثی کی طرف سے منظوری ٹرسٹ کمیٹی ہوتا ہے جس میں کل اخراجات کا تمام وکال انتظام فقرتے وارثی کرتے ہیں۔

کراماتِ وارث

حاجی حافظ حضرت وارث علی شاہ سے بہت سی کراماتیں ظہور میں آئی ہیں مختصر آچنڈ کراماتیں پیش کی جاتی ہیں۔

اٹھکلن میال کے صاحبزادے صدی احمد عرف شبن میال ہیں۔ وہ احرام پوش ہیں۔ فی الحال وہ حضرت میال قربان علی شاہ کے مزار مبارک کے سجادہ نشین ہیں۔

(۱) رمضان کے آخری ہفتہ میں بارش ہو گئی۔ بارش میں کمی نہیں ہوتی۔ قصہ کے لوگ حاضر خدمت ہوتے اور گزارش کی سرکار چاند کیسے دیکھیں گے اور نماز عید کس طرح ادا ہوگی۔ یہ سن کر آپ مسکراتے، باہر نکل کر آسمان پر نگاہ کرم دھڑائی۔ شام تک بارش ٹک گئی، چاند دیکھا گیا صبح نماز عید بخیر و خوبی ادا ہو گئی۔

بعد نماز عید بارش ہو گئی۔ اس وقت پھر استاد عالی گئی۔ عیدِ بھی نہیں منانی بارش ٹک جاتے تو بہتر ہو گا۔ آپ نے فرمایا ہم زیادہ دل نہیں دے سکتے ہماری منزل تسلیم درضاب ہے۔ لوگوں نے اصرار کیا، آپ نے انکار کیا۔ اس پر آپ کے ہم سبتو اور بچپن کے دوست جناب غلام قادر عرف چھوٹے میاں رہیں و زیندار لالہ پورے ضد کی۔ آپ نے خاموشی اختیار کر لی۔ لوگوں نے چھوٹے میاں کو شردی۔ انہوں نے جیب سے چاقون کلا اور بوئے مٹھن میاں پانی روکا یتھے ورنہ اسی چاقو سے اپنی گروں کاٹ دالوں گا۔ حضور کو جذبہ پیدا ہو گیا۔ فرمایا اگر پانی ٹک جاتے اس وقت کیا ہو گا؟ چھوٹے میاں بولے یہ چاقو میری جیب میں چلا جاتے گا۔ آپ نے فرمایا صبر کرو۔ پانی کچھ دیر میں ٹک گیا۔

نیاتیت تیرہ صورپ نکلی اور سخت گرمی پڑی۔ اس کا اثر یہ ہوا چھوٹے میاں کو بہینہ ہو گیا، بچپن کی آمید نہیں رہ گئی۔ سرکار کو اس کی اطلاع دیا گئی۔ آپ نے متبسم ہو کر فرمایا؛ حتم شاہ! چھوٹے میاں مشیت سے جھک گا اکرتے ہیں اتنی تکلیف برداشت کرنا پڑے گی۔ ان کا اطلاع کر دد بارش ہونے کے بعد اچھے ہو جائیں گے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کئی دن بعد موسلا دھار بارش ہوئی اور چھوٹے میاں رو یعنی ہو گئے۔

اگر چشم یقین داری دو روح میں بینی : بہر سو مبتلاش جملہ شیخ دہ بین بینی

زوجشی خاصیت گرد لقا تے روئے میجا : مگر آن دم کر گنداری نخوداں نبوش بینی

آپ براہ خشکی والا تے بیت الحرام میں ایک دن مصروف سفر تھے ناگاہ گزر آپ کا ایک وادی میون سواد میں ہوا جو ایک بیابان دھراتے رہیتے ہیں واقع تھی۔ ہر طرف سبزہ اگا ہوا سایہ دار و رخت اپنی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سے راستہ چلنے والوں کو خود بخود اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ ایک چشم نہ جاری تھی جس کو دیکھ کر تشنگان مسافرت آپ حیات کا دھوکہ کھلتے اور بغیر سر ارب ہوئے قدم نہ اٹھاتے۔ محض پریکر اس بیابان میں ایسی بہشت نظر آئی کہ سرکار عالمی دفار نے اس روز اپنی منزل وہیں ختم کی اور وہاں کی نیچری دلفری بیال کچھا ایسی پسند خاطر ہوئیں کہ آپ کا ارادہ دوچار روز وہاں کے قیام کا ہوا۔ دن دھعل چکا تھا۔ شام ہونے کو ایک پرسے بھی کم رہ گیا تھا۔ آپ کسلنے تو تھے ہی اور دیکھا سبزہ اور جو بیمار ذرا میلنے کو اسی فرش خاک نمرد اساس پر آرام فرم ا ہوئے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے اپنی غمازی سے اس موقع پر بھی کمی نہ کی اور آخر کار سرکار کو مصروف خواب کر کے ہی چھوڑا۔

”صاحب ملعوف طقات دارثی“ اس موقع پر اپنی تقدیم گرامی سے اس طرح ناقل ہے کہ جب آنحضرت مصروف خواب تھے تو وہ سرپرکا

لئے آپ کی کیتی عبد القادر اور نام غلام قادر تھا۔

لئے سرکار دارث پاک کی عرفیت تھی۔

وقت تھا۔ قضا رائی اتنا میں گز ایک دیوار دا از قسم آسید خبیث جن (یاد گیر بیات) کا وہاں ہوا جو اپنی خباثت سے بازنہ آیا اور سرکار پر محل اور ہنسنے کو بڑھا۔ خدا کی قدرت کے صدقے، فدا، شارہونے کے ایسے ہی موقع ہوتے ہیں۔ حقیقت میں آنکھیں ہمیشہ ایسے ہی مناظر کی طالب رہتی ہیں۔ اور معرفت آگاہ قلوب ایسے ہی حقائق و معارف کو ڈھونڈتے ہیں۔ لیکن وہ دیلوں عوں بڑھا تو تھا محلہ اوری کو مگر ہو گیا سہراں اور دوست۔ جس قدر سرکار کے قریب ہوتا جاتا تھا اتنی ہی محبت اور عقیدت آپ سے اس کے دل میں نزدیک ہوتی تھی۔

القصد جب آپ تک پہنچا تو تبدیل ہیئت کر کے ایک خوبصورت دشیزہ لٹکی کی شکل میں با ادب آپ کے قریب جا پہنچا اور فرط ادب سے پائے مبارک دابنے لگا۔ سرکار جو بظاہر مصروف خواب اور بیاطن مشغول اذکار و انکارات تھے۔ بیدار ہوتے اور اس کو دیکھ کر مسکرائے اور پائے مبارک کھینچ یا۔ اسی دوران میں اس نواح کا امیر سرہ و تفریح کی غرض سے اس طرف آنکھا دہاں کی سبزو زار کیفیت دختوں کی شادابی۔ نہ کری روایی جو اپنے آئیں ہمارا ہمیں کے مصروف تفریح ہوا۔ ناگاہ نظر اس کی سرکار اور اس زن مکار پر پڑی۔ یہاں کی دنوں کا حسن و جمال دیکھ کر وار فتہ و حیران ہوا اور شخص کتاب آپ کے پاس آیا۔ آپ نے مجھے کو ارشاد فرمایا۔ وہ بیٹھا اور دریافتِ حال کے واسطے سلسلہ کلام شروع کیا۔ آپ نے اپنی سرگزشت اطمین چھوڑنے، پیارہ پامسافت طے کرنے، حج کے قصد سے بیت اللہ تشریف جانے۔ اور اس وادی کو خوشگوار پانے و ٹھہر نے کی۔ مفضل اس امیر سے بیان فرمائی۔ امیر نے سرکار کے حالات معلوم کر کے از راہ محبت اور عقیدت استرعا کی کہ دو چار روز کے واسطے غریب خانہ کو سفرزاد فرمائیے اور دعوت حیر قبول فرمائیے جس سے ہمیں بھی سعادت داریں حاصل ہو۔ آپ نے اپنی کمیں النفی کی بنایا اور اس کی منبت و استدعا کو قبول فرمایا اور اسی وقت اس کے ہمراہ تشریف سے چلے۔ وہ زخم خوبصورت دیوبست بھی ساختہ ہوئی۔ الحاصل امیر نے مکان پر کچ کر منایت خلوص اور عقیدت سے اہتمام آپ کی دعوت و مہماں داری کا کیا۔ اور انواع ازواج اغذیہ و اقسام اقسام فرائیات سرکار کی نذر پیش کیے۔ آپ نے حسبِ عادت بد رجد آقل خود لوش جمال فرمائی۔ اور بقی سب تقسیم کر دیے۔ جب رات ہوئی اور امیر اندر محل کے آرام کرنے چلا گیا اور سب تو کچا کر مصروف خواب ہو چکے تو وہ زن فرطت دبارہ تبدیل ہیئت کر کے بصورت دیوار دا اندر محل کے گئی اور امیر و بیگم کا پینگ لٹھ دیا اور تمام اساسہ امارت کو شکست دیخت کرنا شروع کیا۔ امیر و بیگم اس کی صورت کو دیکھ کر ایسے خالق ہوئے کہ مارے خوف کے پھر انکھوں کو ہوئی اور اپنے سرول پر تھاۓ مبرم و بلاۓ انظم کو موجود پا کر دم بخود رہ گئے۔

الغرض تمام رات اسی کرب دے بے چینی میں بسر ہوئی۔ کبھی وہ ملعون شیشہ و آلات کو توزٹا، کبھی اپنی مسیب اداز سے ان کو ڈرا نہ رہا۔ جب اسی پریشانی و حیرانی میں آنار برصغیر ہو ار ہوئے تو وہ دیوار حسبِ محصول دہاں سے اس باغ کو پھر چلا گیا۔ یہاں امیر و بیگم بہزاد شواری دھالت تباہ سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ رات کا جو کچھ ہوا تھا آپ سے بیان کیا۔ آپ نے پہلے بسم فرمایا پھر ان کو تسلیں و تسلی دی اور فرمایا کہ اب وہ کبھی یہاں نہ آزے گا۔ تم لوگ مطمئن رہو۔ مگر اس تسلیں و تسلی پر بھی وہ لوگ

کچھ ایسے خوفزدہ تھے کہ سرکار کو ایک بفتہ اپنے مکان سے نہ آنے دیا۔ جب بالکل اطمینان اور بھروسہ اس بلاستے بلے درماں کے نہ آنے سے ہو گیا تو آٹھویں دن آپ کو مجبوراً رخصت کیا اور ایک گھنٹا صبا فقار اور زربے شمار بعد اصرار و تکرار آپ کی نذر میں پیش کیا۔ آپ نے بہت کچھ عذر و حیلہ اس کے قبول کرنے میں کیا مگر امیر کے اصرار و منت و خوشامد سے بقدر ضرورت سفریت اللہ کچھ خپ اور گھوڑا لے کر دہال سے رخصت ہوتے۔

ایک دفعہ شہر سوئی میں کہ جو اجیزہ شریف سے بارہ منازل پر واقع تھا انگر کیا۔ وہ شہر ایک کوہستانی سلسلہ میں تھا اور جا بجا عینیں نالوں اور دریاؤں سے وہاں کا راستہ نہایت پُر خطر اور سولناک تھا۔ علاوہ ازیں سحر و ساحری کا چرچا اس نواحی میں از حد جباری و ساری سنا جاتا تھا۔ ایک دن قیام سرکار کا اس شہر کی سرائیں ہوا ایک جمعیت کثیر اس سرائیں مقیم تھی۔ مجملہ اس کے ایک عبد الجید نامی رہنڑن بھی اس دن وہیں قیام پذیر ہوا تھا کہ بظاہر صورت ایک پارسا مردوں میں اور بہ سیرت باریا درہنڑن تھا۔ بصدق فرد:

بس جامہ خوش کر زیر چادر باشد چول باز کنی مادر باشد

اس نے رسم نیاز کے حیل سے ایک ایک لڈو با تکلف جیج حاضرین کو اس رات دیا۔ حتیٰ کہ چالیس لڈو جن پر محروم کیا ہوا تھا تمام سرائیں اسی طرح تقسیم کیے۔ اور خود ایک گوشہ سرائیں چھپ کر بیٹھ دہا۔ جن لوگوں نے لٹھ پائے تھے فوراً کھایے، مگر سرکار نے ایک رومناں میں پیٹ کر رومال کو طاق پر رکھ دیا۔

القصہ جب نصف رات گزر گئی اور سب مسافران سرگھری نیند سو رہے تو اس قزاق نے آواز دی کہ "اے لڈو! اٹھو اور دیواری سفر کر دو۔ سحر کی تاثیر سے وہ لڈو مسافروں کے پیٹ سے آواز دینے لگے اور جواب میں کلمہ "لبیک" پکارا۔ اسی طرح وہ لڈو بھی جس کو سرکار نے رومناں میں پیٹ کر طاق پر رکھ دیا تھا بولا۔ سرکار یہ آواز سن کر سخت منتخب دشیر ہوتے۔ بعد اس کے وہ تمام مسافر کہ جنہوں نے لڈو کھائے تھے بیدار ہوتے اور اپنے مرکبوں پر سوار ہو کر چلے۔ سرکار یہ نیا اقتداء طلبم دیکھ کر پیشان ہوتے اور دشائق پہنچے کہ دیکھیں اب کیا تماشہ نظر آتا ہے۔ چنانچہ خود اسی گروہ میں شامل و داخل ہو کر انہیں مسافروں کے ہمراہ چلے۔ ایک حصہ راستہ کا طے ہوا تھا کہ وہ قزاق ٹھہر اور اس طرح حکم دیا کہ "اے لڈو! اپنی سواریوں سے زمین کے اوپر اتر آج" "لڈو! لبیک" کہتے ہوئے اپنے کھانے والوں کو گھوڑوں سے نیچے آتا رہتے۔ اس وقت اس ساحر نے تواریخ میں نکالی اور کہا کہ اے لڈو! اس وقت اپنی گردان اس تلوار سے کاٹ۔ سب لوگ بے قرار ہو کر تلوار کی طرف دوڑتے۔ سرکار یہ حال دیکھ کر ضبط نہ کر سکے اور جلدی سے تلوار اس ساحر سے لے کر اس پر حملہ کیا اور اس کو زمین پر گرا کر اس کے سینے پر آبیٹھے اور خبر اس کی گردان پر رکھ دیا۔ اور فرمایا اگر اپنی جان کی خیر چاہتا ہے تو ان سب مسحورین کو ہوش میں لاڈ دوڑنے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو۔ اس وقت وہ رہنڑن خوش ماورے زاری کرنے لگا اور عرض کی ذرا لوقت اور صبر فرمائیئے اور مجھ کو امان دیجیئے۔ ایک نے فرمایا جب تک یہ لوگ اپنے ہوش و خواس میں نہ آ جائیں

گے تیری رہائی نہیں ہو سکتی ہے۔ ہاں یہ اقتدار کرتا ہوں کہ جب یہ لوگ بعافیت اپنی اپنی راہ پلے جائیں گے تو تجھے بھی چھوڑ دیا جائے گا اور کچھ حصہ زر ز پہنچے گا۔ اسی طرح وہ ساحر آپ کی خوشامد منت ایک پہنچ کرتا رہا، مگر آپ نے اس کو نہ چھوڑا اور اس کے سینے پر بدستور بندھے رہے۔ جب ایک پہنچ بات باقی رہی تو ان لوگوں کو کچھ کچھ ہوش آیا مگر طاقت بات کرنے کی نہ تھی۔ کچھ وقف کے بعد جب وہ لوگ بالکل اپنے ہوش و حواس میں آگئے تو سرکار کی طرف متوجہ ہوتے اور اس ساحر کی حالت اور آپ کا اس کے سینے پر بیٹھنا دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ساحر ہے جس نے تم لوگوں کے ہلاک کرنے کو رات کے وقت لڑکوں پر پھر کر دیے تھے۔ باقی تمام کیفیت جو کچھ گزرا تھی بیان فرمائی۔ جب حقیقتِ حال ان مسافروں کو اس ساحر کی معلوم ہوئی تو قصد اس کے مارڈا لئے کامیاب سرکار نے سفارش کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی حفاظت میں لیا اور اس رہبری سے نجات دی، لہذا تم بھی اس کو نجات دو۔ وہ ساحر الگ پر زور باز دیں سرپنجھ شیر کے مقابل تھا مگر اس وقت سرکار پاک کے قبضہ قدرت میں تھا اور اب تک نہ ملا سکتا تھا۔ القصر آپ نے اس کو رہا کیا۔ فی الفور وہ تائب ہو کر اپنے اس ناہنجار پیشہ سے ہمیشہ کے واسطے کنارہ کشی کی اور حضور کے شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ آپ نے اس کو کچھ تعلیم اور تلقین تصوف کی اس توجہ سے سمجھا دی کہ اس جنگل سے پھر باہر قدم نہ نکالا اور تھیات دیں ذکر الہی اور مثاہدات غیر قتناہی میں مصروف و مشغول رہا۔ اللہ انثر کیا شان مبارک سراپا خیرو برت سرکار و ارش پاک کی تھی۔ فرد سے

رہبر را بیک دم ساختی ابدال حق : اے شاہ دین و دنیا برعال عاصی گن کرم

ایک دن حضور صبح ہونے سے کچھ قبل ہی دلوڑ حج بیت اللہ شریف میں سرگرم مسافرت ہوئے جب آفتاب نکلاماڑت وحدت نے غلبہ پیاس پیدا کیا، آپ کو سخت تشنجی محسوس ہوئی، لیکن راستہ بیانی اور ریگستانی تھا۔ آبادی، کنوال، تلالاب، دریا کام و نشان بھی نہ تھا۔ اسی طرح صابر و شاکر رضاۓ الہی پلے جا رہے تھے کہ دوسرے ایک بنڈی پر کچھ آبادی نظر آئی، آپ ادھر ٹھہرے۔ ایک عورت ایک سخت پر بیٹھی ہوئی نظر آئی۔ اس کے گرد چند نوکر چاکر بھی مصروف خدمت دکھائی دیے۔ آپ کو تسلیم ہوئی اور خیال کیا کہ یہاں پانی ضرور ہو گا۔ جب قریب پہنچے تو اس عورت نے بہت خاطرداری سے آپ کو بھیا اور ایک گلاں شربت کو آپ کو تیار کر کے دیا۔ اور تسلیم کے واسطے بھی کمال اصرار کیا کہ میرے ذکر کیا بہن بنا رہے ہیں ذرا دیر تو قفت فرمائی۔ دوچار لفظہ کیا بہن اکا کر پلے جائیئے گا۔ وہ عورت سرگرد و تراقوں کی تھی اور اسی طرح مہمان داری کر کے مسافروں کو ٹوٹا کر تھی اور اس کے ذکر چاکر سب ڈاکو رہبر

تھے، مگر آپ کی نظر ذات پاک پروردگار عالم پر ہر وقت تھی کچھ بھی خوف و اندیشہ دل میں نہ آیا اور آپ اس کے اصرار پر چند ساعت کے واسطے ٹھہر گئے۔ تھوڑی دیر نہ گزرا تھی کہ ایک مارخونخوار اس درخت پر نمودار ہوا جس کے سایہ میں وہ عورت بیٹھی تھی۔ وہ سانپ درخت سے اٹکر اس عورت کے سر پر آیا اور اس کی گردن میں لپٹ کر پھر اس کے ہنٹوں میں چک گیا۔ عورت مارے دہشت کے

بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ ایک ہنگامہ وادیا دہال بلند ہوا اور تمام نوک روچا کر دنے پہنچنے لگے، مگر وہ سانپ بستور اس کے گلے میں جمال تھا۔ سر کارڈر سے یہ تماشہ بیٹھیے دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں اس عورت کا شوہر آپ کے قریب آپ کو فقیر صورت پا کر رونے والے لگا اور اس عورت کے پاس لے گیا۔ جب آپ دہال پہنچنے تو وہ سانپ اس کے گلے میں نکل کر اٹھ گیا اور دنخت پر جا بیٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ قسم اجنا ایک جن تھا۔ غرض کہ سانپ کے اڑ جانے کے بعد وہ عورت ہوش میں آئی۔ تمام حاضرین آپ کی کرامت دیکھ کر بدل وجاں آپ کے معتقد ہوتے اور وہ عورت دشہر اور اس کے تمام خوشیں اور اقارب آپ سے بیعت کے خواست گا رہتے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ صدقہ دل سے اس قرائی کے پیشے کو ترک کرو اور ہمیشہ کے لیے تو بکرو تو ہم مردی کریں گے۔ الغرض سب نے قسم لکھائی اور نہایت خلوص و صدقہ سے آپ کی خدمت میں اقرار کیا کہ اب تمام عمر ہم اس پیشے کو نہ کریں گے، چنانچہ آپ نے ان کو مردی کیا اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اس روز ان تمام لوگوں نے سرکار کی دعوت بڑے ترے ترے واختشام سے کی اور سرکار کو چار دن مقیم رکھا۔ جب یہ خبر راجہ مان سنگھ والی جوڑ پور کو پہنچی تو بہت خوش ہوا اور سرکار کی خدمت میں تحائف و نذریں روانہ کیں۔ آپ نے وہ سب ماسکین کو تقسیم کر دیں اور راجہ کو کہلا بھیجا کہ ان لوگوں نے قرائی سے تو بہ کر لی ہے لہذا ان کا کچھ وثیقہ مقرر کر دیا جائے۔ راجہ نے ایک معقول نکاسی کا علاقہ سرکار کی سفارش اور تحریک سے ان کو عطا کیا کہ نسلًا بعد نسلًا ان کے اور ان کی اولاد کے قبضہ میں رہے۔

حضرت دارث پاکؒ کو شعرو شاعری سے بھی مس تھا۔ اکثر آپ مولانا روم اور شاہ نیاز اللہ نیاز کے اشارا کو لکھا یا کرتے تھے۔ خواجہ بشی کا قول ہے "المجدۃ کتمان الاحوال" یعنی محبت کی یہ تعریف ہے کہ احوال کو پوشیدہ رکھا جائے۔ پرستاران صادق نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنے جذبات کو نظم کے پرده میں اظہار کرنے لگے جس کی ابتداء قصیدہ نمایا بصورت مثنوی ہوتی تھی، مگر آگے در پردہ طلب محبت یا کسی فرض پر یہ میں اپنے داردات و کیفیات کا مجملاند کرہ یا انتہیاً عنایت و پروشوں کی استدعا پر اس کو نہ کرتے تھے۔ اور خوش قسمتی سے وہ ارادت مند اپنی اس کوشش میں اس لیے امید سے زیادہ کامیاب بھی ہوئے کہ خود قبلہ عالم کو کلام منظوم پسندیدہ تھا۔ اس واسطے جب حضرت اس کو بر رغبت ساعت فرماتے تھے اور اسی طرح نکات شاعرانہ اور محاذرات کی بندش کی داد دیتے تھے کہ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپ بہت بڑے نقاد سخن اور فن شاعری میں یہ طور پر رکھتے تھے۔ الغرض یہ طریقہ جو "بیک کر شمہ دکار" کا مصدقہ تھا، مثلاً قین و ارثی کو اس قدر مضید معلوم ہوا کہ اکثر برادران طریقت نے مدحت سرائی شروع کر دی اور تھوڑے عرصے میں یہ کیفیت ہو گئی کہ دس ہیں نظیں روزانہ پیش ہونے لگیں اور حضور قبلہ عالم کی پیشان بنہ فزاری بھی متقل ہو گئی کہ عربی، فارسی، اردو، ہندی کے فصامد اور غزلیات بکمال دلچسپی آپ سنتے اور سرور ہوتے۔ رفتہ رفتہ یہ طریقہ استعمال ایسا ترقی پذیر ہوا کہ آستانہ اقوس پر دوچار ناظم ہر وقت نظر آنے لگے مثلاً منشی خدا نخش صاحب وارثی مختص اس شالی دریا ابادی جو سرکار عالم پناہ کے قدیم مدارج اور نہایت پُر جوش حلقة بگوش تھے آپ کے ابتدائی حالات و واقعات ضبط تحریر میں لائے۔

تمہیں تو جیسے عادت پڑ گئی ہے دل دھانے کی
خدا ایک توجہ بلکی دلخادے آشیانے کی
اٹھائیں گے اگر ہم کو غرض ہے ناز اٹھانے کی
قفس پر پڑتی ہے پرچائیں میرے آشیانے کی
کبھی تقید کرتے تھے کسی کے مسکرانے کی
کہاں تک صبر اُخ رکونی حد ہے ظلم اٹھانے کی
مرے صیاد اب آنکھیں قفس میں بند ہوتی ہیں
ستمگرے بے وفا بے مهر وہ سب کچھ سی ناصح
رہے یا رب یہی رُخ چاندنی کا محن لگش میں
سر آج اب زخم دل ناسور کے پردے میں روئے ہیں

ستالیں خوب حسرت ہو جنہیں میرے ستانے کی
میرے ہرنے پر گروش کم ہو جائے زمانے کی
جو تکے چن رہا ہو روشنی میں آشیانے کی
کہاں پھر یہ دل شیدا کہاں گردش زمانے کی
الہی خاک میری اُڑ کے پنجے چشم و شمن یہاں
کوئی اس سوختہ قسمت کی حضرت کو ذرا دیکھے

ایامِ کلیا صرف اک بدل ہوئی سُخنی فنانے کی
فقط نگبِ تمنا کے چڑھانے یا اٹانے کی
قفس کی خیر یا رب ہو ٹکپی خیر آشیانے کی
حقیقت قید کی یہ ہے یہ ہستی قید خانے کی
ادھر ہو کر نہیں نکلی تمنا ہوش آنے کی
ازل کی ابتداء حسن و محبت کے ترانے کی
ہماری زندگی بھی ایک فرست تھی مگر کتنی
ترپتی بھلیاں پھر خانہ بربادوں کے در پر ہیں
قفس ایک تار ہے تن ایک مٹی کا گھونڈا ہے
ہماری زندگی بہستیوں کا دور تھی ہے خود

فرشتتوں کو جمال پر آرزو ہے سر جھکانے کی
بنانا میرا اک تمہید ہے گویا مٹانے کی
جر پس پوچھو تو یہ شے تھی ہمارے ہی اٹھانے کی
بڑی اک داتاں ہے دل کے آنے جانے کی
کہیں پامال کر ڈائے نز فمار اس زمانے کی
خدا رکھے وہ برکت ہے کسی کے آستانے کی
یہ میں کیونکر کوں مجھ کو عبث پیدا کیا یکن
ہوئے ہم حامل بار امامت کیا کلیجہ ہے
نہ پوچھو سرگزشتِ عاشق ناشاد محشر میں
منیر اتنا بھی عجز و انکسار اچھا نہیں ہوتا

نگاہیں پڑ رہی ہیں انہیں پر اک زمانے کی

خدا محفوظ رکھے ان کو چشم زخم عالم سے

مرے ارماں نے مجھ کو پیس ڈالا اسماں بن کر
نلک کو آرزو ہی رہ گئی میرے مٹانے کی
خدا کے واسطے اے موت دم بھرا وہ ملت ہے
ابھی امید کچھ باقی ہے اس ظالم کے آنے کی

وارث پاک پرشائع ہونے والی کتب

انگریزی حصہ:

- (۱) اے نائیتیہ سینچری سینٹ (سید افتخار حسین کاکروی)
- (۲) الوارث (حاجی غفور شاہ وارثی) (۳) فریکل آف اسلام (بلش حسین قدوالی)

ہندی حصہ:

- (۱) سرکار وارث پاک (رام کشور گپتا - بارہ بنکی) (۲) دارث گن پرکاش (حاجی او گھٹ شاہ وارثی)

اردو / فارسی حصہ:

- (۱) مشکوہ حقانیت (شیخ فضل حسین صدقی الوارثی اٹاوی) (۲) دانا مے راز (سردار احمد علیگ)
- (۳) ضیاد الوارث (حاجی مولانا محمد ابرار حسین فاروقی) (۴) عین الیقین (حکیم عبداللہ دشاہ تحریر وارثی)
- (۵) تذکرہ وارث (شہاب حشمتی صابری اکبر آبادی) (۶) پیغام اتحاد (حیات وارثی)
- (۷) کلید معرفت المعروف بزم فاروقی (مہتاب شاہ وارثی) (۸) ارمان دارث (مولانا افقر مومانی وارثی)
- (۹) سید السادات (قلمی) (سید ناظم علی کنتوری رسول پور) (۱۰) نداء غبی (محجوب شاہ وارثی ہندی العربی)
- (۱۱) سیرت دارثی (جلوہ وارث (پنڈت دیندار شاہ وارثی) (۱۲) سخفۃ (اصفیاء) (۱۳) سیرت السادات
- (۱۴) خیر الواشین (میاں عطاء اللہ ساگر وارثی) (۱۵) گلزار وارث (پنڈت دیندار شاہ وارثی)

(۱۶) انیسویں صدی کا ایک خدا رسیدہ بزرگ (ترجمہ : خال بہادر جعفر علی خال لکھنؤی)

- (۱۷) سرکار وارث پاک (سلطان حمید وارثی) (۱۸) حبیب وارث (۱۹) کرشمہ وارث (۲۰) تنبیہ القول (قلمی)
- (۲۱) حیات وارث (قلمی) (سید اعجاز احمد باشمی) (۲۲) برکت وارثی (۲۳) آئینہ وارث (خال اسد وارثی)
- (۲۴) معارف وارثیہ (۲۵) توصیف وارث (رضی احمد شیخ) (۲۶) دسیلہ نخشش (قاضی نخشش علی)
- (۲۷) تعارف جمیعتہ العاشقین (میاں بیم شاہ وارثی) (۲۸) حیات وارث (مزا ابراہیم بیگ شیدا وارثی)
- (۲۹) ظبور قدسی (عبتر شاہ وارثی) (۳۰)



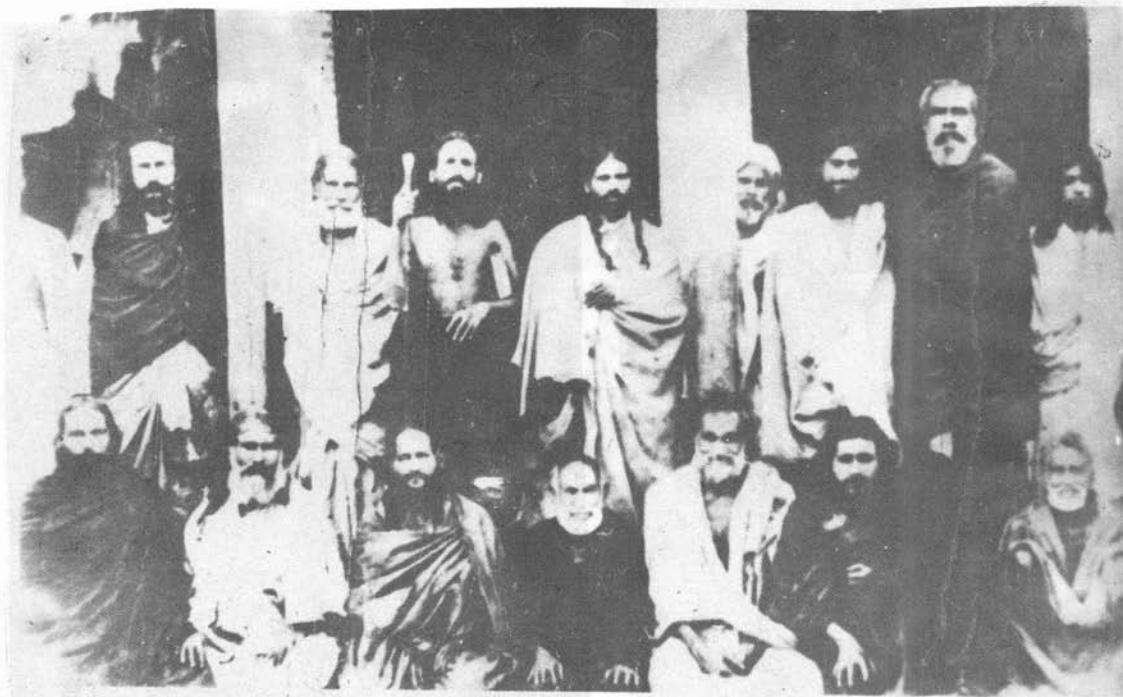
جتنی کتابوں اور رسائل سے استفادہ کیا گیا

رسائل

- (۱) ماہنامہ "صوفی" لاہور اگست ۱۹۲۱ء اپریل، جون، ستمبر ۱۹۲۰ء اپریل ۱۹۲۱ء دسمبر ۱۹۲۲ء
- (۲) ماہنامہ "پیام بار" لکھنؤ جولائی ۱۸۸۷ء اگسٹ ۱۸۸۸ء
- (۳) ماہنامہ "اجمل" دہلی، دسمبر ۱۹۲۹ء جولائی ۱۹۴۱ء
- (۴) ماہنامہ "عالیگیر" لاہور نومبر ۱۹۲۶ء
- (۵) ماہنامہ "نیزگ خیال" لاہور مئی ۱۹۳۰ء
- (۶) ماہنامہ "زمانہ" کان پور اکتوبر ۱۹۳۹ء جنوری ۱۹۲۴ء جنوری ۱۹۲۹ء (۷) ماہنامہ "منادی" نئی دہلی، جلد نمبر ۳۸ شمارہ نمبر ۱۹۲۷ء
- (۸) ماہنامہ "شاعر" اگرہ دسمبر ۱۹۲۸ء تا ۱۹۲۹ء اکتوبر ۱۹۳۸ء (۹) ماہنامہ "ندیم" گیا، جون، اگست ۱۹۲۳ء
- (۱۰) "سلک مرواریہ" لکھنؤ (۱۱) علم مجلس حصہ پنج، سبقتم (۱۲) اردو میں معلیٰ علی گڑھ نومبر ۱۹۱۲ء فروری ۱۹۲۴ء
- (۱۳) ماہنامہ "نعت" (مختلف شمارے) ایڈیٹر راجارشید محمد، ایم اے (۱۴) "والرش" کراچی
- (۱۵) ماہنامہ "سیل" علی گڑھ، جنوری ۱۹۳۶ء (۱۶) ہفت روزہ "اخلاص" پیلی بھیت، وارث پاک نمبر اکتوبر ۱۹۲۵ء
- (۱۷) ماہنامہ "مشورہ" اگرہ نمبر جولائی ۱۹۳۶ء (۱۸) "شاعر" بھٹی ۱۹۵۷ء (۱۹) "الناظر" لکھنؤ مارچ ۱۹۳۵ء
- (۲۰) "شبستان اردو ڈا جسٹ" نئی دہلی، فروری ۱۹۴۹ء (۲۱) "صحیح امید" لکھنؤ دسمبر ۱۹۱۹ء (۲۲) "ریاض" لکھنؤ اپریل ۱۹۲۰ء
- (۲۳) "شباب اردو" امترسٹر جون جولائی ۱۹۳۱ء (۲۴) "محزن" لاہور، مارچ، نومبر ۱۹۱۳ء (۲۵) "صحیفہ وارث" (دیوبنی شرفا)
- (۲۶) "جلوہ گاہ" لکھنؤ (۲۷) ماہنامہ "منادی" جلد نمبر ۲۹ شمارہ نمبر ۷۸ (۲۸) "حامشی سخن" (بھٹی ۱۹۲۵ء)
- (۲۹) "کمال" (دہلی، جنوری ۱۹۱۴ء)

کتابیات:

- (۱) یادگارِ نادم" (رکیم شاہ وارثی) (۲) "فیضان وارثی" (اوکھٹ شاہ وارثی) (۳) "حیات وارث" (مرزا ابراہیم بیگ شیداوارثی)
- (۴) "مشکوہ حقانیہ" (مولانا فضل حسین صدقی وارثی) (۵) "دیوان قیصر" (سید عبد الغنی قیصر وارثی) (۶) مصنفوں یہم (میال بیدم شاہ وارثی)
- (۷) "جگپارہ" (میال بیدم شاہ وارثی) (۸) "تعارف وارثی" (میال بیدم شاہ وارثی) (۹) دیوان ابر (مختلف) ابر شاہ وارثی
- (۱۰) ندر خدا — دیوان مضطرب خیر آبادی (سید محمد افتخار حسین) (۱۱) المامات" (مضطرب خیر آبادی) (۱۲) مسلم شعرتے بہار (جلد دو کم، سو سوکم، چھاٹم) حکیم سعید احمد انشد (۱۳) "کون جیتا کون ہارا" (میرولی وارثی) (۱۴) دیوان تحریر (حکیم سید عبداللہ شاہ وارثی)
- (۱۵) عکس حیرت" (میال حیرت شاہ وارثی) (۱۶) "تفصیل حیرت" (میال حیرت شاہ وارثی) (۱۷) "میلاد اکبر" (خواجہ اکبر شاہ وارثی)
- (۱۸) "شمسِ اضحتی" (قمر وارثی) (۱۹) "موط معطر" (ستار وارثی) (۲۰) "نعت حامد" (حامد وارثی) (۲۱) "ریاض ضوان" (ریاض خیر آبادی)
- (۲۲) ارمغان نعت (شفیق بریوی) (۲۳) نغمہ نور (علام حامد وارثی) (۲۴) کرشمہ دارثی المعرفت صوت سردہ (میال بیدم شاہ وارثی)
- (۲۵) نظر گاہ (سید انقرہ موبہانی وارثی) (۲۶) حدیث معرفت (عینی وارثی) (۲۷) محراب (عینی وارثی) (۲۸) نغمہ محبوب (محبوب احمد وارثی)
- (۲۹) نعمتِ حبیب (محمد سعادت حسین خاں وارثی شیدا) (۳۰) انجمن یادگار آرزو (وسی احمد صاحب انگر) (۳۱) در قدر (سعید طیبی)
- (۳۲) گلہستہ مذاقت (فیقر سرو شاہ وارثی) (۳۳) جشت کانغمہ (حاجی باب الشد خاں اشرفی)
- (۳۴) نسبی وسلام (محمد پالن حقانی - گجراتی) (۳۵) گنجینہ نعت و مناقب (شاد قادری)



کھٹ بھٹ دالیں طرف : طالب شاہ دریق - عنیب شاہ دریق - لوگ شاہ دریق - نیمُوش شاہ دریق
مکت شاہ دریق - خاندپیاری شاہ دریق - تار شاہ دریق - سید شاہ دریق
خانوخت خان دریق
بیٹھ بھٹ دالیں طرف : داڑش شاہ دریق - بیٹھ بڑھ شاہ دریق - نیمُوت شاہ دریق - رحیم شاہ دریق
سید مرتون شاہ دریق - سیدار شاہ دریق - حکیم عبداللہ شاہ دریق



بان او گھٹ شاہ دریق



ابا حسن شاہ دریق



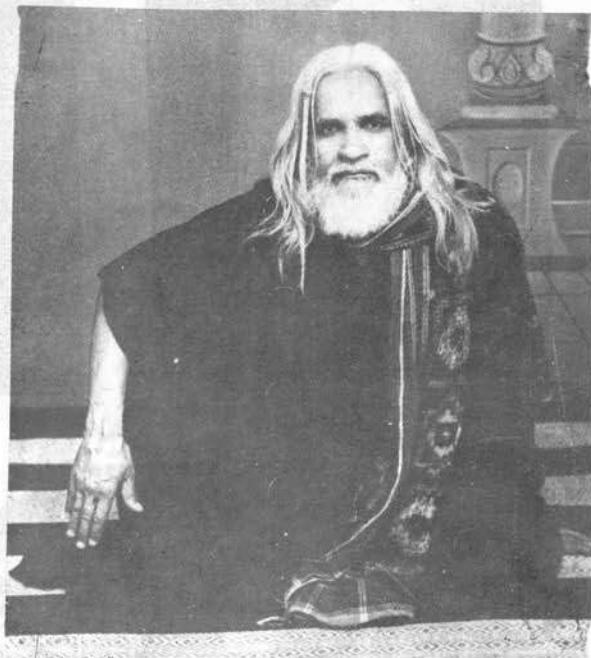
عنبر شاہ وارنی



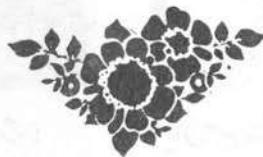
دائمی طرف سے امیر صابری، میان ساگھر وارنی، محمد شفیع، خواجہ حیقوب داری شمعتو شاہ وارنی، عبدالستار وارنی



میان عطاء رائٹر ساگھر وارنی (صاحب تصنیف)



پنڈت نایاب شاہ وارنی (دیوبہ شرلیف)



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نادم وارثی

آپ کی بیعت و احرام پوشی حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ سے تھی اور کافی عرصہ تک حضرت وارث پاک کے خادم خاص کے ممتاز عمدے پر مانوئر رہے۔ سرکار عالم پاک کی محنت سرائی کے پردہ میں بعیشہ جذبات قلبی کا انداز زبان بجا کا میں کیا جاتی کہ سرکار پاک کی اجازت سے اپنا تخلص "نادم" رکھا اور آپ کی تصانیف کا مجموعہ ۱۳۱۵ھ میں طبع ہوا جو "یادگار نادم" کے نام سے مشہور ہے۔

نمودنہ کلام

بنایاں کے اوپر بھم بچھاوی پر تھی دیوبائی
چار بیو کا لے پنڈ بنایو، تھہ پع گتو سماں
ستقی کے تت نگ بہت بہانت کھوئو نہیں پائی
نرکھٹ موہ گیو من نادم نین من صورت سماں

سندر بُدپ سلو نے نیسا	جہہ چوت تھہ مارت کثاری
کتنو دھائے گرت چرن پر	کتو آئے کے سرت جہاری
کب درشن دیسین موں مراری	نادم جیا ترے بن درشن

وارث موری نیا کے تمیں رکھوار

اگم اتحاد پیم کی ندیا جو رہت ہے دھار	تھہ پع آئے پڑپے بن کھیوٹ کوئی رنجھاراں ہار
لکھ لکھ لہرا پار سندر کی ڈر لائے اونکار	جیا رہے تن تھر تھر کا پنچے من نیں پکے کرار
(ایات وارث۔ مرزا شیدا وارثی)	

بھاگ

کھتوں ملی ہر کی سُدہ نایں ہیر لے آون تجائے
 ناجانوں دھون کب ہرجائے دے پیں درس دکھائی
 کوئی سوت سنگ پیت لگائی ہمسری سورت بسرائی
 نادم چھن چھن بڑہ ستاوے پیا وارث بن آئی

(رکھی موری سمجھا پہ بندیا ہرائی)

کیتنوں کھونج کیوں نہیں پایوں کروں اب کون اوپائے
 سن ہے ساس رکھے رک نایں جے ہے نندیا رسائی
 ان چن اور کوؤ نہیں آئیوں گھلے کون چسرائی
 بارا دیو مورا جلم کا بیری من مورا تے کاسوگائی
 نادم لاج رکھے پیا وارث گیوں جسے ہاتھ بکائی

پمرش

بن کے جو گن ہرنگ نگر ہر ہیر پھر دن سکھی سب گھر لھر
 بن لکھتھ پنڈت نہیں سو جھپڑت پگ دھرت کنپت دیاں دھر دھر
 دینہوں سیاں پہ وال سوہنگار پھوڑیوں کر کے چوڑیاں سکری کر کر
 نادم پیا وارث کو لاومنائی پر ان پراوون کے سیس دھر دھر

ہولے

(نوجانوں کیسے مرلی دیکھو ہیں نے بجائی)

دہن من گیو من میرد تن کی صدہ بسرائی
 ہوئی باور نگسی مندر سے بن جو گن بن دھائی
 نادم جیا لے گیو ہر وارث پیا درشن دکھائی

پلوری

پیا وارث اب درک دکھاو جیا ترست ہے ہمارہ ہو
تمرے نام کی کرت ہوں سمرن نسدن سانچھوں کا لہر ہو
ایک گھڑی پلچھن نز بسا روں ہئی پنچ رکھوں ادھار ہو
بھوسا گرمان بن گن نیا بورٹ ہے یہو او بھار ہو
کھیوٹ بن کے نیم دھرم سے کھشی لگاؤ وہ پار ہو آن ملوہ را پنے میا سے دایا کرو ایک بار ہو
کہہ بہنیاں گر پرلن لگاؤ نادم ہے داس تمہارہ ہو

ہولے

دکھو جے گویاں چھاگن کی رت آئی	سیاں بن کے سنگ کھیلوں جائی
رنگ کے راگ سکھی سب گا دیں	گھر گھر دھوم مچائی
ریچ ریچ چاہ پر لاغن دہاری	دھول دف جھانجھ بجائی
وارث پیا بن جیا مورا نادم	ہس بہس رہ جائی

جاو جاؤ مون موسے اب نہ لگاؤ نینوان

بار بار بر جوری کرت ہو چھوت ہو بار بار لے جو نوان	جاو چلے جن رار بڑھاؤ ماںو ہسرا کھنو ان
سن پے میں کھون نگر کے لوگوں گھر کر ہیں بھما نوان	ساس ندیا بولن مڑیں سنگ کی سکھی دیہیں تنو ان
جو کوڈ نیہہ کرے پیا تم سے آپن کھوے پر نوان	روئے روئے نسدن تن جارے سا جن تمرے کر فوان
نادم ہر وارث ہر جائے ان کا ہے کون بھکنو ان	جائے پیت کوں انتے لگائے ہم سے کر کے بھنو ان

جاو جاؤ مون موسے اب نہ لگاؤ نینوان

(وارث نام کی میں بلسارو)

نرمل رنگ صورت من موہنی	روپ ہے جگ سے نیارو
کاٹ کٹیے دُنین ریسلے	مدھ سے بھرسے متوارو
بن انجن رہیں کارو	

ایسے میت سے پیت کیو	جن تن دھن دو کو لشارو
دُور بھیتوں سے دکھ دارو	سکھ او پیجھو ادھر کارو

بُسْرَگَيْدَ اُدْگَن سارو
پران سچھاور کر دیو آپن سیس چرن پر ڈارو
نادم ہر درشن دکھلاؤ ہوی پرشن ایک بارو
سرن اب آئی تھارو

فضیحت شاہ وارثی

حضرت فضیحت شاہ وارثی کاغاند ان نام ظہور علی تخلص فضیحت اور والد ماجد کا نام دیوان نور علی صاحب ہے موضع بازید پور ضلع گیادن۔ آپ کاغاند ان بیٹی کی طرف سے محمود شاہ صاحب بازید پوری سے تعقیں رکھتا ہے جن کے افراد فاندان بکثرت پھیل گئے ہیں۔ حضرت فضیحت وارثی کی بیعت حافظ سید وارث علی شاہ (دیوی شریف) سے ہے۔ بیعت حاصل کرنے کے بعد آپ فقیری کی طرف مائل ہو گئے۔ سرکار وارث پاک عالم الرحمۃ کی طرف سے فضیحت شاہ وارثی نام رکھا گیا اور احرام پوش ہو گئے۔ بستی کے ایک صاحب سید طیب حسین نے اپنے مکان کا بیر قلن حصہ ان فقراء کے لیے مخصوص کر دیا تھا جہاں حضرت بر بادشاہ وارثی کی اقامت زیادہ لاتی تھی۔ اور اس اقامت گاہ کا نام انہوں نے ”کٹھی“ رکھ دیا تھا۔ حافظ سیاری صاحب وارثی علیہ الرحمۃ بھی اس کٹھی میں ٹھہر اکرتے تھے۔ حضرت فضیحت شاہ وارثی کا وصال ۱۹۱۶ء میں ہوا مزار اقدس بازید پور میں ہے۔ اور ہر سال ۲۸ دوالجھ کو عرس ہوتا ہے۔ آپ کے تین لڑکے تھے۔ (ا) سید ابوالحنیف (۲)، (ب) سید علی کریم (۳)، (ج) سید مدد حسن۔ آپ کا کلام میجر سید اقبال حسن صاحب ایم ایس، اے کے پاس قلمی نسخہ کی صورت میں موجود ہے۔

نحوۂ کلام

ہمارے گھر میں آ کر یار ٹکا : رقبوں کی نظر میں خار ٹکا
قلابازی کرے کیا میرے آگے رقبہ رو سیہ بچ یہ نٹ کا
خلل ہو کر رہ گیا ہے ساقی بھی چلا آگے مرے س کا نہ ٹکا
یہ کوچہ عشق کا مشکل ہے ایسا کہ زاہد آکے اس رستے سے بھٹکا
فضیحت پیتے ہی ناہد نے اک جام
عمامہ پاؤں پر ساقی کے پٹکا

ا بد مک رہے یہ آزارِ عشق
میں سردے ہوتا ہوں سردارِ عشق
فرشتوں سے رکھنا نہیں دارِ عشق
ولی اور بی بیں گرفتارِ عشق
خدا کی زبان پر ہے اذکارِ عشق

ازل سے ہوا ظاہر آثارِ عشق
یہ منصور بولا سردارِ عشق
گرا ہے چاہ بابل میں ہاروت بھی
یہ مقصوبوں کو بھی نہیں چھوڑتا
نہ باور ہو تو سورہ یوسف پڑھو

دلنوazi میں دلستبائی میں
گیا ایمانِ رونمائی میں
لگ گئی آگ پارسائی میں

تم سا دیکھا نہیں خدائی میں
دل ہو آزدگے دید کی نظر
دین در ایمان پر گری بجلی

فصلِ گل ہے مگر بھار نہیں
کون سا دل ہے درد سے غالی
یہ وہ صحراء ہے جس میں خار نہیں

بزمِ گل میں وہ گلخاندار نہیں
کون سا دل ہے درد سے غالی
کر فضیحتِ رہ تحریر طے

طاباں را ایں جحاب اندر غذاب انداختے
چ چ جا بست ایں کہ خود را جحاب انداختے
چوں در ایں کارم بہ اُتیڈ ثواب انداختے
وز دوز لعنتِ عنبریں در پیچ د تاب انداختے
تحم عشق اندر دل ہر شیخ و شاب انداختے
موسیٰ عران را در اضطراب انداختے
و فر اعمال مارا چوں در آب انداختے
ایں بطيے پر تکال را ب آب انداختے
ایں گدا را ازچہ رو در اضطراب انداختے

اے زکریت بر رخ وحدت نقاب انداختے
چوں مرا دیدی بروئے خود نقاب انداختے
گرچہ من مست و خرام طاعتم را روکن
از نگہ دز دیدی و ز دیدی متارع جان دوں
کیست در عالم کہ در دل طالب دیدار نیست
زال تجلائے صفات تو کہ شد بر کوہ طور
عشق بے باک را باشد چ خوف از پرم حشر
آبرویم ریختے در بزم خود کر دے خجل
شُد فضیحت چوں گداۓ کونے تو د عشق تو

سید معروف شاہ وارثی

حاجی سید معروف شاہ صاحب وارثی علیہ الرحمۃ دیوی شریفیت ضلع پارہ بنکی یورپی بھارت کے باشندے تھے۔ رئیس زادے تھے۔ آپ کی بیعت اور احراام پوشی حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر ہوتی۔ آپ کے آباء احمد محمود غزنوی کی فوج کے ساتھ ہندوستان آئے تھے اور خاندان کرمانی کے چشم و چڑغ تھے۔ آپ کا سلسلہ بیعت دیسخ پیغمبر مسیحی سہا۔ وصال شریف ۱۳۲۶ھ ربیع الاول ۱۰ ستمبر ۱۹۲۶ء کو دیوی شریف میں ہوا اور دیہیں دفن ہجئے۔ نور کلام طاخظہ فرمائیے۔

سلامِ محبت

السلام اے مومن دعوم خوار ما	السلام اے مدمر دلدار ما
السلام اے مردم چشم ان من	السلام اے خون شدہ اے دیدہ گریان من
السلام اے یوسف کنعان من	السلام اے دلبر جانان من
السلام اے مظہر انصار حق	السلام اے مظہر انصار حق
السلام اے وجہ تسکین رحمے تو	السلام اے وجہ تسکین رحمے تو
السلام اے معدن صدق و صفا	السلام اے معدن صدق و صفا
السلام اے جان من قربان تو	السلام اے جان من قربان تو
السلام اے چشم پر شرم و جیا	السلام اے سوئے زمان سے بروز لفت دوتا
السلام اے منزل ما کوئے تو	میکشہ آں خخبرہ ابروئے تو
السلام اے ابر رحمت السلام	السلام اے ابر رحمت السلام
السلام اے قوت ادراک ما	السلام اے قوت ادراک ما
السلام اے درد تو مارا ددا	السلام اے درد تو مارا ددا
السلام اے قوت بانوئے ما	السلام اے قوت بانوئے ما
السلام اے ماہ تاباں السلام	السلام اے شاہ خوبیں السلام
السلام اے وارث علم پناہ	السلام اے بیکاں رامگیہ گاہ
السلام اے چارہ بے چارگاں	السلام اے مریم دل خستگاں
السلام اے نور چشم آمند	فاک در بھرت فشاں دم گو بکر

فرقت تو کرد عام را تباہ
 شد نصیب خادمال رعیز سیاہ
 رحم کن برباله و فرسیاہ ما
 گشت دیال خانہ آباد ما
 یاد باد آں حالت دیوانگاں
 یاد باد آں محفصل شعروت سنخ
 یاد باد آں دعوت شیراز ما
 یاد باد آں خندہ و آں طنطنه
 یاد باد آں شیوه جانان تو
 ما کجاو تو کب ذکرت کب
 باد شاہا آبروئے ما توئی
 در گلن آتش بر ملک جان ما
 وارثا بنما بھال خوشن
 قصہ معروف غلگیں اے صبا
 دارسال در حضرت سلطان ما
 کن فنا در ذات خود ما را تمام
 ختم شد اس قصہ اکتوں والسلام

میال بیدم شاہ وارثی

حضور میال بیدم شاہ وارثی علیہ الرحمۃ ۱۸۷۴ء میں بقام امادہ (نیا شر) میں پیدا ہوئے۔ آپ کی علوم رسمیہ کی ابتدائی اور آخری تعلیم امادہ (پرپی بھارت) ہی میں ہوئی۔ طبیعت میں شاعرانہ و جان فطری طور پر دلیخت تھا۔ دوسروں کی غزلیں منستہ اور گلگناتے بہتے۔ رفتہ رفتہ اس مشت نے ارتقادر کی منزلہ طے کیں اور خود شاعر بننے کی تمنا ازی اپ کو اگرہ لے گئی جہاں دوسرے احباب و ارباب دل میں موجود تھے۔ جاپ خواجہ آتش لکھنؤی مرحوم کے شاگردوں میں جناب وحید صاحب مانک پوری گزرے ہیں۔ ان کے جانشین اور مقرب بالکمال شاگرد سید نثار اکبر آبادی کا حلقة تلامذہ اس وقت اگرہ میں عودن پر تھا۔ آپ بھی اس حلقة میں داخل دشمن ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد نفر گوش شاعر کا درجہ حاصل کر لیا۔ اسی سلسلہ میں اُستاد کے فیضانِ صحبت سے متاثر ہو کر سلسہ دارشیہ میں مرشدہ دوراں حضرت حاجی وارث علی شاہ کے دستِ حق پرست پرسبیت ہوئے اور احرام پوش ہو گئے۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ "سراج الشعرا" اور "سان الطریقت" کے خطاب سے مخاطب کیے جانے لگے جو ان کی موجودہ شخصیت کے

شیلیان شان بھی تھا۔ آپ کو حضور مرشدِ درال، امام الاولیاء سید حاجی وارث علی شاہ کی خدمت با برکت میں رہنے کا کافی سے زیادہ موقع حاصل رہا۔ آپ کو حاجی بیانے والانہ محنت تھی۔ ف quo فائز کی زندگی میں بھی آپ کے کچھ معمولات تھے جو آخر وقت تک تمام رہے۔ بر حیثیت شاعر مشاعرِ عدل میں عامینہ شرکت سے ہمیشہ ابتناب رہا۔ بربنا میں تعلقات کبھی کبھی چلے بھی گئے، مگر وہ شاذ ہی۔ جب کوئی غزل یا منقبت کی کسی کو سنانے سے پہلے آستانہ وارثی (دیوبی شریف) پر حاضر ہو کر سُنائے تھے پھر دسویں کو سنتے تھے۔ تمام عمر کسی اپنے دنیا کی درج سرائی نہیں کی اور نہ اس کی تعظیم کو سراہا۔ آپ ہمیشورات کے آخری حصہ میں ذکر نکر سے کبھی غافل نہیں رہتے۔ ملنے والے سے ملنے میں سبقت کرتے اور وضع داری کے ہمیشہ پابند رہتے۔ عمر

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

۱۹۰۵ء میں مرشدِ برحق امام الاولیاء حضور بندہ نواز وارث عالم پناہ نے اس دارِ فانی سے عالم جاودا ان کی طرف سفرِ آخرت فرمایا۔ اپنے مرشدِ برحق کے وصال فرمانے کے بعد آپ اکتنیں سال زندہ رہتے اور ۲۲ نومبر ۱۹۳۶ء میں خود بھی پرده فرمایا۔ اتنا یہ دن اتنا الیراجعون۔ اور شاہ ادیس کے گورستان دیوبی شریف ضلع بارہ بیکی (یوپی) میں دفن ہوتے۔ آپ کی تاریخ وصال ۸ ربہan المبارک ۱۳۵۵ھ بمعطابی ۲۲ نومبر ۱۹۳۶ء ہے۔

اور تغزل

کمال کمال یے پھرتی ہے جتو گئے رسول
خشا و دل کہ ہو جس دل میں آرزوئے رسول
چنے یہ آنکھوں سے ذاتِ خاک کوئے رسول
پھر ان کے نشہ عزان کا پوچھنا کیا ہے
بلیں لوں تیری لے جذب شوق صلی علی
شگفتہ گلشنِ زہرا کا ہر گلگل تر ہے
عجب تماشا ہو میدانِ حشر میں بیدار
کہ سب ہول پیش خدا اور میں رو بروئے رسول

عجمیں بیدار
کہ سب ہول پیش خدا اور میں رو بروئے رسول

تجھے پہ سو جان سے قربان مدینے والے
عین صورت حق انسان مدینے والے
اب نہ رکھ بے سرو سامان مدینے والے
اللہ اللہ سے تیری شان مدینے والے
میری مشکل بھی ہو آسان مدینے والے
پھر مدینے کا ہے ارمان مدینے والے
پھر تنانے نیارت نے کیا دل بے چین
تیرا در چھوڑ کے جاؤں تو کہاں جاؤں میں
میرے آقا میرے سلطان مدینے والے

سگ طیبہ مجھے سب کہہ کے پکاریں بیدم
یہی رکھیں میری پھپان مدینے والے

سوادِ دیدہ میں پنشاں ہے سایہ اُس شہی قد کا
تو غنچوں نے دیا لکھل کر پستہ میمِ مشدّد کا
چھٹ جاتے ہیں لب جب نام لیتا ہوں محمد کا
جو دیکھا سامنے آئینہ رخسارِ محمد کا
ز پھوٹے جنتی جی ہم سے مگر کوچِ محمد کا
لیا ہے جب کبھی مشکل میں ہم نے نامِ احمد کا
ہمارے سر پہ بھی سایہ ہے دامِ محمد کا
کہ ہو جائے مجھے نظارہ اس پر نورِ گنبد کا
کہ کرتا ہے طواف ہر وقت چرخ اس سبزِ گنبد کا
اگر پیشانی میں ہوتا نہ ان کے نورِ احمد کا
جمالِ للہی تھا وہ کہ جلوہ تھا محمد کا
تمنا میں دل افسردہ کی دل ہی میں رہتی ہیں
شکارِ دامِ مجبوری ہے ہر ارماں مقید کا

سفر طیبہ کا اور اس درجہ ضعف و ناقلانی پر
خدا حافظ ہے اے بیدم تمہارے شوق بے حد کا

مرے آئینہ دل میں ہے پر تو روئے احمد کا
نشاں پوچا جو گلشن میں کبھی نامِ محمد کا
عجب شرنی ہے اس نام کی قربان ہو جاؤں
غشِ آپا طور پر موسلی کو حیرت ہو گئی طاری
لہیں ابرا رجنٹ میں کہ جائیں خلد میں زاہد
ہو گئیں ہیں پر وہ اخفاء سے ساری مشکلیں آسائیں
ہمیں بھی غم نہیں کچھ تابش خورشیدِ محشر سے
اسی حسرت میں مرتا ہوں اسی پر جان دیتا ہوں
اگر چشم بصیرت ہے تو چل کر دلکھ طیبہ میں
نہ مسجدِ ملائک حضرتِ ادم کبھی ہوتے
کلیمِ اللہ سے پوچھو کہ آخر غش ہوتے کس پر
تمنا میں دل افسردہ کی دل ہی میں رہتی ہیں

منون ساقی ترا ہر بادہ خوار ہے
وہ پیر میرا وارثِ عالیٰ فقار ہے
دل کو نہ چین ہے نہ جگر کو قرار ہے
کیا اُس نے دکھل لی کہیں رفتار پار ہے
دل مضطرب ہے اور جگر بے قرار ہے
اس زلف درخ کی مجھ کو زیارت نصیب ہے
بیدم وصال میں جو پلانی تھی یار نے
اب تک اُسی شراب کا باقی خوار ہے

کاش مجھ پر ہی مجھے یار کا دھوکا ہو جائے
ویدہ شوق کہیں راز نہ افشا ہو جائے
آپ ٹھکراتے تو ہیں قبر شیداں وفا
آپ کا جلوہ بھی کیا چیز ہے اللہ اللہ
شرم اس کی ہے کہ کھلاتا ہوں کشته تیرا
زندہ عیسیٰ سے ہب جاؤں تو منا ہو جائے
پھر تو کچھ دوسروی دنیا میری دنیا ہو جائے
اس کی کیا شرم نہ ہوگی تجھے اے شانِ کرم
تیرا بندہ جو تیرے سامنے روا ہو جائے
تو اسے مجھول گیا وہ تجھے کیوںکر مجھوںے
کیسے نمکن ہے کہ بیدم بھی تجھی سا ہو جائے

شانِ خوارث

میں قربان وارث میں قربان وارث	ہے آئینہ پختن شانِ دارث
نین تابع محکم سرکار دیوہ:	میں ساتوں فلک نیز فربان وارث
مرا کیا بگاڑے گا خورشیدِ عشر	مرے سر پر ہے نلی دامان وارث

کوئی میری آنکھوں سے دیکھے تو دیکھے ہے ہر شکل میں جلوہ گرشان وارث
در شاہی نہ شاہنشی کی تمتا
ہے بیدم غلام علامان وارث

ابن حسینؑ وآل بنی وارث علی پشم و چارغ مرتضویؑ وارث علی^۱
اے ہاشمی دمطلبی وارث علی اے جائشین مصطفوی وارث علی^۲
جان بتوؑ دروح بنی دلبیر حسینؑ سرو سیاض پبغنی وارث علی^۳
عل کردے مشکلین مری حلای مشکلات ہم شکل و ہم شبیہ علیؑ وارث علی^۴
سو جان سے بیدم خستہ ترے نثار
اے روح دراحت قلبی وارث علیؑ

کاش مری جبین شوق سجدوں سے سرفراز ہو یار کی خاکِ آستاناں تاج سر نیاز ہو
ہم کو بھی پامال کر عمر تری دراز ہو مست خرام ناز ادھر مشت خرام ناز ہو
چشم حقیقت آشنا دیکھے جو حسن کی کتاب دفتر صد حدیث راز ہر درقِ محباز ہو
سامنے روئے یار ہو سجدہ میں ہو سر نیاز یونہی حرم ناز میں آنکھوں پر نیاز ہو
اُس کے حرم ناز میں عقل و خرد کو دخل کیا جس کی گلی کی خاک کا ذرہ جہاں راز ہو
تیری گلی میں پا کے جا، جلتے کھاں تیرا گدا کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو
بیدم خستہ بھریں بن گئی جان زار پر
جس نے دیا ہے در دل کاش و چارہ ساز ہو

بیگانگی دل کے افنا نے کو کیا کیے
اپنا نہ ہوا اپنا بیگانے کو کیا کیے
جب دونل ہی روشن ہیں اک تیری تجھی سے
چھر کعبہ تو کعبہ ہے بت خانے کو کیا کیے
اُن مست نگاہوں کی تاثیر معاذ اللہ
گدوش میں زمانہ ہے پیمانے کو کیا کیے

اے مشعلِ بزمِ دل وائے شیعِ حبیم جاں
سب تجھ پر تصدق ہیں پروانے کو کیا کیہے
اکتے ہیں ستانے کو جاتے ہیں رلانے کو اس آنے کو کیا کیہے اس جانے کو کیا کیہے
فرقت میں جدھر دیکھو دھشت ہی برستی ہے جب گھر کا یہ عالم ہے دیلانے کو کیا کیہے
وہ رو کے مرا بیدم وامن سے لپٹ جانا
اور ان کا یہ فرمانا دیوانے کو کیا کیہے

اُن کے نادک آکے سینہ میں مرے کیا دیکھتے
دل کے ہر گوشہ میں اسماں کی دُنیا دیکھتے
اوہ ہماری بے خودی کا وہ تماشا دیکھتے
قافلے پنجے ہزاروں منزلِ مقصود تک ہم ایکلے رہ گئے نقشِ کعب پا دیکھتے
دیدِ گل کے واسطے بُلبُل کی آنکھیں چاہیے
قیس کی آنکھوں سے بیدم حُسنِ لیلی دیکھتے

اپنی ہستی کا اگر حُسن نمایاں ہو جائے آدمی کثرتِ انوار سے حیران ہو جائے
تم جو چاہو تو مرے درد کا درمان ہو جائے درنے مشکل ہے کہ مشکل مری آسان ہو جائے
تو جو اسرارِ حقیقت کہیں ظاہر کر دے
ابھی بیدمِ رسن و دار کا سامان ہو جائے

نہ نکلے ہیں نہ یوں نکلیں تمہارے تیر کے ٹکڑے رکھو سینہ پر زانو اور نکالو چیر کے ٹکڑے
مرے سینہ میں دل ہی کا پتہ ملتا نہیں مجھ کو
میں اپنے دل کو ڈھونڈوں یا تمہارے تیر کے ٹکڑے
کہ مجھوں لینے آیا سمجھ سے زنجیر کے ٹکڑے
تبرک ہو گیئش کلتے ہی ساری بیڑیاں میری
پڑتے ہیں جا بجاٹوٹی ہوئی زنجیر کے ٹکڑے
دم آخر ترا دیوانہ تڑپا ہے کہ زندگی میں
سرایا مے شہید کر بلہ مصطفیٰ ناطق
میں بیدم پارہ قرآن تن شہیر کے ٹکڑے

ملائک تیغ جفہ یا شہید ناز کرے
مرے کیم جو بے ملنگ تجھ سے پاتا ہو
ترا کرم ہے جسے جیسے سرفراز کرے
وہ جا کے کیوں کمیں دست طلب دراز کرے
بنائے زندہ جاویدہ یا رکھے بیدم"
مرے سر آنکھوں پر جو کچھ نگاہ ناز کرے

یہ ساقی کی کرامت ہے کہ فیض نے پرستی ہے
وہاں میں ہم جمال بیدم" نہ دیرانہ نہ بستی ہے
گھٹا کے بھیس میں مے خانہ پر رحمت بستی ہے
نہ پابندی نہ آزادی نہ بہشیاری نہ مستی ہے
ہر اک ذرہ میں ہے اتنی انا اللہ کی صدراستی
عجب میں کوش تھے جن کی خاک میں بھی جوش مستی ہے
خدا کھکھ دل پُرسوز تری شعلہ افسانی
کہ تو وہ شمع ہے جورونتی دربار ہستی ہے

گلی کو ہم تری دارالامان سمجھتے ہیں یہ وہ زمیں ہے جسے آسمان سمجھتے ہیں
انہیں حرم سے غرض ہے نہ دیر سے کچھ کام جو اپنا قبضہ ترا آستان سمجھتے ہیں
ہمارے ساقی کو کہتے ہیں شیخ اہل حرم جو بادہ نوش ہیں پیرِ منان سمجھتے ہیں
دیے تو ترک محنت کے مشوارے سب نے
مگر یہ حضرت بیدم" کمال سمجھتے ہیں

یاد نے تیری کیا مجھ سے فراموش مجھے
ہر لبِ زخم سے دیتا ہوں دعائیں ان کو
اب تو ڈھونڈیں سے بھی پائیں نہ مرے ہوش مجھے
پھر بھی کہتے ہیں وہ احسان فراموش مجھے
وقت آخر ہے چلے آؤ زیارت کرلوں پھر خدا جلنے رہے یا نہ رہے ہوش مجھے
اللہ اللہ رے مرا شوقِ شہادت بیدم"
اُن کی سرکار میں لایا ہے کفن پوش مجھے

جتو کرتے ہی کرتے کھو گی
 کیا خبر یاراں رفتہ کی ملے
 جب انھیاً اُس نے اپنی بزم سے
 مجھ کو ہے کھوئے ہوئے دل کی تلاش
 خیر ہے کیوں اس قدر بے تاب یہ
 وہ مری بالیں سے آکر پھر گئے
 حاگ کر میدا مقدار سوگی
 آج پھر یہ یہم کی حالت غیر ہے
 سے کشو لینا فرا دیکھو گیا

آہ بن، رہے گی کب تک ٹھنی رہے گی
 یہ تیخ ناز و غمزہ کب تک تنی رہے گی
 جب تک نہ دیکھوں گا یہ جانکنی رہے گی
 موقوف ہے تمہارے دیدار ہی پہ مزنا
 شرم و حیا کیاں تک پردوہ کیے یہیں گے
 یہ چادرِ حجابی کب تک تنی رہے گی
 تسلیم دیے ہوئے ہے ظالم ترا تلوں
 جب دوستی نہ ٹھمری کیا ڈشمنی رہے گی
 بن کر تیرا بگڑنا بیدمہ نسیم انکھا
 کس کی بنی رہی ہے کس کی بنی رہے گی

ملقہ بگوش گیسوئے خسدار ہو گیا
 یارب میں کس بلا میں گرفتار ہو گیا
 موقوف ایک حضرت منصور ہی پہ کیا
 سرجس نے دے دیا وہی سردار ہو گیا
 ساتی نے آکے مستوں میں اک دھوم ڈال دی
 زاہد کا گھر بھی خانہ خسدار ہو گیا
 قاتل تو اپنی تیخ کا صدقہ اُتار دے
 سراب تو مجھ کو تن پر گر انبار ہو گیا
 لیجیے نصیب حضرت بیدم کے کھل گئے
 سنتے یہ آج دصل کا اقرار ہو گیا

یار ہر گھر گھر ترا ہر گھر میں کاشانہ ترا
 بزم میں بے پاؤں کے چلتا ہے پیانہ ترا
 نشہ میں سر پر اٹھاتی ہے ہیں میں خانہ ترا
 زاہد ہشیار سے اچھا ہے مستانہ ترا
 تو ہو ساقی میکدہ ہو اور مستانہ ترا
 تا ابد یونہی رہے آباد میں خانہ ترا
 سُنتے ہیں ہم جان دل ہوتا ہے بیانہ ترا
 میں ہی کیا اے شمع رو عالم ہے پروانہ ترا
 پہلے بیدَمہ کی طرح کوئی گریبان چاک ہو
 شوق سے پھر جلوہ دیکھے بے جا باز ترا

تم دل جسے سمجھے ہو دکانِ محبت ہے
 یہ جانِ محبت ہے جانانِ محبت ہے
 مایوسی و محرومی سامانِ محبت ہے
 اتنا تو مرے سر پر احسانِ محبت ہے
 مہمان مرے دل میں پیکانِ محبت ہے
 ایک ایک گدا تیرا سلطانِ محبت ہے
 یہ گریہ محرومی بارانِ محبت ہے
 اور بادہ پرستوں سے پیمانِ محبت ہے
 بیمارِ محبت پر احسانِ محبت ہے
 اب خانہ دل اپنا زندانِ محبت ہے
 جو خسر خوبی ہے خافانِ محبت ہے
 اک تم ہو کہ جب دیکھو مغموم و پشمائ ہو
 اک وہ یہیں بیدَمہ ارمانِ محبت ہے

پیمانِ وفاداری مسیزانِ محبت ہے
 بس دردِ محبت ہے درمانِ محبت
 تنائے غربت سے ہمت میں نہ فرق اُتے
 گو خاک کیا لیکن رکھا اُسی کوچے میں
 اُٹھ درد جگر اُٹھ کر سامانِ تواضع کر
 منصور ہو یا مجنوں، سرمد ہو کہ شبی ہوں
 سُنتے ہیں کہ بُجھتی ہے اشکوں سے لگی دل کی
 مدت ہونی اے ناہد بیت کیے ساقی سے
 بے مانگ تپ غم دی اور درد جگر بخش
 ارمان یہیں قید اس میں محبوس تھنائیں
 صد شکر کہ دل آیا، آیا بھی تو پھر کس پر
 اک تم ہو کہ جب دیکھو مغموم و پشمائ ہو
 اک وہ یہیں بیدَمہ ارمانِ محبت ہے

اے درد عطا کرنے والے تو درد مجھے اتنا دے دے
 جو دونوں جہاں کی دسعت کو اک گوشہ دامن دل کر دے
 ہر سو غم نے گھسیدا ہے اب ہے تو سارا تیرا ہے
 مشکل آسان کرنے والے آسان مسیری مشکل کر دے
 بیدم^۹ اس یاد کے میں صدقے اس درد محبت کے قربان
 جو جینا بھی دشوار کرے اور منا بھی مشکل کر دے

ز تو اپنے گھر میں قرار ہے نہ تری گلی میں قیام ہے
 نہ تو چکنا جس کا عذاب ہے نہ تو پینا جس کا حرام ہے
 بے کس طرح سے مریضِ غمِ دُرم آسکو نہ بلا سکو
 پے دل ہزاروں تڑپ گئے جو سکے، رہنے نہ دہرنے
 عجیب عاشقوں کی نماز ہے نیا بیدم اُن کا نیاز ہے
 کہ قیام ہے نہ قعود ہے نہ تو سجدہ ہے نہ سلام ہے

منقدت

ستنو مری مے مشکل کشا غریب نواز^{۱۰}
 بڑھا دیا ہے مرا حوصلہ غریب نواز^{۱۰}
 امیر خاجہ گل گوں قبا غریب نواز^{۱۰}
 تمہارے در کا تمہارا گدا غریب نواز^{۱۰}
 کبھی ادھر بھی نگاہ عطا غریب نواز^{۱۰}
 تمہارے ہوتے کھوں کس سے یا غریب نواز^{۱۰}
 تمہارے نام کا ہے آسرل غریب نواز^{۱۰}
 تمہاری دید مرا معا غریب نواز^{۱۰}

بجز تمہارے کھوں کس سے یا غریب نواز^{۱۰}
 تمہارے دامن عالی نے ہاتھ آتے ہی
 میں دین و عطاء تے رسول^{۱۱} والی ہند
 کہاں تک پھرے در در کی ٹھوکریں کھاتا
 سُنی ہے آپ کی بندہ نوازوں کی دھوم
 تمہارا ہول میں تمیں سے ہے التجا میری
 لحد میں روز قیامت میں دین و دُنیا میں
 تمہارے در کی گدائی ہے آبرد میری

ضیائے مجلس عرفان نگار عالم قدس فضائے گلشن ایٰ انا اللہ غریب نواز
 کچھ اپنے بیدم خستہ کو بھی عطا کیجیے
 سخنی ہے آپ کی سرکار یا غریب نواز

پورنگ بھاشا

مہاراج غریب نواج شرن تورے آن پری رے
 مہاراج گریب نواج " " " "
 خواجه عثمان کے چھیل معین الدین تمکا لاج سرن تورے آن پری
 مہاراج گریب نواج " " " "
 کیسرنگ تیرو جھالا بھراون پھولوں چھاؤں ٹگری سرن تورے آن پری
 مہاراج گریب نواج " " " "
 تم تو راجا جگت سرتا جا ہم چیری تمہری سرن تورے آن پری
 مہاراج گریب نواج " " " "
 تری داس کہ کے بیدم کا کو جو ہار کری سرن تورے آن پری
 مہاراج گریب نواج " " " "

ہولے

گنج شکر کے لال نظام الدین چشت نگر میں پھاگ رچایہ
 خواجه معین الدین اور قطب الدین پرمیں کے رنگ کی رینی چڑھایا
 سیس کٹھ ہاتھن پچکاری مورے آنگن ہولی کھیلیں آئیہ
 پیر نظام الدین چتر کھلاڑی بھیشاں پکڑ میرا گھونگٹ اٹھایا
 وہن وہن بھاگ ان کے موری سجنی جس ایسوںڈر پر تیم پائیہ
 کھمیلو رے چشتیوا ہولی کھمیلو خواجه نظام کے بھیں میں آئیو

پک جھپک اور آن اچانک زنگ ڈارو اور مڑوا پلایہ
اپنے رنگی کے بیدم^۱ داری جن موبہ میں لال گلال بنایا

ٹھمرے

پیا مورے بسر گئے سکھ چین جادو کیتو توے نین
پیا مورے بسر گئے سکھ چین
ات گئی بہا بردگ نے بیدم^۲ ڈوب مر ب جید دین
پیا مورے بسر گئے سکھ چین

بے نظیر شاہ وارثی

جناب قبلہ سید محمد بے نظیر شاہ وارثی^۳ بے نظیر تخلص تھا۔ ۱۸۷۳ء میں کٹرا ہائک پور ضلع اللہ آباد (یونی - بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد احسان علی قادری^۴ ایک مبلغ دین اور منبع رشد و ہدایت تھے جنہیں مولانا شاہ عبدالعزیز محدث جیسے بزرگ کے خلیفہ ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ سید محمد بے نظیر شاہ کے ۲۱^۵ منحصر غاندھانی تعارف ہی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کیسے گھر یوں ماحول اور دینی فضایمیں آنکھ کھولی ہو گئی۔ اسی فضایا کا اثر تھا کہ سید بے نظیر شاہ بھی باپ کی طرح ایک صوفی اور درویشی مش انسان بنے اور مسلک پدری کو اپنا شعار زندگ بنایا۔ انہوں نے سلسلہ عالیہ وارثی میں حضرت حافظ حاجی وارث علی شاہ علیہ الرحمۃ سے بھی بیعت سے مشرف ہو کر روحانی فیض اکتساب کیا۔ آن کی تعلیم بالکل قیم طرز پر ہوئی اور عربی و فارسی میں بڑی فضیلت حاصل کی۔ فقر، حدیث اور قرآن پاک وغیرہ کے درس بھی گھر پر ہی یئے۔ تصوف تو ان کی گھٹی میں پڑا تھا اور ان کی پوری زندگی پر اس کے بہت گھرے اثرات تھے۔ چنانچہ علم و ادب کی حسب حوصلہ تکمیل کے بعد انہوں نے ترمیح دین اور ہدایت خلق اللہ کو اپنا شیدہ زندگ بنایا اور حیدر آباد دکن (بھارت) میں ذکر ہو گئے۔ جمال بہت جلد ان کے معتقدین و مریدین کا ایک خاص حلقة بن گیا اور بھر اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا کہ موصوف نے ایک پاک دبے ریا زندگی گزار کر وصلِ جام نوش کیا۔

سید محمد نظیر شاہ وارثی کو شعرو بشاری سے فڑی تکاڑ تھا اور وہ اپنے جدید زنگ سے قطع نظر ایک مشاق غزل گو

بھی تھے لیکن افسوس کہ ان کا بیشتر کلام کسی سفر کے دوران میں ضائع ہو گیا۔ غزل میں وہ وجہ اللہ آبادی اور مشنوی میں ایمینانی سے مشورہ لیتے تھے، لیکن سلسلہ فقرہ درویشی سے مندک ہونے کی وجہ سے در جدید کے قادر کلام شعراء میں سے یہیں جن کا تعارف بھی شاذ و نادر ہی ہوا ہے، حالانکہ ان کا کلام ایسا جاندار صاف مستھرا اور تصوف میں ڈوبا ہوا ہے کہ انہیں اپنے عصر کے اچھے شعراء میں شمار کرنا چاہیے۔ پروفیسر عبدالقدیر سروی اور پروفیسر الیاس بہنی نے ان کے بہت سے انتخابات اپنی انتخابی جلدیوں میں شائع کر کے ان کی شاعری کو اُردو دان طبقہ سے روشنائی کرایا اور نہ اُردو ادب کے طالب علموں کے لیے اس مشائق سُخنوار کے کلام سے نُطفت انزوڑ ہوتا تو در کنار نام جاننا بھی مشکل ہو جاتا۔

بنے نظر شاہ کی شہرت کا باعث ان کی ایک شاہکار مشنوی ہے جو ۱۸۹۰ء میں مکمل ہوا اور ”کتاب مبیں اور جواہر بنے نظر“ کے نام سے در جلدیوں میں شائع ہوئی۔ یہ مشنوی خاصی طویل ہے اور با وجود یہ کہ اس کی تصنیف کا مقصد مریدین کی رہنمائی ہے اور اس میں انسان کے عشق حقیقی ملک پسختے میں جو مراحل پیش آتے ہیں ان کا بیان استعارے کے پیرائے میں کیا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ جدید شاعری کا بھی ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ چونکہ پوری مشنوی میں بے شمار موقع ایسے ہیں جہاں شاہ صاحبِ تصوف نے مناظرِ قدرت کے ہو ہو مرقع پیش کیے ہیں اور مشنوی کے یہی وہ حصے میں جو ادبی پاروں کی حیثیت سے کبھی فراموش نہیں کیے جاسکتے۔ ان میں بنے نظر شاہ کے مشاہدے، فکر اور اسلوب کے وہ جو ہر پوشیدہ ہیں جو ادب و شعر کے ہر نقاد سے خراجِ تحسین ضرور حاصل کر لیتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ حالی و آزاد کی جدید شاعری کی تحریک ایک ایسی زندہ حقیقت تھی جس کی وقتی طور پر تو پرانی روشنی کے پرستاروں اور تقليدی رنگ کے شیدائیوں نے مراجعاً کہہ لیا، لیکن اس کے بر ق رفتاری کے ساتھ ملک کے طول و عرض میں پھیلنے میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو سکی اور اس سے ارادی وغیر ارادی دونوں سورتوں میں شعراء متاثر ہوتے۔ وہ لوگ جو ان مصلحین کے حلقوں میں رہے وہ تو خیر نیاراگ آلاپ ہی رہتے تھے، لیکن ایسے لوگ جو دوسرے دراز علاقوں میں پڑتے تھے انہیں بھی یہ بات اس درجہ معقول معلوم ہوئی کہ انہوں نے اس سے متاثر ہو کر نئے سفر چھیڑے۔ بنے نظر شاہ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک ہیں، حالانکہ وہ شمال ہند میں پیدا ہوئے، چونکہ وہ بہت جلد حیدر آباد پڑے گئے، اس یہ محض یہ سمجھ لینا کہ ان پر یہ متاثر شمالی ہندی میں ہوا نیادہ مناسب نہیں معلوم ہوتا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ باوجود دکن میں رہنے اور دینی نصب العین کے انسان ہونے کے اس جدید شعری رجحان سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ انہوں نے جو کچھ کہا اس میں اس رجحان کی بڑی صاف واضح جملک نظر آتی ہے۔ بنے نظر شاہ کا اسلوب بڑا صاف و سادہ ہے۔ ان کے بیانات میں تسلسل کے ساتھ بڑی روائی پائی جاتی ہے اور وہ تفصیلات کو ایسے دلکش پیرائے میں بیان کرتے ہیں کہ بیانات طویل ہوتے ہوئے بھی اپنا جذب و تاثر کھو نہیں پاتے۔ بنے نظر شاہ کی زبان بھی شمشتر و سلیس ہے۔ بمحیثتِ مجموعی بنے نظر شاہ کا کلام پچھل شاعری

کا ایک عُمرہ نمونہ ہے جس میں اعلیٰ شاعری کی وجہانِ لیفیات موجود ہیں۔

غزلیات

میری آنکھوں سے وہ آئینے میں صورت دیکھتے
پھر سنبھل کر اپنی حالت میری حالت دیکھتے
آن بے در پر نقش بر دیوار ہوتے کاش ہم
آتے جاتے لوگ اک تصویر حسرت دیکھتے
کیا تحریر کیا گزدی ہم پر جلوہ گاہ ناز میں
ہم وہ جلوے دیکھتے یا اپنی حالت دیکھتے
وہ جلوہ گاہ ناز میں سماں جودہ شکل
دیکھتے والوں کی آنکھوں میں سماں جودہ شکل
لوگ پھر ان دیکھتے والوں کی صورت دیکھتے
بے نشانی نے بھلایا ہائے آن کے دل سے بھی
یاد تو کرتے مجھے جب مری تربت دیکھتے
دیکھ تو لیتے میں وہ ہم سے غریبوں کی طرف
یہ بھی ہے اے دل بہت دنیا کی حالت دیکھتے
دید سے اللہ والوں کی تھی نفرت کیا ضرور اس صنم کو دیکھتے اور اُس کی قدرت دیکھتے
ہوتی ہیں غصے میں چار آنکھیں توں سے بنے نظیر
ورنہ وہ آنکھیں دکھاتے اور حضرت دیکھتے
(اردو یہ معلیٰ علی گڑھ - ماہ نومبر ۱۹۱۲ء)

تسی دل صستلا کی تو ہوتی
کسی سے بھی اس نے وفا کی تو ہوتی
وہ سنتے نہ سنتے وہ آتے نہ آتے
دہاں تک رسائی دعا کی تو ہوتی
کسی کو تو زاہر کو ہوتی محبت
بتوں کی نہ ہوتی خدا کی تو ہوتی
نہ کھلتی کلی گو مری آرزو کی
گرہ آن کے بندِ قبا کی تو ہوتی
یہ پہلے ہی سے بدگانی ہے کسی
سماعت مرے دعا کی تو ہوتی
وہ ہیں رند ہی خوش میں جو ذلتتوں میں
یہی گت کسی پارسا کی تو ہوتی
گلا بے نظر اس کی رحمت سے کیا ہے
کبھی دل سے تو نے دعا کی تو ہوتی ہے

(اردو یہ معلیٰ دسمبر ۱۹۱۲ء)

یہی ہے اگر جان کھونا ہمارا
کوئی بات ہنس کر کرتے نہ کرتے
برستا تو ہے دیکھ اسے اب رحمت
ترے گھر میں اس درج چھپ پھپ کے روئے
سر اپا ہے بخت بیدار آخر
گرے خاک پر اشک تو ہم یہ سمجھے
خبر کیا تھی کچھ اور طوفان ہو گا
ہمیں کو ڈبوئے گا رہنا ہمارا
یہ جو پسلیوں کے نشاں میں زمیں پر یہی بوریا ہے بچھونا ہمارا
چلے بے نظیر آپ وہ جستجو کو
مبارک ہو ہم کو کھونا ہمارا

کے کوئی کسی سے ستانا تمارا
مٹا کر مجھے مٹاؤ گے کس کو
چلو ہو چکا آزمانا تمارا
ہمیں اس سے کیا دھ عدو ہو کہ ناصح
کہ جائے کوئی فسانہ تمارا
کدھر ہیں لگائیں مرے دل کے ہوتے خطا کر رہا ہے نشانہ تمارا
پڑے غش ہو کیا ہے نظیر آنکھ کھولو
ہلائیں گے کب تک وہ شانا تمارا

وہ لذتِ ترپنے کی کم ہو گئی کسی کی وفا بھی ستم ہو گئی
خدا جانے وہ جا رہے تھے کمال ادھر بھی نگاہِ کرم ہو گئی
تری فرشِ راہ ہو کے اُٹھی نہ پھر مسیری آنکھ نقشِ قدم ہو گئی
یہ دیکھا کسے نزع میں بے نظیر
مری روح جو تازہ فم ہو گئی

ہماری داستان اک داستان ہے
عیال ہو کر بھی نظروں سے نہاں ہے
ارے کم بخت جی ہے توجہاں ہے
کوئی مجنوں ہے کوئی سارباں ہے
شبِ غم دیکھتا ہوں اُٹھ کے ہر بار
دھی ہے یا کوئی اور آسمان ہے
نہیں چلتی کوئی تدبیر غم میں
بھی کیا کم ہے جو آنسو رواں ہے
پہنچ جاتی ہے کسی کے گوش دل تک
ہماری آرزو اتنی کمال ہے

اوگھٹ شاہ وارثی

حضرت قبلہ اوگھٹ شاہ وارثی علیہ الرحمۃ قصبه بھپڑاں صلح مراد آباد (یوپی - بھارت) کے سربراہ درہ چودھری خاندان میں شاہ شمس الدین پشتی صابری کے یہاں ۸ محرم الحرام ۱۴۹۱ھ کو دنیا میں تشریف لائے۔

تاریخی اسم گرامی محمد اصغر اور آبائی نام بدر الدین رکھا گیا۔ پہنچنے ہی میں والدین کا وصال ہو گیا تھا۔ والد ماجد کی صیت کے مطابق آپ نے دیوی شریف (صلح بارہ بنکی) جا کر حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر بیعت پسے مشرف ہوئے۔ والد بندر گوار کی صحبت اور ازالی خیراندشی کی نظر و توجہ نے ابتدا ہی میں آپ کو معرفتِ روحانیت کا فلک کر دیا تھا۔ حضرت وارث عالم پناہ علیہ الرحمۃ نے اس میں جلا پیدا کر دی۔ آپ کے شرف بیعت ہونے کے بعد جلد ہی الحرام پوش فیر بنا دیے گئے اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنے والد ماجد کے مزار اقدس پر ریس اور فقراء کی خدمت کریں۔ نیز آپ کا نام بدر الدین کی جگہ اوگھٹ شاہ وارثی رکھا گیا۔ ۱۴۹۶ھ میں آپ نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کا عرس شروع کیا جا ب تک یکم چیت لغا یتہ چار چیت ہوتا ہے۔ آپ کے بعد سے آپ کا عرس بھی انہیں تاریخوں میں خالقہ دار شیء بھپڑاں میں ہو رہا ہے۔ جس میں ملک کے مشاہیر صوفیاء کرام اور عقیدت مندوں مولیٰت کرتے ہیں۔

آپ مخصوص وقت میں اپنے پیر و مادر حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ کو مشائخین کا عاشقانہ کلام سُناتے تھے اور اسی ذوق دشوق اور شدتِ عشق کی کیفیت میں خود بھی شعر کرنے پر مجبور ہو گئے۔ آپ کا مجموعہ کلام، ۱۳۲۷ھ میں فیضان

وارثی" کے نام سے طبع ہوا۔

وصال شریفہ :

آپ کا وصال شریف ۲۷ اکتوبر ۱۳۰۶ء میں پٹیانہ میں ہوا اور بھنسرو تکفین خانقاہ وارثیہ پچھرالیوں میں ہوتی جماعت پر آپ کے مزار پر عالیشان مقبرہ تعمیر شد ہے۔ آپ کے مریدین کی تعداد ہندو پاک میں ہزاروں کی تعداد میں ہے۔ آپ کے کئی مرید احرام پوش ہیں۔ اپنے والدگی و صیت کے مطابق آپ نے شادی بھی نہیں کی اور تمام عمر ریاضت و عبادت میں گزار دی۔ آپ کی ہمیشہ صابرہ شاہ صاحبہ وارثیہ آپ کے وقف کی متولی تھیں۔ آپ کے قلبی روحانی مریدین کے علاوہ نسبی غاندان کے بیشتر افراد بھی آپ سے بیعت ہیں۔ آپ کا خلق اتنا وسیع اور اعلیٰ تھا کہ آج بھی ہر مرید یہ سمجھتا ہے کہ میرے مرشد سب سے زیادہ مجھے پر ہی سربراں تھے۔ جو بھی ایک بار آپ سے ملا ہمیشہ کے لیے آپ کا گروہیدہ ہو گیا نسل و قوم، بہتر و مکتر کا انتیاز آپ کے مزاج میں بالکل نہیں تھا۔ اپنے پیر و مرشد حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ کے مشن کی تبلیغ فرماتے تھے اور ہر عقیدت مند کو سی ہدایت ہوتی تھی۔ محبت رکھو، محبت کرو۔ جو انسان سے اور خدا کی مخلوق سے محبت کرے گا وہ اپنے مذہب کے بزرگوں سے بھی محبت رکھے گا اور وہی خدا کا سچا عاشق ہو گا۔ حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ کی محبت میں اس قدر غرق تھے کہ کوئی نفس ان کی یاد سے غافل نہیں تھا۔

شاعری

آپ کے کلام کے متعلق شعراء کے اکرام ضمیر وارثی، محمود وارثی، ابوذر وارثی اور تبلہ بیدم شاہ وارثی نے "گنجیہ عفان" کہا ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل آپ کی تصانیف ہیں۔
فیضان وارثی، شہاب ثاقب اور رشحات الانس۔
نونہ کلام ملاحظہ فرمائیے۔

محمد باری تعالیٰ

خیال کر کے جو میں نے دیکھا اسی کی صورت چک رہی ہے
اسی کا نقشہ ہے چار جانب اسی کی رنگت دک رہی ہے

تمارے فیضِ قدم سے جاناں ہوا ہے سر بسز عالم
 تمام اس گلشنِ جہاں میں تماری خوبیوں ک رہی ہے
 نہ درد جائے گا چارہ ساز و عبث تماری ہے فکر و کوشش
 کسی حسین کی یہ نوکِ مژگال ہمارے دل میں کھٹک رہی ہے
 یہ باغِ عالم میں رنگ دیکھا ہے غمگین کوئی ہے خندان
 کہیں ہے شورِ فناں قمری کہیں پہ بُلبُل چمک رہی ہے
 عجب طرح کی یہ کشمکش ہے کہ ہم ہے انتظارِ جاناں
 کمر کو بازدھو اُھڑا بسترِ اجل سرمانے یہ بک رہی ہے
 بسی گلول میں اسی کی بو ہے پری و شوؤں میں اسی کی خُرو ہے
 بُتوں کے پردے میں دیکھ اوگھٹ اسی کی صورت ہمک رہی ہے

نعتِ شریف

نُورُ اللہِ اشرف و اظہر صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اقدس و افضل سید و سور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
 مظہرِ خالق مخبر صادق، فخرِ رسول محبوبِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
 اشرفِ آدم فخرِ سماں غیرتِ یوسف رشیکِ مسیحا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
 مطلعِ رفتہ مرسلاتِ ہادی کاملِ ظلِّ حیاتِ مالکِ جنت ساقیِ کوثر صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
 او گھٹ جو گی بن کے نکلنَا احمد نام کی سمرن جیتا
 نکلنَا اپنی لوح جیس پر صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرتِ دارشہ پاک

اللہِ جس دم ببول پر دم ہر زیال ہو حروفِ ثناۓ وارث
 کہ دل میں شوقِ وصالِ دارث ہو آنکھِ محوِ لقاۓ وارث

چہاں میں اپنی نظر سے گزرے بُناروں خوشنرو حسین لاکھوں
 مگر نہ دیکھی یہ شان و خوبی جدا ہے سب سے ادائے وارث
 نہ پوچھ وعظ بہار امشرب نہیں ہے دیر و حرم سے مطلب
 زمانہ گزرا جو کمر کے بیٹھے ہیں دین و ایام فدائے وارث
 کہاں کا پرده جہاں کے ساتھ خدا بھی پوچھے توصاف کہہ دیں
 ہماری ملت سے عشق وارث ہمارا ایماں والا ہے وارث
 جو سب کی مشکل میں کام آئے کرے غریبوں کی دشگیری
 لگائے بیڑا جو پار اوگھٹ نہیں کوئی سوائے وارث

غزلیات

تیری محفل میں یہ جانا نہ دیکھا
 کسی پرده نشیں کی جستجو میں
 کہ زاہد ہے پیرِ مفان کی
 ہوتے سرشار بے خود شیخ صاحب
 خدا شاہد ہے پچ کہتا ہوں زاہد
 رہی حسرت نہ سیر لامکاں کی
 خفا ہونے میں بھی اس بُت کے اوگھٹ

جسے دیکھا اسے پرواہ دیکھا
 کبھی کعبہ کبھی بُت خانا نہ دیکھا
 کہ زاہد نے دری مے خانہ دیکھا
 کو فیض در مے خانہ دیکھا
 بُتوں میں جبلہ جانا نہ دیکھا
 شہر وارث کا جب کاشانہ دیکھا
 عجب اک ناز معشوقة نہ دیکھا

اک خوش رو سے محبت ہو گئی
 لاکھ پرده کیجیے ہوتا ہے کیا
 عشق بازی میں یہ آزادی ملی
 سُنتے ہیں داعظ کی میخانہ میں آج
 ہم کو کیا خوشنرو جہاں میں لاکھ ہوں
 اس کا بھر غم سے بیڑا پار ہے

دل لگی کی اچھی صورت ہو گئی
 آپ کی ظاہر حقیقت ہو گئی
 ذین و دُنیا سے فراوغت ہو گئی
 رہن دستارِ فضیلت ہو گئی
 ہو گئی جس سے محبت ہو گئی
 جس پر وارث کی عنایت ہو گئی

اب گلے مل جاؤ اونھٹ پیار سے
ہو چکا شکوہ شکایت ہو گئی

مری توہ بے در گزرا میں ایسی پارسائی سے
طبعیت ان بُتوں کی ہے جدا ساری خدائی سے
دکھا کر سب کو سر کالا مرا نیسی صفائی سے
فیرانہ صدایہ ہے کہ عروجہا کیا شے ہے
گداں ہے در دارث کی بہتر بادشاہی سے
سنی شرت میرے کشف و تصرف کی تودہ بولے
ولی اللہ اونھٹ ہو گئے فضلِ الہی سے
کہا اس نے زمانہ جس گتو اونھٹ شاہ کتے ہیں
مجھے معلوم ہوتے ہیں خبی اور وہی سے

خانہ احباب بھی اونھٹ کو زندان ہو گیا
جس کو ہم دانال سمجھتے تھے وہ نادان ہو گیا
ہم کو اے مجنوں ہمارا گھر بیباں ہو گیا
یہ ہمارے اور آن کے عمدہ پیام ہو گیا
ہم اگر بوسے بُتوں کا لیں تو عصیاں ہو گیا
جب کوئی سختی پڑی اور ہم نے یاوارث کہا
ہے خدا کی شان اونھٹ سا مسلمان آدمی
ان بُتوں کی یاد والفت میں بدایماں ہو گیا

میں پر تو انوار خدا سرہنماں ہوں
عالم میں جس کا نہیں اُس کا نشان ہوں
صبرِ دل عاشق کی طرح ہوں کبھی مخفی
گہر صورتِ حسن رخ معشوقِ عیال ہوں
ہوں بزم شریعت میں کبھی صدر نشین بھی
اور دیر و بہن میں کبھی محبو بتاں ہوں

چلانا ہوں مجت خانہ میں گر صورتِ ناقوس
داعظ کا ہوں پسیر و کبھی زاہد کا مقفلہ
کہ رند ہوں اور متعدد پسیر مغل ہوں
ہوں نظم بگر اور کبھی نوک سنال ہوں
جلاد بھی ہوں اور کبھی منظوم کی صورت
کی جس نے ہے اوگھٹ دردارث کی گدائی
وہ کیوں نہ کئے غیرت شاہان جہاں ہوں

ساقی نامہ

پھر ہے تیری دہائی ساقی
اللہ دے اس شراب کا جام
ہو سونگھنے سے خمار جس کے
مفتول میں یہ بادہ خوار جس کے
کرتی دم زون میں سرشار
رہتی ہے جو تیرے پاس وہ مے
جو روزِ است مجدد کو دی تھی
جو چشم پر آب کر دے وہ مے
مٹ جائے دوئی وہ راستی آتے
باتی رہے شرمنہ خیر وہ مے
یہ جوش خودی کا دُور ہو جائے
ہر دم رہے اضطراب وہ مے
ادن کو کیا جلیل جس نے
ہوتا ہے سرور جس کا بے حد
لماکھوں کو کیا ذلیل جس نے
سرمد کو بنتا یا جس نے سرمد
یکتا ہے نہیں جواب اُس کا
اور عشق بھی ہے خطاب اُس کا
اُس مے کا پلا دے جام ساقی
اوگھٹ کا بنا دے کام ساقی

ہندی کلام دوہے

کان کھول ادگھٹ سنو پیا ملن کی لاگ
ادگھٹ پوچا پاٹ تجو لگا پریم کا بوج
نارائن کا انت نے پیلا مala جپ کا کین
دیا گرد کی دن ددن اور گرد پھوڑے ماتھ
جوگی بھوگ وہ کرے جو بن مانگے مل جائے
ہر ہر میں اوگھٹ ہر بسیں ہر ہر کو ہر کی آس
سادھو ادگھٹ سب کو سادھی جوگی کرے سب بوج
اوگھٹ جوگی جوگ کرے رام ملن کی آس
کیا کی محتا تجو اور اپنی سدھ بسراد
سائیں ایسا مگن کر د رہے نہ سوچ بچار
اوگھٹ جوگ یہی نزاں اپنی سدھ بسراد
دیا برابر دھرم نہیں پس پینچ برابر پاپ
پریم برابر جوگ نہیں گر منتر برابر جاپ

شادوارثی

اپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شیدا حسنی تھا اور صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ اپ کی بیعت و احرام پوشی
حضرت قبلہ محمود شاہ وارثی را مادہ۔ یوپی بھارت سے تھی اور شعرو شاء میں حضرت علامہ سیماں وارثی الکبر آبادی
سے مشرف تلمذ تھا۔

اپ نے بحیثیت بانی مدرسہ وارثیہ پٹلا اجڑات بُنیاد رکھی جس میں دینی اور دینوی تعلیم کا درس و تدریس
ہوتا ہے۔ اپ نے درگاہ وارثیہ حضرت ابوالحسن شاہ علیہ الوضمة میں خلاموں کے طور پر بھی خدمات سرانجام دے
رہے ہیں۔ یہ درگاہ بھی محلہ کڑہ شہاب خاں اٹاواہ۔ یوپی بھارت میں مرجع خلافت ہے۔
اپ کی تاریخ پیدائش نومبر ۱۹۱۴ء مطابق محرم ۱۳۲۰ ہجری ہے اور بیعت حضرت حاجی محمود شاہ وارثی ہے

۱۹۸۰ء میں ہوئی۔ شعروشاعری کے سلسلے میں اپ کی تصانیف بارگاہ نویجت کی سند و آئینہ عالم اور جگات بے معا
۱۹۸۱ء میں شائع ہو چکی ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیے :-

غزلیات

تو ان کے سامنے ہم بھی نماز ادا کرتے
کمال عشق جو ہوتا تو جانے کیا کرتے
جو تھک کے بیٹھنے جاتے تو اور کیا کرتے
شبِ فرق کے صدقے میں اور کیا کرتے
رہِ دفا میں کے اور رہنمای کرتے
ہم ایسی ہوش تبا وادیوں میں کیا کرتے
وہ رُخ سے دور جو پردا جواب کا کرتے
بُتوں کی یاد میں ہم یوں خدا غذا کرتے
مال گریبی شوق اسے معاذ اللہ
کسی کی یاد میں دُنیا اجڑا لی اپنی
نگاہِ دل ہوئے بے اختیار خضر خلاف
مگر گداز تھی اسے شاد ضبط کی دُنیا

شاید یہ بدگمانیِ عہدِ شباب ہے
جیسے اک آفتاب پس آفتاب ہے
ہر ذرۂ آستان کا ترے آفتاب ہے
دُنیا ہے جس کا نام جہاں سراب ہے
جب تک میں جی رہا ہوں انہیں بھی ناب ہے
شارِ میرے سوال کا کورا جواب ہے
اب اپنے سائے سے بھی انہیں اعتتاب ہے
کچھ یوں تصورات میں وہ بے جواب ہے
اس سے بھی کچھ بلند میں میری عقیدتیں
ظاہر کچھ اور اس کا حقیقت ہے اور کچھ
انسان کا وجود ہے اک پرده فراق
بھیجا ہے شاد اُس نے جو خطبے لکھا ہوا

دل ہے عفانِ مرا مری زبانِ خاموش ہے
ہو کوئی اہل نظر تو آئینہِ برداش ہے
بے تکلفِ چھیڑ ہاں پھر چھیڑ اے مضرِ حسن
اللہ اللہ صاحبِ دل ہے کوئی کوثر بہلب
آزمائیں جانچ لیں اسے شاد لے لیں جائزہ
بے خودی کی محیت میں کس کوکتنا ہوش ہے
کیا بتاؤں کیوں بتاؤں وہ جہاں روپوش ہے
اس جہاں کا فرۂ ذرۂ قطرہ قطہ برگ برگ
مُتمتیں گزیں کہ مرا سازِ دل خاموش ہے
تو بہ تو بہ کفر پرور کوئی بادہ نوش ہے
آزمائیں جانچ لیں اس طرح بیگانہ ہو جائے

معاذ اللہ یوں دلوانہ دُنیا نہ ہو جائے
اللی وہ بھی اپنے ہوش سے بیگانہ ہو جائے
جو بنتا ہے ہمارے حال پر دلوانہ ہو جائے

بھارا در تھا را عشق کیوں رسوانہ ہو جائے کلیم و طور کا دُنیا میں جب افسانہ ہو جائے
و بالِ جان بوتی جا رہی ہے زندگی اپنی اور اندازیتے یہ ہے اب اور جانے کیا نہ ہو جائے
قیامت تھا کسی کا شادی چھبھلا کے کہہ دینا
بلا سے جان دے دے کوئی یا دیوانہ ہو جائے

هزاع محمد ابراہیم بیگ شیداوارثی

آپ مثل خاندان کے چشم و چراغ تھے، دلن لکھنوتھا۔ آپ کی بیعت بچپن ہی سے حضرت وارث پاک[ؒ]
کے دست حق پرست سے تھی۔ آپ تمام عمر مجدر ہے۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ آپ مستقل
طور پر بـ تقاضہ محبت حضرت وارث پاک[ؒ] لکھنؤ سے دیوی شریف ہجرت کر کے آگئے تھے۔ ہمیشہ وضع داری
کو بھایا۔ حیات وارث کے نام سے سیرت وارث پر عمدہ کتاب لکھی۔ حُقُّکے بڑے شوقین تھے۔ وصال شریف
بھی دیوی شریف میں ہوا۔ اور شاد ولایت حضرت منعم شاہ قادری سروردی علیہ الرحمۃ کے صحن میں مدفن بنا۔
آپ فارسی اور اردو کے شاعر تھے۔ آپ کی شاعری کیا تھی عشق و محبت کی زبان تھی۔

نوونہ کلام (فارسی)

عشق نامِ وارث خود می کنم
ہچھو مجذوب عاشق شوریدہ ام
مظہر حق وارث مشکل کشا
کیست وارث آنکہ ہمنام خدا
شمع بزم عین وحدت محو دید
مردِ میدان دلا فرد فرید
دستگیرِ خلق و خسیر الوارثین
معنے آیات رب العالمین
من دگر ہتم دگر لیلاۓ من
قیس را وحشت دید صحرائے من
تکین مشق کرد او نام یار
خاطر بے تاب تاگسید قرار
مشق من حاشا پئے تکین نیست
ایں علاجِ خاطر غلگیں نیست
درد افراد خواست از نام دوست
شعلہ دروں تا بس فردخت
جامہ ہستی شود تا چاک پاک
باز گوئیم جان من روچی فداک
زیں تمتا خامہ را برداشتم
الله اللہ مشق نامش سے کنم

نمونہ کلام (اردو)

گوکر مشکل ہے جناب شہزادارش کی شنا ذات عالی ہے الوالعزم وغنى کان عطا
مہربانیاں وجابت قفر چرخ سخا اسمان کرم و نسل خدائے دوسرا
میں نے دیکھا وہ ہوا عاشق و شیداؤں کا
سر بسر شانِ الٰہی ہے سراپا آن کا

دیکھ کر دنگ ہوا ہوں قد بالا کا جمال وصف اس قد کا لکھوں میں یہ کمال میری مجال
رشک طوبی کوں تو بھی غلط ہے یہ مثال اس کے سایہ سے ہبوا گلشن عالم بے نہال
جان دل بیج کے سب دید کے شاق ہوئے
سر و فامت پر فدا سینکڑوں عشق ہوئے

بیت یہ ستر مخزن اسرار خدائے اکبر کیوں نہ ہو سایہ افضل الٰہی سر پر
بیش معبد سرافراز نہ ہو یہ کیوں کر بے ریا سجدہ خانق میں گرا ہے یہی سر
انصاری سے سدا اُس نے اطاعت کی ہے

کوئی واقف نہ ہو ایسی عبادت کی ہے

رُخ پُر فور پر گیسو مجھے آئے جو نظر مجھ کو حیرت ہوئی پر دل نے کہا انکر نہ کر
عینی زلف ہے والیں کی تفسیر اگر والضحی رُخ کو سمجھ ہوتا ہے تو کیوں ششد
ظلمت دُور بھم دیکھ کے جیاں کیوں ہے
رُخ دلگیسو کی صفت میں تو پریشان کیوں ہے

پہنچ ہے ان باتوں کو جو سنبل جنت کیے رُخ کو زیبا ہے اگر آئینہ رحمت کیے
غیرت بد ہے یا خلق کی زینت کیے حق تو یہ ہے اسے اللہ کی قدرت کیے
آنکھ والوں سے کو آکے تماشا دیکھیں

ذات خانق اس آئینہ میں جلوہ دیکھیں

رُخ انور کے تصویر میں جیسی آنی نظر کھوں آئینہ تو اس میں کمال یہ جو بہر
کس سے تشبيه دل حیرت سے میں ہبوا شد کیک بیک دور میں یہ بہت خود آئی لب پر
ہاں اگر مصحف کامل رُخ نوری ہے
سورة فاتحہ واللہ یہ پیشانی ہے

نگس کو ایسی آنکھوں سے نسبت کہاں بجلا وہ ہے مریض آن کے اشاروں میں ہے شفا
دید آن کی اہل درد کو صحت کی ہے دعا حق بیس میں یہ آئینہ منہ عفاف کا بست نہ

ممت اُن کے دیکھنے ہی سے سب خاص و عام ہیں
آنکھیں ہیں یا کہ باہہ وحدت کے جام ہیں
سرگلیں آنکھوں میں بے حد یہ بھری شرم و جیا فم میں بھی نہیں اپنے جو انہوں نے دیکھا
عرش سے آگے رسانی ہے زہے شانِ علام واقف پر وہ اسرار یہی ہیں بخدا !
راز سربستہ سے آگاہ یہی آنکھیں ہیں
دید جن کو ہوتی واللہ یہی آنکھیں ہیں
یہ کہاں مُنہ مرا میں جو کروں وصف و بن چشمہ فیض ہے یا غنچہ نسرين سمن
فصحا شرم سے چپ ہیں کے یخی گردن نقط عیسیٰ کا ہو بند ایسے ہیں اعجاز سُنن
قدرتِ حق کا تماشا یہ دکھا دیتا ہے
بات کی بات میں مُردوں کو جلا دیتا ہے
بے محل اب نہ کروں بات یہی ہے بہتر آگیا ذکرِ زبان کا نہ رہوں چپ کیوں کہ
روحِ سجان کی ہو دنگ اسکی فصاحت سُنکر اس کے عاشق سے تو پوچھے کوئی اس کے جوہر
جو کہا اس نے وہ ملتا نہیں زندگانی کبھی
اس سروہی کے نہیں دیکھے ہیں کیا وار کبھی
سریماں جس نے مجھکایا وہ ہوا نیک انجام دین و دُنیا کے سمجھی بن گئے بگٹے ہوئے کام
اپنے پیرو کی یہی رہبری کرتے ہیں مدام اب قدم چوم لے شیدا کہ سراپا ہے تمام
کوئی دُنیا میں تعلیٰ سے نہ ممتاز ہوا
سریماں جس نے مجھکایا وہ سرفراز ہوا

شاکر شاہ وارث

آپ کی بیعت حضرت سرکار وارث پاک علیہ الرحمۃ سے تھی۔ حالانکہ افتاؤ مزاج ایسی تھی کہ آپ شعر شاعری
کا نزد کرہ بھی کبھی نہیں کرتے، مگر خاموشی کے ساتھ بھیش جنبیات قلبی کا اظہار اپنے بنہ نواز دستگیر سے نظم کے پرہ
میں کرتے تھے۔ آپ کا کلام ”عِرَاضَه مُنْظَمَه“ کے نام سے چھپ گیا تھا۔

نحوہ کلام

اسے سر بر سر جہاں روے وارث کون و مکان بستی عیال درہ نشان گشتی مگر اذ من نہاں

از خوش بگردد خویش خود را بتو او بخسته
 تا که بامن در قفس در بند صد حرص و ہوس
 ذکرت چه باشه زندگی نکرت چه باشد بندگی
 صد صدہ بزرگ قدسیاں گویند در صفت چنان
 یک کنز مخفی بودی و پنهان بخود از نور خود
 مرد مجتہ عاشقی از نفح اُنس وارثی
 در سیر آفاق چنان گشتی برسود مردان
 آن حلقة باغ ارم یعنی که احرام حرم
 آخر عنان عزم طربتختی سوتے وطن
 فرقہ کشاں راعیم شد بخانه شد صد گشاں

غفور شاہ حسامی الوارثی

ملحق پیش کے ایک مشہد کا ذکر "کراپسرا" کے رہنے والے تھے۔ سرتیہ علی امام کا آبائی دین بھی یہی تھا۔ سید غفور شاہ صاحب دارثی اور سر علی امام دوفول ہم جدتھے۔ دوفول ہی حضرت حافظ حاجی سیدوارث علی شاہ علیہ الرحمۃ
 (قصبہ دیوبی شریعت تحصیل و ضلع بارہ بنکی یو۔ پی۔ بجارت) کے مریتھے۔ حضرت غفور شاہ صاحب دارثی علیہ الرحمۃ
 وارث پاک علیہ الرحمۃ کے احرام پوش نظر تھے اور سلسلہ عالیہ دارشیہ کی آن سے بہت اشاعت ہوئی بالخصوص اعلیٰ
 انگریزی و ان طبقہ کثرت سے آن کے صلحہ دارشیہ میں داخل ہوا۔ حضرت اکبر اللہ آبادی مرحوم بھی سید غفور شاہ منصب
 دارثی سے گھری عقیدت رکھتے تھے۔ دوفول کی دفات تقریباً ایک ہی سن میں ہوئی۔ حضرت غفور شاہ دارثی نے
 بہت سے رسائے تصوف کے مختلف عنوانات پر اور اور انگریزی زبان میں شائع فرماتے تھے۔ افسوس کو ۱۹۶۷ء
 کے فدادت بہار قبوہ کے بعد جب سادات کرام کا یہ خاندان موضع "کراپسرا" چھوڑ کر اور ہر منظر ہو گیا
 تو ان کے یہ ملکی خیریے بھی محفوظ نہ رکھ سکے۔ آن کی مطبوعہ کتاب "خون حرمیں" بہت مشہور ہے۔ سید غفور شاہ
 صاحب دارثی علیہ الرحمۃ کے نام کے بہت سے خطوط حضرت اکبر اللہ آبادی کے دستِ خاص کے لکھے ہوئے بھی
 تھے۔ افسوس کہ آن کے اخواز انہیں بھی محفوظ نہ رکھ سکے۔ مولانا شاہ غلام سعین صاحب نے ان تمام خطوط کو جو
 تعداد میں پندرہ سو لام سے کم نتھی پشم خرو مطالعہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت سید شاہ سليمان قادری (پھواری)
 شریف، کا حضرت غفور شاہ صاحب دارثی کے نام بھی محفوظ نہ رکھ سکے۔ مولانا شاہ غلام سعین کرام کے پیش نظر کر رہا ہوں۔
 مخلص عزیزم سلک اللہ تعالیٰ بعد سلام منون و دعا کے خیر معاشر یہ ہے کہ خط آپ کا پہنچا۔ آپ کی دفتر کے
 انتقال سے آپ کے تعدد خاطر کا اعلقہ ہوا، مگر یہ خیال ہوتا ہے کہ آپ دردشیں ہیں اور دارثی زنگ میں ہیں۔

دردشی کی آنکھوں کے سامنے جیات موت کو تجنب خیز واقع نہیں ہے اور بالخصوص آپ حضرت حافظ حاجی سید ولاد شاہ علیہ الرحمۃ کے نقیر ہیں جن کے یہاں جینے اور مرنے کی خوشی اور غم کا سبق کبھی پڑھایا ہی نہیں جاتا تھا اس غنا اور فقر اور عزت و بے و قعی سب کا ایک ہی غالی مانا گیا تھا اور خالق بھی مجبوب کی ہر داد مجبوب ہے۔ پس حضرت موصوف کا مسلک رضا بر قضا تھا۔ پس بجائے اس کے کہ میں آپ کو رواج دنیا کے مطابق صبر و شکریابی کی فہاش کروں، یہ کوئی تو بہتر ہے کہ اپنے وارثی رنگ میں رنگے رہو اور یوں کہتے رہو ہم میں پیا تو رنگ میں سمائے رہی

آپ کے سوالات کے مختصر جوابات یہ ہیں :-

حضرت اولیٰ قرقیز

۱۔ حضرت اولیٰ قرقیز پیری دمریدی کے بکھیرے سے پاک تھے۔ غاشیہ عشق کے فرطِ شوق نے اُن کی ہمت کا قدم پکڑ دیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اُن کو پہنچنے نہ دیا۔ تذکرہ بُزرگان دین میں یوں بھی درج ہے کہ حسب وصیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ و حضرت عمرؓ نے اُنہم خرقہ پہنیا۔ اب اسے چاہے خرقہ بُرکت سمجھیے چاہے خرقہ خلافت سمجھیے بہر صورت مبارک اور مقدس ہاتھوں سے یہ عزت بخشی گئی تھی۔ حضرت اولیٰ قرقیز زیادہ دلوں تک زندہ نہ رہے اور حضرت امیر المؤمنین علیؑ مرتفعہ کے ساتھ جنگ صفين میں باغیوں سے لواکر شہید ہوئے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ دنیا میں اپنی یادگاری چھوڑی کہ جب کوئی بُزرگ بلا واسطہ کسی شیخ کے روحانیت تکمیل سے فیض یاب ہوتا ہے تو اولیٰ کہلاتا ہے۔

عشق آنسست کزو نام دنشانم باقی است

گرچہ نانی شده ام ذکر و بیانم باقی است

خرقہ کی حقیقت

۲۔ متعبدین اولیائے کرام میں خرقد وغیو کی پابندی نہ تھی۔ کوئی پہناتا تھا، کوئی زبان ہدایت خلقِ خدا کی اجازت دیتا تھا اور اجازت وغیرہ کھنکنیا عام مجمع کر کے کسی کو منتخب کرنا وغیو یہ سب لازم اجازت سے نہیں ہیں۔ شیخ کامل و مکمل جس طرح سے جس کو چاہتا تھا سفر فراز کرتا تھا۔

خرقہ خلافت محض لباس نہیں

کسی طرح کا خرقہ دلباس ہو اگر شیخ کامل نے ہمت اور ارادے سے بخشش کی ہو تو وہ بے شک بجائے خلافت و اجازت کے متصوّر ہو گا۔ اب اس مختصر جواب کے بعد آپ سے مختصہ باتیں یوں کروں گا کہ آپ اگر

اس وارثی لباس کے ساتھ اس رنگ ڈھنگ پر ثابت قدم رہیں اور خلقِ خدا کو بذات کی ساتھ مغلق ہو جائیں تو بخدا سب سے پہلے میں آپ کو حضرت موسوٰت کا خلیفہ مانتے کوتیاں ہوں اور یہ بھی عرض کیے دیتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیزیہ کا اصل رنگ یہ تھا کہ وہ دریائے وحدت کے ڈوبے ہوئے تھے۔ غیر وغیریت اُن کے سامنے بالکل محظی۔

وارثی توحید

میں نے ملک مظفر میں حضرت شیخ العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی زبان مبارک سے سُنایے کہ حضرت قبلہ حاجی سید وارث علی شاہ ساہب سامو صد کینٹے میں نہیں آیا۔ سجنان اللہ اکیل شیخ الشیوخ برس شخص کو بُشِّجھے اور دریائے توحید شناور جانے والے کس پانے اور سببے کا شخص ہو سکتا ہے۔ اب اس خط کو ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان بزرگوں کا بہترین نور زبانے اور آپ آئیزد حصت ہو کر عالم میں اپنا فور پیلایں۔ والسلام

”شمس المعارف“ مکاتیب شاہ سلیمان بھٹواری

حضرت غفور شاہ وارث علیہ الرحمۃ زیادہ تر مضمایں مختلف رسائل کے لیے لکھتے ہو گئے مضمایں مذہبی اور تصوف پر مبتنے۔ ان کا ایک مضمون شری کرشن کی تعلیمات کے متعلق مانہنام ”صوفی“ اگست ۱۹۲۱ء لاہور میں شائع ہوا۔ اس کے اقتباسات مندرجہ ذیل ہیں:-

جب سری کرشن نے جنگِ ہبھا بھارت میں ارجمند پانڈوؤں کے پانچ بھائیوں میں سے ایک بھائی کا نام سے پوچھا اس جنگ میں جو کرو اور پانڈوؤں کے درمیان ہو رہی تھی شریک کیوں نہیں ہوئے تو اس نے جواب دیا میں ایسے گناہ کا مرتكب نہیں ہو سکتا جس میں میرے عزیز و اقارب اور دیگر تمام جگنی ادمیوں کا خون ناچلت ہو۔ میں کسی کا خون کرتے ہوئے گھبرا تاہوں، مجھ میں اتنی صلاحیت نہیں کہ میں کسی شخص کا خون بنتے ہوئے دیکھیوں جب کہ یہ دنیا ناپاییدار ہے۔

تو اس کے جواب میں سری کرشن کا جواب تھا: ”تم ایسے نفوس کے لیے رنج و افسوس کرتے ہو جو بالکل اس کے اہل نہیں۔ حقیقت شناس نہ زندوں کا رنج کرتے ہیں نہ مردوں کا غم۔ نہ کبھی میرا جو جو تھا اور نہ کسی ٹکڑا ان کا وجود تھا۔ ہم میں سے کبھی کوئی مدد نہ ہمگا جو روح کو فانی تسلیم کرتا ہے یا مقتول خیال کرتا ہے وہ حقیقاً عاقل اور معرفت سے خالی ہے۔ وہ نہ کسی کو ہلاک کرتی ہے اور نہ خود ہلاک ہوتی ہے۔ نہ کبھی پیدا ہوتی ہے اور نہ کبھی مرتی ہے پس تھوڑ کو ان صفات سے متصف سمجھ کر تم کسی امر کا رنج نہ کرو۔ دنیا عالم مثال ہے۔“ عالم بندھ کا پرتو ہے، اس ظاہری سایہ کے اس طرف ایک اور دینا ہے جو لازوال غیر مبدل ہیشہ پوستہ پامار حکم اور ابتدی ہے۔ یہ عالم مثال ایک سراب ہے جس میں کوئی ذاتی واقعیت اور پاییداری ذرا نہیں ہے، اس پر یہ تمہارے دین انفال کی سراب۔

دش تبدیلیاں ہیں اور ان کا اثر عالم بمندرج پر کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔ جو اخیار کرو گے وہ تمہارا فعل ہو گا۔ اس حیرت آباد کے لیے کچھ نفع و نقصان نہیں کر سکتا۔ تمہیں رنج محسوس ہوتا ہے، کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ تمہارے افعال پر عالم بمندرج پر تاثر ہوں گے، لیکن یہ خیالات و عقائد بالکل خام اور باطل ہیں، تمہاری ہستی بالکل خواب ہے۔ جو شخص اپنی نندگی کے فرائض ادا کرتا ہے اور اجر کی خواہش نہ رکھ کر اپنیں منظم حقیقی کے پسروں کرتا ہے، وہ دنیا کی جھیل میں کنول کے پھول کی طرح تیرتا ہے اور اسے مدد جذر کے تھیڑوں سے ذرا گزند نہیں پہنچتا۔

دل اگر دانا بود در ہر شعن اسرار ہست

چشم اگر بینا بود یوسف بہر بنا زار ہست

(ماہنامہ "صوفی" ۱۹۶۱ء اگست)

اب ان کا نوئہ کلام ملاحظہ فرمائیے:-

غزل

حضرت کوہ نہ کی تیرے دیدار کے سوا
کون اس کا مستحق ہے گنہ گار کے سوا
کس میں یہ بات ہے تیری گفار کے سوا
حاضرہ نہ کوئی گنہ گار کے سوا
دم بھر کیں رہے نہیں گلزار کے سوا
طاقت یہ کس میں ہے تیرے بیمارتے
جائے گا نہ یہ شربت دیدار کے سوا
جاڈوں کسال میں آپ کی سکوار کے سوا
اپنی جگہ کھاں ہے دیدار کے سوا

سوچا کبھی نہ عشق میں کچھ پیار کے سوا
آنے کبھی جوش پر رحمت حضور کی
مردہ کو زندہ، زندہ کو مردہ بنا دیا
غلدہ بیس میں بیٹھ رہے جا کے مقنی
کیا چین آئے خانہ صیاد میں ہمیں
بایر اجل اٹھائے جو کوئی خوشی خوشی
اے بایر سویڈل مرض لا علاج ہے
آزاد تو کیا مجھے یہ تو بتائیے
مرمت کے کون گور غریباں میں جائے شاہ

(ماہنامہ درگاہ، لکھنؤ۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء)

مُضطرب خیر آبادی

مضطرب اُٹھی خیر آبادی قدرت کی طرف سے شاعر ان دل دو ماغ لے کر آئے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت تمام تر آپ کی والدہ ہی نے فرمائی جو مولانا فضل حق خیر آبادی کی بیٹی اور شمس العطا عبدالحق خیر آبادی کی بچپنی میں تھیں۔ اُردو، فارسی اور عربی کی زبردست شاعرہ فخر اور منطق کی جلیل القدر عالم تھیں۔ آپ نے اپنی والدہ ہی سے تمام علوم درسیہ کی تحصیل و تکمیل کی اور انہیں سے شاعری کے روز سے آشنا ہوتے مولانا عبدالحق خیر آبادی اپنی بہن سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تو لا کا ہوتی تو خیر آباد کا نام روشن ہوتا۔ دس سال کی عمر میں مضطرب صاحب نے شعر کہنا شروع کیا اور ان ابتدائی غزلوں پر اپنی والدہ ہی سے اصلاح لی۔ آپ کی پہلی غزل کا مطلع تھا ہے

ڈھونڈتے ہم کیوں دوستے دردِ دل تم اگر ہوتے بجائے دردِ دل
اس پر دادی صاحب نے حسبِ ذیل اصلاح فرمائی :

ڈھونڈتے ہم کیوں دوستے دردِ دل کاش تم ہوتے بجائے دردِ دل
والدہ کے انتقال کے بعد آپ نے ایک غزل منشی امیر احمد صاحب کو بغیر ترقی اصلاح بھیجی گئی۔ امیر بینا تی نے صرف مطلع اُذل میں الفاظ کو مقدم و متواری فرمائیں اپس کر دی اور ساتھ ہی اس کے پیغمبر یہ فرمایا کہ یہ اصلاح مغضف استھانا تھی۔ آپ بغیر اصلاح غزل پڑھ سکتے ہیں۔ مطلع مندرجہ ذیل تھا۔

داغ ہیں سینکڑوں پنہاں دل میں طرف پھولا ہے گلتان دل میں
اصلاح ملاحظہ ہو :

سینکڑوں داغ ہیں پنہاں دل میں طرف پھولا ہے گلتان دل میں
اس کے بعد مضطرب صاحب نے دوبارہ کوئی غزل اصلاح کے لیے نہ بھیجی۔

مضطرب خیر آبادی کی ابتدائی شاعری میں جو عشق کی رنگینی پائی جاتی ہے اس کی تمام تر وجوہات بقول :

ح سے ساق کیف بدستی میں ماتھا لمح گیا ایک سجدے میں اہلا کر لی نماز سے کہہ

صرف جھک جلتے ہیں پی کر جانب پیر مغلاب بادہ کش پڑھتے ہیں بے سجدہ نماز سے کہہ

اُب ایک بڑی حد تک زندگی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ کیونکہ شاعر اپنے ماخول سے مٹاڑ ہوتے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ زندگی اور معاشرت کا ترجیح ہوتا ہے۔ وہ صرف اپنے جذبات و خیالات ہی نہیں بلکہ سوسائٹی کے جذبات و

خیالات کی عکاسی جان بچھ کر کتر اور بے جانے بوجھے پیشتر کرتا ہے۔ مضطرب صاحب کے نامزد کے اشخاص حقیقت سے

دعا چار ہونا گواہ ادا کر سکتے تھے، اس لیے شباب کی کیفیات سے سرشار رہنا چاہتے تھے۔ زندگی میں ایک دعا لیا آتا

ہے جب انسان سے "ایں دفتر بے معنی غرق میں ناب اولی" کہہ کر آئے والی مصیبت کو مالتا ہے اور مالتا چاہتا ہے۔

یہ عین مقتضائے فطرت ہے۔ ایک دو رہے جو چند روزہ ہے، ایک لشہ ہے جو کچھ عرصہ میں اُتر جاتا ہے اور اس کے بعد انسان نیا نہ سختی سے جہد بلتا کے تلخ حقائق سے بُردا آزمہ ہوتا ہے ماضی صاحب کا سارا کلام جدت و بے ساختگی، نطفتِ نبال، حُسن ادا اور لطافت فکر سے یکسر ملکو ہے۔

جفا سے ونا مسترد ہو گئی یہاں ہم بھی قائل ہیں حد ہو گئی
نگاہوں میں پھرتی ہے آٹھوں پر قیامت بھی خالیم کا قدر ہو گئی

نہ بلوایا نہ آئے بعد وعدہ کر کے دن کامئے بڑے وہ ہو کر تم نے اچھا اچھا کر کے دن کامئے
تم سارا کیا کھلے بندوں رہے چاہا جسے دیکھا کمال اُس نے کیا مضطرب کر پردا کر کے دن کامئے

دریہِ دل اب خدا کرے کہ نہ ہو کوئی ایسا دوا کرے کہ نہ ہو
تم سلامت رہو قیامت تک اور قیامت خدا کرے کہ نہ ہو
وصل سے انتظار ہی اچھا یہ تو مضطرب خدا کرے کہ نہ ہو

آئینہ دیکھ کر غُسر در فقول بات وہ کر جو دوسرا نہ کرے
میں میحا اُسے سمجھتا ہوں جو مرے درد کی دوا نہ کرے
مضطرب اُس نے سوال اُفت پر کس ادا سے کہا خدا نہ کرے

مضطرب صاحب جب ریاست ٹونک کی طرف سے کیل مقرر ہوتے تو آبوجگہ تو حضرت یخود مومانی سے ملاقات کی اور تھوڑے ہی عرصے میں دوستی کی بُنیاد مستحکم ہو گئی۔ رات دن کا آئھنا بیٹھنا رہتا۔
پُری محبت میں کئی سال خوب فضا رہی مگر اُس نے انکھ جو پھیر لی نہ گل رہنے نہ ہوا رہی
وہ زمانہ مضطرب بے نو افقط اک خواب و خیال تھا وہ مٹا تو کچھ بھی نہ رہا جو رہی تو ذات خدا ہی رہی

غیریات کو حضرت ریاض دارثی خیر آبادی کا حصہ کہا جاتا ہے۔ مگر مضطرب بھی اس میکدے میں برسوں "خراب ہوش" رہے۔ ریاض نے "مے خیام" کا زنگ قبول کیا اور مضطرب "بادہ حافظ" سے سیراب ہوتے۔
میکدے میں پی کے نئے اول توجہ پر بنا پڑا بات جب نکلی تو ساقی کو خدا کہنا پڑا

توبہ کو مانگتا ہوں سرورِ شباب میں ساغر یے کھڑا ہوں خدا کی جناب میں

بلوہ رخسارِ ساقی ساغر دینا میں ہے چاند اور پر ہے مگر دُوبَا ہوا دریا میں ہے

حضرت ریاض ایک مرتبہ گوالیار تشریف لائے تو حضرت م Fletcher نے ایک مشاعرہ منعقد کیا حسب معمول طبع تجویز ہوئی مگر اس کے ساتھ جدت یہ کی گئی کہ ہر ایک کی غزل کے لیے موضوع مخصوص کر دیا گیا میضطرا صاحب نے ریاض صاحب کے لیے شراب کا مخصوص تجویز کیا، مگر ریاض صاحب نے مجبور کیا کہ اس موضوع پر اپنے غزل لکھیں؛ چنانچہ م Fletcher صاحب نے تمام غزل میں شراب بھی کامیاب مخصوص باندھا۔ اس غزل کا شعر ملاحظہ ہو۔
سے ہمارے میکے میں خیر سے ہر چیز رہتی ہے مگر اک تیس دن کے روزے نہیں ہوتے

ایک دفعہ رام پور کے مشاعرہ میں جو شر را اپوری نے نہایت وسیع پیلانے پر منعقد کیا تھا۔ دوراتِ مسلسل مشغله سخن جاری رہا۔ ہندوستان کے تمام بالکل شرعاً کا مجتع تھا۔ ایک سے ایک بڑھ کر کئے والا موجود تھا، مگر م Fletcher یہاں بھی آذاب بن کر چکے۔ سائل صاحب کے پڑھنے کے بعد نگہ جہانا م Fletcher بھی کا کام تھا۔ اولاً م Fletcher صاحب نے خدا آشیانِ تواب حادثی خال صاحب کی شان میں ایک سو ایک شعر کا طرح قصیدہ پڑھا جس کا مطلع یہ ہے۔

شام غم گزی نمیاں ہو چلے آثارِ صحیح اور ہلی لیلاۓ شب نے چادرِ زر تارِ صحیح
جب نواب حادثی خال مرحوم نے م Fletcher کو مباراجہ گوالیار سے مانگا اور م Fletcher رام پور تشریف لائے تو حضرت
شَرْنے ایک مشاعرہ کیا جس کی طرح تھی کہ سے
شَرَّقَم کو مبارک ہو کہ م Fletcher رام پور آئے
چند شعر ملاحظہ فرمائیں ۱۔

اللی خیر! زور دل پر بتاں پر غور آئے
کہیں ایسا نہ ہو ایمانِ عالم میں فتور آئے
خدا کے گھر میں رکھا کیا ہے ناچت اتنی دُور آئے
یہی صورتِ دہاں تھی بے ضرورت بُنکہ چھڈڑا
مجبت ایک شے ہوتی ہے اتنا سن تواب رکھو
M Fletcher صاحب کا نقیب کلام بھی زبانِ زد عالم ہے بلکہ ان کو نعمت کا امام تسلیم کیا ہے۔

منا تھا تو مل جاتے اس نورِ مجبرت د سے کیوں جا کے چلے آئے دربارِ محمد سے
اللہ کے پتے میں وحدت کے سوا کیا ہے لے کوں گا محمد سے
جو کچھ مجھے لینا ہے

شُن اے بادِ سباؤ جا بُن طیبہ اگر گز رے تو جا کر تھامنا بابِ حرم خاص کے پردے
درِ اقدس پر اپنا سر جھکا کر میری جانب سے بصد آداب یہ کہنا اے ماںک مدینے کے
جوارِ خاص میں دو گز جگہ مضطرب کو مل جائے
نہ ہو بعد فتنا محتاج لاشر کخ مرقد کا

اہد اس کے ساتھ ہی کہنا اے محبوب جمال بیرون بڑے مندرجہار میں ہوں دُور ہے کشتنی کارے سے
ہوا بالکل مخالف چل رہی ہے اور دن کھوئے جو دو پوچھے کہ پھر کیا چاہتا ہے صان یوں کہہ دے
جوارِ خاص میں دو گز جگہ مضطرب کو مل جائے

اگر تو پوچھے کہ اب کیا مانگتا ہے ماںگ لے مجھ سے تو کہنا آپ نے سب کچھ دیا اور دے چکے پہنچے
مگر قسمتِ بُری تھی بن گئے سب خار گل بیٹے اب انزو دقت میں کیا چاہیے مجھ کو سوال اس کے
جوارِ خاص میں دو گز جگہ مضطرب کو مل جائے

خوارِ عرصہ بعد آپ حضرت حافظ حاجی سید وارث علی کے طالب ہو گئے۔ اپنی عقیدت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔
اگھوں سے کیوں نرچوں پاسے جناب وارث بے وارث اسے جناب وارث

ایک دفعہ سرکار وارث عالم پناہ خیر آباد تشریف لے گئے اور قولوں نے آپ کے سامنے یہ چیز پڑھی تو
سرکار وارث پاک علیہ الرحمۃ پر کیفیت طاری ہو گئی اور زبان گوہر شال سے فرمایا: ”بڑا نامی مضطرب“
گوایار کے زمانہ قیام میں مضطرب ببابا شمع میس انہر سے بھی ایک خاص لگاؤ پیدا ہو گیا تھا۔ بابا بھی ان سے
بہت انس رکھتے تھے۔ مرنے کے بعد بھی بابا بھی کے مزار کے قریب دفن ہوتے۔

دیرِ حرم میں سب جگہ ڈھونڈ لیا مانہیں یہ بھی کسی کی چھیر تھی اپنا غلط پتہ دیا
حقیقت کا نشان چشم تأمل سے نکل آیا ہمارے جزو ہستی کا پتہ گل سے نکل آیا
بتایا حال یوں کوزے میں دریا کے سامنے کا کساتی خود جسم ساغر گل سے نکل آیا
قناحت دوسرے کے ائمہ کا نام ہے مضطرب خدا ہے جو کوئی حد تو نہ سے نکل آیا
اس کے علاوہ مضطرب صاحب نہیں ہندی شاعری میں طبع آزمائی کی ہے۔ ہندی شاعری میں ملار، مھری،
ہولی، دادر اور بستت پر بہت کچھ لکھا۔ ان میں بعض چیزیں توبے مدقیب ہوئیں جو قارئیں کرام کے بے
پیش کی جا رہی ہیں۔

ہندی کلام

ایسے دن بھارت آئن گھر نامیں ہرے شام رے پاپی پیغمبر اجیرا کا بیری لیت پیا کا نام رے
آئبہ کی ڈال کو تلیا جو کوئے آئن گھر جو جام رے اُندھی پیر جنمکی سمجھاتی با را لکھ جو احتمام رے
مضطرب پاپوں میں سدھارے سوتا ہے گول دھام رے فکھیا جان کے بھج بڑکن کو جلدی میورام رے

اپنی بپا پر بر سر نہیں
پی کارن گری پت کھوئی
آئی یاد کرشن کی اٹھی کریجے ہوک
پی کارن ۔ ۔ ۔
سب کاپی آرام ہے اور ہمراپی ہے یام
سب سکھیں کے سیام میں اور ہم دکھیا بن سیام
پی کارن ۔ ۔ ۔
ٹھیکری ہمری اور سے اب ناہیں ہے دھیر
پی کارن ۔ ۔ ۔
بن تھرے موہنے کل ناہوئی
بیدردی وہ پی ملے کہ مضطرب جن کا ناول
من بس کر کے تج دیا اور آپ برا جیں گا ناول
پی کارن گری پت کھوئی
بیچ دھار موری ناڈ ڈبری

ہولی

رات پسندے میں آئے پیامور سے کھیں ہری کیسر پاگ سیس پر پاندھے تا پر زنگ پڑوری
ہاتھ یہ زنگ پچکاری ابرا کی ڈار سے بھوری دے پچ چوری چوری
رات پسندے میں ۔ ۔ ۔

سوت مامو ہے چیت دلائن چوم کے اکھیاں موری جاگ پڑوں تو کچھ نہ پاؤں کا بے مضطہ گوری
ابھی کھیلت تھے ہوری ----- رات پسندے میں

ملہار

کہاں نے پیسا سے نہ لے پیا کا نام
بالی عمریا کو دیکھ۔ سونی سجریا کو دیکھ

ہوک کی کوک ملیجوا میں لائے گے کوک سے ہوک نہ جیارا نہ لے پیا کا نام
جا کے سنوریا کو دیکھ۔ کالی کمریا کو دیکھ
بلسی بجادت بن میں پھرت ہے سیک پر چیارا نہ لے پیا کا نام
لات کی بیریا کو دیکھ۔ کھال اٹریا کو دیکھ
مضطہ سے کرجوڑ کے کہیتو آڑ تو میں باروں دیارا نہ لے پیا کا نام

غزلیات

دِم خوابِ راحت بُلایا انہوں نے تو دردِ نہاں کی کہانی کھوں گا
میرا حاں بکھنے کے قابل نہیں ہے اگر مل گئے تو زبانی کھوں گا
لب جوئے اُفت رہا ہے دھوننی میاں قصہ سخت جانی کھوں گا
ادھراً ادھرِ رُوح شیریں ادھرًا ترے کوہن کی کہانی کھوں گا
حضرت رے چشمے کا پانی ہے اپھا مگر میں اسے مویح فانی کھوں گا
محبت کا ماڑا ہوا دل جلا دے میں تب تیرے پلان کو پانی کھوں گا
تیری ذاتِ واحد ہے بیدارِ مطلق تجھے تو کبھی نیند آتی نہیں ہے

تیری آنکھ لگنے کی حست میں یارب کھاں سمجھ قصہ کہانی کھوں گا
وہ اک آئینہ جس میں منہ دیکھتے ہیں کسی ایک کا وقعتِ سورت نہیں ہے
یہیں سے نتیجہ اٹھا کر دوئی کا میں وحدت کو کثرت کا بانی کھوں گا
یہ ہستی کا شیشہ جو ٹوٹنے دیا ہے ذرا اس پر پاہست کی صیقل تو گر لوں
یہ ہو جائے پھر اپنی ہستی کو میں بھی تری ذات کا نقشِ ثانی کھوں گا

ازل ہی میں تجدہ پر نظر پچھلی ہے نہ کر مجھ سے انکار جلوہ نہیں
میکھلی تری ٹوٹی روشنی روشی ہے مگر میں اس کو پڑانی کھوں گا
مجبت میں انکار جلوہ نہیں زدا اس طریقے کو تو یاد رکھنا
اگر میں کبھی تیرے درجے پر پہنچا تو میں بھی یونہی لئن ترانی کھوں گا
میں کیا بے دفا ہوں جو محشر میں مضطہ خدا سے کوئی شکوہ قتل اپنا
زمانے کے ٹوٹنے ناچ ہبایا اگر مجھ سے پچھا تو پانی کھوں گا

بُت میں بھی ترایا ربِ جلوہ نظر آتا ہے
جب سر کو جھکتا ہوں شیشہ نظر آتا ہے
ساقی کی مجبت میں دل صاف ہوا اتنا
اے عشق کیس لے چل یہ دیرِ حرم چھوٹیں
ان دنوں مکانوں میں جھگڑا نظر آتا ہے
مشوق کے رُتبے کو محشر میں کوئی دیکھے
اللہ بھی مجنوں کو سیلِ نظر آتا ہے
پھر مجھ سے پوچھیں اب کیا نظر آتا ہے
مضطہ مری آنکھوں پر دوستِ ادار کیس

اللہ مجھ کو یونہی پلاۓ جہاں رہوں
صرفِ شکر نعمت پیرِ منعاں رہوں
اے جستجوئے یار بتا میں کہاں رہوں
نریز میں رہوں کہ تھہ آسمان رہوں
ظالم یہ بزمِ حُسن کا اچھا رواج ہے
ترشیع ہو کے بھی نہ جعلے میں تیال رہوں
شکلکوں سے رسمِ شکرِ ثابتِ فضول ہے
ہستی جب ایک ہی ہے تو کیوں بدگماں رہوں
ایسا مٹا کہ صاحبِ نام و نشان رہوں
بن جائیں میری طرزِ وفا کی کسانیاں
آبِ حیات پی کے خضر کیا پیاں رہے
میں مخان ٹوں تو کچھ نہ پیوں اور یہاں رہوں
ایسی نگاہ ڈال کہ میں نیم جاں رہوں
اسے چشمِ یارِ موت کا پسلو بچا کے تو
مضطہِ وجودِ ذات نے گھر تک بھی لے لیا
جب خود وہ ہر جگہ ہے تو اب میں کہاں رہوں

تم آخرِ صیبیت کاٹ دہبرِ خدا میری
میت بُتکدے میں چل کے اس کافیصلہ کر دے
خدا میرا خدا میرا ہے یا یہ تُورت ہے خدا میری
یہاں جب گئی تھی تب اثر پر غارِ کھانی تھی
وہاں سے پھول برساتی ہوئی پلٹی دھما میری
وہ کیا تھی ابتداء میری وہ کیا تھی انتہا میری

اس پر منے میں نکلے گا ارمان ہم آغوشی
تیرت میں سلاستے گی اک دن تری بعد پوشی
کیوں پوچھو کہ کیا پایا نے خانے میں پی کر
یہ پوچھو کہ کیا دیکھا باعالم باہوشی
اب کون بُلتا ہے اب کون بُلتا ہے
ساتی ہی کے دم سے تھی مے نوشی کی منوشی
ساقی تیری حسرت میں آنکھیں مری رفتی ہیں
ما تم کی شادت ہے پتلی کی سیپوشی
اک راز ہے اے مضطَر تیرت کا اندر ہیرا بھی
آئی ہے پئے ما تم کہے کی سیپوشی

ہم نے مٹی سے اب لئے تیرا دیا دیکھا
مٹ گیا دل تو تیری موج کا نقش
خلوتِ خاص میں ملنے کو کہا تھا تو نے
ہم نے برسوں تہ مدن تیرا رستہ دیکھا
ہم نے ہر شکل سے اچھی تیری صورت پائی
ہم نے ہر نقش سے اچھا تیرا نقش دیکھا
مجد کو مل جاتے تو تد بسیر تلی پوچھوں
تو نے جس آنکھ سے ماشق کا تزپنا دیکھا
یاد رکھنا چمن دیر کی باتیں مضطَر
حشر میں پوچھ نہ بیٹھے کہ کو کیا دیکھا

ساقی ساختی دا آہم نے تو نہیں دیکھا
بے ملکے ہوئے ملٹے ساغر کو یہیں دیکھا
اک نقش کی جستی میں سب زیرِ نگیں دیکھا
بنت خانہ جہاں پایا کعبہ بھی دیں دیکھا
حسرت ہے تو آتشی ہے ساقی کو نہیں دیکھا
میخانے سے اٹھنے کا غم مجھ کو نہیں سیکھا
آنکھیں تو ہمیشہ سے جلوے کی شناسا میں
اب آ کے یہاں جانا پسلے تو دیں دیکھا
خاکِ مد جانا نہ ہم نے تیرے صد تے میں
چاہت کے فیرون کو صندل پر جھینیں دیکھا
رگس کی بھی آنکھیں تھیں اور کچھ بھی نہیں دیکھا
آنکھوں کا فقط ہونا دنیا میں نہیں کافی
اسے تُدھِ تہ مدن تو جا کے پھر آئی ہے
اتنا تو بتاتی جا اس کو بھی کہیں دیکھا
اہ دلِ مضطَر نے کچھ ایسی ہوا باندھی
بے پردہ تجھے ہم نے او پردہ نہیں دیکھا

بخاری روشنی ہوئی نظر کو تری تجھی متاری ہے
غزوہ لالفت کی طرزِ نازش عجب کر شئے دکھاری ہے
دہان تو پھر جلا دیے تھے یہاں کلیچ جباری ہے
وہ طلاقی تری حبل غضب کی گرجی دکھاری ہے
ہوا صفائی پر ہے مقرر چڑاغ بجل جباری ہے
مرے شیخ میں شانِ قدامت کے سارے طباب میں ہتا

میانِ خشمی یہ کافر بہت اُڑا کچھ تھے میں میا آجائے ایسے میں اگر سن لے خدا میری
کسی کا جلوہ نہیں یہ کہتا ہے انہیں پوچھ یہ اس پتھر کے بہت ہیں جس پر پسی تھی حنامیری
نجلے کوں سے یوسف کا جلوہ مجھیں پہنال ہے
زیخا آج تک کرتی ہے مضطَر التجا میری

امکھ کھلتے ہی تیرا جلوہ نظر آئے گا
تب مجھے پر وے میں بے پروانظر آئے گا
بے پئے دیا کو قطہ جانتا تھا عاشق میں
جب سے پی قطہ مجھے دریا نظر آئے گا
جس جگہ عرش بھی نیچا نظر آئے گا
مجھ کو میرے عشق نے پوچھا دیا اسی جگہ
دل کے ہر کٹے میں منہ تیرا نظر آئے گا
شیشہ دل کی صفائی تُرث کر ظاہر ہوئی
لامکاں پوچھا تو گھر اپنا نظر آئے گا
مجھ کو اپنی ذات میں مولا نظر آئے گا
پرودہ وحدت میں قیدِ بندگی جاتی ہری
ہر شجر میں جلوہ لیئے نظر آئے گا
دشت میں مجنوں کے ارماںوں کی تصویریں کھیپیں
ملکی باندھی ہے کیوں مضطَر نے وقتِ داپسیں

نظر بھر کر وہ حسن پر وہ در دیکھا نہیں جاتا
بہت چاہا کہ میں دیکھوں مگر دیکھا نہیں جاتا
قیامت ہے کہ اس سے اک نظر دیکھا نہیں جاتا
دل اپنا میں لے صدقے کر دیا ہے جس کی نظول پر
اُوھر تو دیکھتا کیوں ہے جھر دیکھا نہیں جاتا
دلِ حسرت طلب شکوہ ہے کیوں جلوے کی تابش کا
میں کھسپ کیا کروں مجھ سے یہ گھر دیکھا نہیں جاتا
مگر اب تک عادوں میں اثر دیکھا نہیں جاتا
تمنائے وصالِ یار میں ہم مرئے مضطَر

تیری رنگت بہار سے نکلی
پھوٹ کر لالہ زار سے نکلی
کیا ہی صورت غبار سے نکلی
دل جردو ہوا تو تو نظر سے آیا
تیری آواز تار سے نکلی
چسیٹ کر آزمائیا ہم نے
کیوں دل بے قرار سے نکلی
مفت بہادر ہے مری حسرت
ہسر تعظیم حسر بپا ہے
کیا ہی صبر و قرار سے نکلی
جانِ مضطَر تیری بخت میں

ہوا سے میرا بگاڑی کیا ہے جو شمع تربت بھاری ہے
ذاس کے دامن میں ہی بھانزہ میرے دامن سے رکھی
ذشت اگر آئے لحد میں تو صاف کہر دول گا راستہ تو جب اسکی چاہتیں جان دیدی تو بات کہنے کی کیا رہی ہے
جہاں قدرت مجھی کو دے دے کہ میں کلیجے کی چوت سیکوں
کلیم کے گھر میں رکھے رکھے وہ آگ اب کیا بنارہی ہے

داناٹی ہے نادانی ، نادانی ہے داناٹی
ہستی کو مٹا ڈالا تب اتنی سمجھہ آئی
تو خود ہے خدا اپنا پر وہ ہے خود آنائی
یہ بات محبت نے اک دن مجھے سمجھائی
خود بینی کی خود بینی ، یکتائی کی یکتا تی
الفت نے مجھے تیرا آئیشہ بنا ڈالا
ہنگامے کا ہنگامہ تہنائی کی تہنائی
مرکر بھی تہہ مدن انبوہ تمنا ہے
نقاش تصور سے تصویر تو کھو گا لے اب سونے کا وقت اے چشم تمنائی
مضطرب یہ خدا والے مرکر بھی جلاتے میں
مدفن سے ہویدا میں آثار میحائی

تابع سے دورِ خزاں سر جو پکتا نکلا
چین گیا قلب تو چھمنے کو کلیجہ نکلا
تیرے یروں کی مدارات میں غفلت تہوئی
آنکھ دینے کو حبابِ لب دیا نکلا
ڈوب جانے کی ہمایت جو کبھی مورج نے دی
اوہ کلیجہ تیرے پانی سے بھی ہٹھنا نکلا
آتشِ سوزِ محبت نے جلایا تھا جسے
جان کے ساتھ ہی پر دے سے نکل آئے تو
تب میں جانوں مرے مرنے کا تھجہ نکلا
جان پاتے ہی قیامت میں تیری یاد آئی
میرا لاشہ مری تربت سے ترپتا نکلا
جاتے جاتے بھی بُرا ساتھ نباہا مضطرب
تیرے کے ساتھ ہی سینے سے کلیجہ نکلا

چند دوہتے

تن من دلوں پی کے میں اور پی کا نام ہے جی
پی مورا میں پیو کی ، پی دن میں میں رین
جیسے سخرا ایک ہے اور دیکھت کے دویں
تم سو ماںک برج کے ، کرشن تمہارا ناؤں
خوکل کی سی ناگری اور متصر را کاساگااؤں

تن یئے من وار دے یہی پریت کی آن جو اپنا آپا تھے سو وا کا داسی جان
مالک ہی کے نام کی ملا پیسرت لوگ مالک یئے تب میٹ پٹ بپت کا روگ
آپ جگت مہماج ہر اور مضطرب آپ کا داس
جن عالی چاہو رکھو پر رکھنا اپنے پاس

نمونہ کلام

مالک کوں دمکاں آسائش تقدیر دے الجاۓ عجائز کو سرمایہ تقدیر دے
اس یے نکر عمل کو صورت تدبیر دے زندگی کو کثرتِ چند و جسد و مکار ہے
ایک عالم کو ہلا دیں طاقتِ گفتار دے وہ کمال لطف دے وہ شوکتِ تقدیر دے
نکرِ مسلم کو کمالِ حرمت تعمیر دے تما کجا یہ صورتِ تحریبِ ملت تا کجہ
پھر اہمیدوں کو شعارِ کامرانی کر عطا قسمِ تاریک کو ہنگامہ تنویر دے
پھر حدیثِ دل سے کر جوشِ عقیدت اشکار پھر زبانِ مداعا کو غفرہِ تکبیر دے
پھر تمنا کو شرکیبِ ہمتِ مردانہ کر پھر تمور کو کمالِ جڑتِ شمشیر دے
الجاۓ سیدہ سُن لے برائے مصطفیٰ
قومِ مسلم کو بہادرِ عالم تقدیر دے

مخدرات گروہ مسلم ہماری حالت میں کیا رہی ہے
یہ غفلت بے پناہ تو بہ کہ قومِ مسلم پر چھاری ہے
معاشرت کے طریقِ بھجوںے ، تمدن خوش میں بھجوئے
تمیزِ قومِ فرقی بھجوئے اُسی کی تہذیب بھاری ہے
وہ طرزِ اخلاقِ احمدی بھی ، وہ رسمِ آدابِ ہاشمی بھی
وہ شان ہی ہم سے مت گئی ہماری حالت بتا رہی ہے

وہ جگہ موت، وہ جگہ خبر، وہ حربِ فالدہ صربِ حیدر
وہ تین مسلم کی شانِ جوہر کے شانِ مسلم بتا رہی ہے
مگر وہ حالت کمال ہے باقی، وہ جاہ و صولات کمال ہے باقی
وہ تین ہمت کمال ہے باقی کتاب و طاقت میں کیا رہی ہے

وہ عدم باقی نہ شوکت و شانِ بزم باقی

بخاری ہر بات مثُل کچلی ہے کہ ہم کو قدمتِ مثاری ہی ہے
خرابِ حالت ہوئی میاں تک تفافل بے محل کمال تک
کر شاہ راہِ عمل پہ دُنیا قدم برابرِ اٹھاری ہے
خدا یہ دن بھی گزار دے گا، وہ سیدہ پھر قرار دے گا
بخاری حالت سنوار دے گا، کس کی بگردی سداری ہے

وصالہ:

مضطرب صاحب کا وصال کچھ ایسے ہوا۔ انتقال سے پہلے کوئی میں روز قبل انور سے گواہیار چلے گئے۔ طبیعت بہت زیادہ خراب تھی۔ علاجِ معالج سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ کو رات نویں کربلہ میں منٹ پر خاتمِ حقیقی سے جاتے۔ آخری شعر ملاحظہ فرمائیے:-

وہ آتے ہیں بیان کاوش درودوں کروں
قضاتی تو مہلت دے کہ گردن یوں سے یوں کرلوں

کوثر خیر آبادی

حضرت کوثر صاحب خیر آبادی ضلع سیتاپور کے ایک روپیں خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت وارث پاک علی الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر بیعت تھے۔ جب بیعت وارثی سے مشترف ہوئے تو دل کے چین میں عشق و محبت کی بہار آگئی۔ اس محبت سے سرشار ہو کر اپنا اظہارِ محبت شاعری کے روپ میں رنسنے لگے۔ ویسے بھی خیر آباد کی سرزین مردم خیز تھی۔

آپ کا کلامِ عشق و محبت اور تصوف میں ثواب ہوا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کا نام آج ہمک نہ ہو سے اور زندہ رہے گا۔ آپ کے کلام کو اُس دور کے مشورہ زمانہ رسائل اور جریدوں نے اپنے صفحات پر جگہ دی۔ کوثر

صاحب حضرت امیر بیانی لکھنؤی کے شاگردوں میں سے تھے۔ دربار وارثی کے شعرتے وارثیہ کے زمرے میں شامل تھے۔ وارثی مشاہدوں میں نہایت عقیدت و محبت سے شرکت کرتے رہے۔ حضرت قبلہ بیدم شاہ وارثی نے آپ کو افتخارِ الشعرا کا خطاب دیا تھا۔ منتخب کلام یہ ہے۔

غزلیات

پاس تھا موجو جو کچھ ہم نے لائے رکھ دیا
سانتے اس رک کے دل بکھ دیا سر رکھ دیا
نیچھ کیوں ہاتھ سے ترک ستگر رکھ دیا
گردنیں شوق شہادت میں جھکلیں ہیں سینکڑوں
بایم کعبہ پر چڑاغ اس نے جلا کر رکھ دیا
چاند سی پیشانی پر سینہ دک کا میکا نہیں
خشم نہیں گر نامہ شوق اُس نے پڑھ کر رکھ دیا
صل میں جھگڑا بکھڑا رات بھر ان سے رہا
سماں کا کامنا عدو نے زیر بستر رکھ دیا
مشکرا کر ہم نے آئینہ برابر رکھ دیا
کیا غضب ہے بُت کو پھر کعبہ کے اندر رکھ دیا
تین خنجر کے یہ حصہ برابر رکھ دیا
ایک پہلو میں جگر ہے دوسرا پہلو میں دل
غش جو آیا دولت پا بوس جانان مل گئی
ناذک بیدار سے کب حشم پوشی ہم نے کی خون دل لخت جگر جو تھا قیصر رکھ دیا
مجھ کو کوثر پیار سے اُس نے گلے پٹا لیا
ہو کے جب بیتاب میں نے پاؤں پر سر رکھ دیا

مشعلوں کو شب تاریک میں جلنے نہ دیا
دل کو داغوں سے شب بھر جلنے نہ دیا
آسمان نے کوئی ارمان نکلنے نہ دیا
بانغِ عالم میں ہمیں پھونٹنے پھونٹنے نہ دیا
ہم نے اس دھوپ میں پتوں کو نکلنے نہ دیا
سوزش دل نے کبھی اشکوں کو مذہنے نہ دیا
مشتعل پا بوس میں عاشق نے بچانی اسکمیں
فرشِ گل پر کبھی اُس شوخ کو چلنے نہ دیا
نگم ناز کے وہ تیر لگائے ہیم
بانکے ترجوں کو ذرا اُس نے سنبھلنے نہ دیا
محفل یار میں اغیار میں ہائے غصب
بانغِ فردوس سے کامنوں کو نکلنے نہ دیا
حکومت مقتول میں کبھی دیگر اچھلنے نہ دیا
لیلۃ القدر میں کیوں چاند نکلنے نہ دیا

عمر بھر دل میں رہی یاد پری مُنگی
کو قر اس شیشے سے پریوں کو نکلنے نہ دیا

چپ گیا نظروں میں نقشہ عالم ایجاد کا
گونج جاتا ہے شب فرقہ میں نالوں نے نلک
عالم بالا پہ چرچا ہے مری فسیاد کا
دیکھو کر اس گل کی صورت صاف رُگت آگئی
گردش تقدیر نے چکر دیے ہیں سیکڑوں طوف رسول تک رہا ہے خانہ صیاد کا
لیں یہ تیر نظر مشتی ستم ہوتی ہے روز
بے دل کوثر نشانہ نادک بسیداد کا

میان سے نکلا جو تیغ اس ستم ایجاد کا
پُرورنا تِنظر ہے گر دل ناشاد کا
خندہ دندان نما سے بجلیاں چکائیے
دل ضعیف و ناقواں اور سامنا جلاد کا
المرد شوق شادت دیکھیے ہوتا ہے کیا
تیغ کامنہ مرتے ہی مُٹھ پھر گیا جلاد کا
جب نگرون کٹ سکی جھنجڑا کے پل ریا
سلسلہ بڑھ جاتے یارب قید کی صیاد کا
قیدیاں دام گیسو کرتے ہیں شب بھر دعا
سُرخیں آنکھوں پر اُس کے خال کا نقطہ نہیں
اہل عالم کتے ہیں جس کو شہنشاہ سُخن
میں بھی ہوں شاگرد کوثر اس جگت اُستاد کا

ہوتا یقین جو تجد کو بہت بدگماں نہیں
کیونکر دکھاؤں درد کہاں ہے کہاں نہیں
پیاسا مے لہو کا فقط آسمان نہیں
سرگرم قتل کب بت نامہ بیان نہیں
گویا مرے دہن میں زیاد ہے بیان نہیں
اشائے رازِ عشق سے لب پر فغال نہیں
قیصہ مٹاڈ، منز سے کو صاف ہاں نہیں
جھگڑے فضول ہیں یہ سوال وصال پر
گونگے کا خواب ہے یہ مری واتاں نہیں
کس کو سناؤں کس سے کھوں ماجھے غم
کون و مکان میں صورت جاناں ہے ملبدہ گر
ناہد تجھے بتاؤں کہاں ہے کہاں نہیں
پھر یہ نہ کیسے کا کوئی مٹا مکان نہیں
دل میں جگر میں آنکھوں میں رہیے خوشی سے آپ
یہ - گزشت قابل شرح دیاں نہیں
حال شب فراق مری جاں نہ یو جھے

خاک آئے بھر میں دل بے تاب کو قرار
تھیوں دلکس طرح کہ وہ آدم جاں نہیں
جوش جنل میں داغ جگر میرے بھرے
گل چیں ہماں باعث کو خوف خزاں نہیں
کیوں تین فراق پار میں آہ وغافل کروں
کوثر دل حزین جرس کارواں نہیں

مجموم صمدت غم ہوں سراپا حسرت دل ہوں
نہیں نزوں میں داخل ہوں ذمہ بدلیں خلہ بول
کہیں میں خندہ گل ہوں کہیں سو زعنلوں ہوں
ہوا ناز قاتل ہوں کبھی انداز بسل ہوں
صف مقتنل میں گویا میں جا ب مرغ بسل ہوں
جہاں پر قافلے لئے ہیں وہ دیران منزل ہوں
زدہ آنے کے لائق میں نہیں جانے کے قابل ہوں
بکھر کیوں ہو میں نے کب کہا خوروں پر مائل ہوں
تاہیں دل کیا دیا گیا بلائیں مول میں میں نے
خل کے سامنے بن شدن کے جب وہ بے نقاب آیا
دل بیتاب بول اُختا اس کا فر پر مائل ہوں
بجے کیوں پیتے ہیں گردش افلاک اے کوثر
زمیں روہا نہ پھر ہوں مگر حضرت زدہ دل ہوں
بارک ناہدوں کو پھر باعث خلد کوثر
د جنت میرے قابل ہے نہیں جنت کے قابل ہوں

ایک ساجلوہ خود شید ہے اندر باہر
بزم خلوت میں اگر چھپ کے جیا آنے لگی
سوزش دل کو بمحاقی نہیں چشم گریاں
مگر پنکا جاتا ہے بتا ہے سمندہ باہر
بولے وہ ظلم ہے نکلے کوئی کیونکر باہر
بیتے جی نقش قدم بن کے جو بیٹھے نہ آئھے
کوچھ یار سے ہم نکلے ہیں مرکر باہر
جنہیں شوق شہادت جو دکھائیں بسل
تیغ کامی ہے نکل آئی ترپ کر باہر
بزم خلوت میں وہ سوتے ہیں دوپہر تانے
جبلہ حُن خداداد ہے اندر باہر
پرداہ ابر سے نکلا ہے مہ نو کوثر
یا ہوا ہے میاں سے اس ترک کا خجز باہر

بہارِ خلد صدتے ہے تو پرداخ پر کوثر
گل فردوس کا دھوکا ہے چھلوکی نشان پر

آنکھوں سے دل میں دل سے لیکے میں راہ کی
دیکھی چلت پھرت تیری تیسری نگاہ کی
چُن د جمال پر جس نے نگاہ کی
پُوری ہوتی داد دل داد خواہ کی
کاری گئی جگہ پر کثرا نگاہ کی
بے خود ہوا زمیں پر گرا دل سے آہ کی
کیونکر کوئی اٹھاتے یہ گھنٹھی گناہ کی
دل کو بٹھاتے دیتی ہے تکلیف راہ کی
نگت اڑی ہوتی ہے بُت کج کلاہ کی
میدانِ حشر حاکم عادل کا سامنا
بھر کے شاہ عشق کی خدمت نہ کر کے
دوت فیرے نہ ہوتی بادشاہ کی
وہ نیم جاں ٹھوں میں کسی پہلو نہیں قرار
برچھی جگہ پر کھاتی ہے ترجیح نگاہ کی
کوثر و صل شاہ حسیناں کی آرزو
مجھ کو نہیں جہاں میں ہوس مال وجہ کی

رباعیات

ایامِ نشاط و کامرانی کب تک
آخر یہ غُر در نوجوانی کب تک
گزری شب عیش دبع پیری آئی
ہوشیار ہو مست سرگرانی کب تک

بزمِ عشرت میں پشمِ نناک ہوں میں
پڑائے جو جل بجھے ہیں وہ غاک ہوں میں
گلزار جہاں میں ہائے چھوٹا نہ چھلا
درلش بُنگ غنچہ صد چاک ہوں میں

ہے دعویٰ چُن یار یکتا ہوں میں
اپنی صورت پر آپ شیدا ہوں میں
آنکھوں سے آٹھ گیا جو دُوئی کا پروہ
مجھوں پُکار اٹھا کہ لیلے ہوں میں

عبدِ دہی ہے اور مسجد و دہی
ساجد بھی دہی ہے اور مسجد و دہی
آئینہ وحدت میں جو دیکھا کوثر
شاہ بھی دہی ہے اور مسجد و دہی

ہوتے دوستِ دشمن میر سایح جاں تری فرقہ میں
خوشی سے پاؤں پھیلتے ہیں کیا کیا کنج تُربت میں
اللی کس طرح نکلے گا دم اس یاسِ حضرت میں
حصوں و صل نامکن تنایں میری ہے مد
نکتی ہے صدائیں مرجا ہرزغم سے قاتل
میراد من یا کام بھر گی اعل بخشان سے
لطفت میں طلاقت میں فصاحت میں بلاعثت میں
محبہ گوہر یکتا ہے دریائے حقیقت میں
بجز خلق عالم اسی کا رتبہ کوئی کیا جانے
خدا سے ڈر ڈرا کوثر کہ تو کھوئے بیٹھا ہے
سرایا دین و ایمان اک بُت کافر کی چاہت میں
ظاہر ہیں جدا گو عاشق و معشوق اے کوثر
نہیں ہے اعتباری فرق بھی میکن حقیقت میں

یوں اجل سامنے ہر وقت کھڑی رہتی ہے
بھی دروازے پر سل جسے اڑی رہتی ہے
جس کڑی میں تیری بھوٹ کی اڑی رہتی ہے
ملفہ دیدہ عاشق اد سے سمجھا میں نے
سلک گوہر کے ادھر آنکھ اڑی رہتی ہے
چشم بدُور ہو یا رب قد نداں سے تیرے
جو ہر علم چھپا کب بُشِر خاک کا
بیڑی منت کی پڑی پانوں سے بُجھ کر کلیاں
طوق ہو کر مری گردن میں پڑی رہتی ہے

جنادِ جور کے صدقے تصدق بر زبانی پر
شفا بیمار غم کی اُندھی رہی ہے خبر کے پانی پر
خدا رحم کر جبارِ لب تشنہِ رهانی پر
تصدق ہوں جنابِ خضر مُرگ ناگہانی پر
نزدِ نازک سے اگر زہرِ ہلابل دین
غورو جس ان کو دو قدم چلنے نہیں دیتا
تلش اب حیوان میں ہزاروں شکوہ میں کھائیں
زہ پنچا کو حرشے ولدار میں مشتِ غبار اپنا
جو عزم قتل ہے آنکھوں پر پنچی باندھ لی قاتل
اوہر تین دو دم نے دانت پیسے سخت جانی پر
پڑے جب دار اوچے مُکراۓ زخمِ بسل کے

نعت شریف حضرت

مشرق افوارِ دین ہے مدفنِ شمسِ اضمی مغربِ مری رسالت تربتِ بدالِ الدین
مطلعِ افوارِ حق ہے مقبیع نورِ الہست دم بدم ہوتی ہے نازلِ رحمتِ رب العالمی
عرشِ اعظم سے ہے ارفعِ خوابِ گاہِ مصطفیٰ
قبہ قصرِ جنان ہے مرقدِ خسیدِ الورثے
السلام اے مکین پاکِ جیبِ کبریٰ مرجبِ محبوبِ خاصِ شافعِ روزِ جبذا
تیری کھاتا ہے قسمِ خودِ ملکِ ارضِ دسا جن و انسان یہں تجھی پر جان اور دل سے فدا
عرشِ اعظم سے ہے ارفعِ خوابِ گاہِ مصطفیٰ
قبہ قصرِ جنان ہے مرقدِ خسیدِ الورثے
یہ زمین پاکِ رشکِ جلوہ گاہِ طور ہے غاکِ بعلما کا ہر ایک ذرہ سراپا فور ہے
جب سائی آستانِ شاہِ دین محفوظ ہے پرتو درخدا سے بامِ دورِ محمرد ہے
عرشِ اعظم سے ہے ارفعِ خوابِ گاہِ مصطفیٰ
قبہ قصرِ جنان

جبذا غاکِ مزارِ رحمتِ العالمین مرجبِ قرب و جمارِ تربتِ سلطانِ دین
پنجہ مژگاں سے یہں جاریوب کشِ بعدِ الایم خلق میں ایسا نہیں اعلیٰ مکانِ افضلِ مکین
عرشِ اعظم
قبہ قصرِ جنان

اے جیبِ حقِ رسولِ ہاشمی و ابیظی آپ پر ظاہر کیے خالق نے سبِ رازِ خفی
کون سی وہ باتِ تھی جو آپ پر خفی رہی ہے فردُنِ گلِ خلق سے تو تقریرِ عزتِ آپ کی
عرشِ اعظم
قبہ قصرِ جنان

ہے یہی آرامِ گاہِ بادشاہِ دو جہاں ہے یہی دولتِ سراتے سروردِ کون و مکان
ہے یہی ملجا و مادیٰ یتیم و بیوگاں ہم غریبوں بیکسوں کا ہے یہی دارالامام
عرشِ اعظم
قبہ قصرِ جنان

ملکِ کون و مکان و بادشاہِ بحر و بر سیدہ اُمیٰ لقبِ اعلیٰ نسبِ دالا گھر

ہر دشمن دوستِ خون کا پیاسا ہے ہر دم ستم دجور پر آمادہ ہے
کیا خوفِ زمانِ جو مخالف ہو جائے ٹو ٹھامی دناصر ہے تو کیا پرو ہے

دو شوار ہر ایک کامِ آسان ہو جائے جس چیز کا سامان نہ ہو سامان ہو جائے
ذرا ابھی خود شید دخشاں ہو جائے تری نظرِ مر ہو جو ربِ کرم

جب تک ہے دوئی رہے گی کشتِ باقی پندر و غدر و کبر و نخوتِ باقی
مدثِ جلائے گی جب یہ ماسواکیِ ظلمت رہ جائے گی اک شمعِ دھمتِ باقی

غزل

آن سے ملنے کا نتیجہِ مل گیا
رُعبِ قاتل سے ذرا تڑپے نہ ہم
پاؤں پھیلا کر لحمد میں سوئے ہم
سختِ جان سے گلا کتنا نہیں
وصل میں یعنے نے پٹا کر کہا
سینہِ بسل پہ آن کا ہاتھ ہے
کیا نیمِ مُبْحَم تھی تینخ ناز
زخمِ دل اُبھرا کہ غنچہ کھل گیا
آج آن کا دعویٰ باطل گئی
یادِ میل میں گراغش کھا کے تھیں
بسوں سے منہ جو موڑا تینخ نے
وقتِ کشتن کس دیے کیوں دستِ پا
عرضِ مطلب کا نتیجہِ مل گیا
گایاں کھائیں اٹھائیں بھڑکیاں
بولے وہ گردن جھکلا کر بعدِ وصل
صورتِ بسل ہیں کوثرِ مضطرب
ہجر میں صبر و قصارِ دل گیا

تاجدارِ ملک دیں فرمان و با کروفر اے مدینہ متوالن تجھ میں رہا ہے جلوہ گر
عرشِ اعظم ۔ ۔ ۔

کوثرِ دل رشی خستہ بُتلاتے حزن و ہم حاضر دربارِ والا ہے بصدِ رنجِ دام :
دیکھئے چشمِ رحم سے اوپر شاہِ اُم آپ کے صدائے میں زائل جلد ہوں سب رنجِ دام
عرشِ اعظم ۔ ۔ ۔

در پسے آزار ہے آٹھوں پر چڑھ کهن دائیرے کی شکل میں گھیری ہیں اندوہ دھن
یا غایثی بیل گئی بنیاد قصرِ جان و تن دشگیری کیجیے بلہ یا شاہِ زم
عرشِ اعظم سے ہے ارفعِ خواب کا وہ مصلحتے
قبۃِ قصرِ جنان ہے مرقدِ خسید الدارے

(مابنامہ "صوفی" اگست ۱۹۶۱ء)

طريقِ ہا ہیں مدینے کی گلیاں روکبریا ہیں مدینے کی گلیاں
سبیلِ دفا میں مدینے کی گلیاں صراطِ بقا میں مدینے کی گلیاں
عجب خوشنا ہیں مدینے کی گلیاں
حریمِ خدا ہیں مدینے کی گلیاں

زمیں کی نلک سے زیاد ہے رفت بہشتِ بریں سے فزوں تر ہے نہت
بڑھی هرش و گرسی سے ہے شان و شوکت خدا نے عطا کی عجبِ عز و عظمت

فقیدوں کا ملکیہ غربیوں کا ماوی تیمیوں کا ملکن تو رانہوں کا طبا
نہیں دوسرا بے کسوں کا طھکانا زہبے مامن و منزل شاہ و بطمہ

بجا کرتی ہے نوبتِ شہر زاری برستی ہیں دن رات افضل باری
خجلِ خاک سے بوئے مشک تاری نیمِ سحر ہے کہ باد بھاری

برستی ہے دن رات رحمتِ جامِ جم غلک سے فرشتے اُترتے ہیں پہیم
ہے خاک در پاک زخموں کا مرہم یہیں ہے مزارِ شفیع و دو عالم

یہ ہے مسکنِ خاصِ محبوبِ یزدان یہ ہے مدفنِ بادشاہ رسولان
منزلِ منِ اللہ ہے جن پر قربان نبی نجمِ تبلان میں وہ ماہِ رخشاں

پسے طوفِ دن راتِ قدسی ہیں آتے بصدِ شوقِ سرہیں نیں پر جھکاتے
منے وصلِ جانان ہیں پیٹے پلاتے خوشی کے ترانے یہیں مستی میں گاتے

زہبِ مرقدِ پاکِ محبوبِ دادرِ خملِ جس کی رفت سے خرجِ اخضر
کرمِ کیجیے شافعِ روزِ محشرِ غم و رنج و کلفت میں ہے جانِ کوثر
عجبِ خوشنا ہیں مدینے کی گلیاں
حریمِ خدا ہیں مدینے کی گلیاں (مابنامہ "صوفی" نومبر ۱۹۶۱ء)

دل و جاں سے ملکِ قربان وارث بشر کیا جانیں عز و شان وارث
ਜسے چاہیں بنائیں یا بگاڑیں زمانہ تابعِ فرمان وارث
ملکِ بمحیہ ہیں جس کو چڑھ بشم وہی ہے گنبدِ ایوان وارث
پہلا مجھولہ ہے کیا بستان وارث
سما نیزے پر ہے خورشیدِ محشر
مد اے سائیِ دامان وارث
کلیمِ اللہ بر ق طور سمجھیں اگر چکے رُخِ تبان وارث
زمانہ بھسر پر ہے احسان وارث
دھی حاجتِ روانے بکال ہیں دھی حاجتِ روانے بکال ہیں
دکھا لے جبلوہ بر قِ سُبْل فروغِ عارضِ رخشاں وارث
دل کوثر ہے الجھن میں کب تک
مد اے گیسوے پیجان وارث
(مابنامہ "صعیفہ وارث" دیوبندی شریف)

مکیمِ عابدِ علی کوثرِ خیر آبادی کا شرگیا میں بھی کافی عمر تک قیام رہا ہے۔ خود کوثر صاحب کے بقول :
دیوبندی سے شر جاں فزا میں آئے صحراء سے بلغ پُرمضا میں آئے
زیدان بلا و رنج و غم سے چھٹ کر کوثر ہمِ نوبت سے گیا "میں آئے

جناب عفان عباسی نے امیر میٹنائی کے دوسرا شاگردوں کی طویل فہرست موسوم بر "دہستان امیر میٹنائی مرتب کی ہے۔ اس میں فاضل مرتب نے تمام شاگردوں کے بارے میں اہم معلومات الٹھا کرنے کی حقیقت المقدور کوشش کی ہے۔ اس میں ضروری خواہ بھی درج ہیں۔ مفتی نجم الحسن رضوی صاحب کی تصنیف "نیر آباد کی ایک جملک" جس میں مختلف عنوانوں و قدر خیر آبادی سینیت حکیم ص ۹۷، (۲) بیانیت عالم ص ۵۵ (۳)، بیانیت شاعر ص ۹۳-۹۴ کے ناموں سے ذکر کیا گیا ہے۔ کوثر صاحب کی پیدائش تو خیر آباد میں ہوئی مگر ایک مدت تک اپنے طن خیر آباد سے بہت دور صوبہ بہار کے "شہر گیا" میں ۲۵ سال (۱۸۸۷ء تا ۱۹۱۲ء) مقیم رہے۔ ایک دفعہ امیر میٹنائی شاداب عظیم آبادی کی دعوت پر ۱۸۸۷ء/۱۳۰۵ھ میں ظیم آباد آئے۔ ان کے ساتھ ریاض نیر آبادی اور کوثر خیر آبادی بھی تھے نواب مزا محمد سعید کے مکان میں تھا۔ نواب مزا محمد سعید اور نواب مزا محمد امیر ساتھی رہتے تھے۔ نواب صاحب کا مکان "شہر گیا" کے محلہ کرانی لگاٹ میں تھا۔ اسی جگہ کوثر صاحب کا مطب کامیاب تھا۔ مکاتیب امیر میٹنائی مرتبہ احسن الدرجات ثابت میں امیر میٹنائی کے کوثر صاحب کے نام ۲۲ خطوط ملئے ہیں۔ کتابت کی مدت ۱۸۹۲ء تا ۱۸۹۸ء رہے۔ ان میں کچھ خطوط قیام گیا" کے متعلق ہیں۔ شرگیا اس زمانے میں شرگی کے نام سے بھی مشہور تھا۔ نواب امداد امام اثر کا دیوان جب رام کلور سے پہلی بار شائع ہوا تو کوثر صاحب نے اس کا قطعہ تاریخ لکھا تھا۔ یہ قطعہ دیوان کے آخر میں درج ہے جس کے داشعار یہ ہیں۔

فضل و کمال عز و شرف جاہ و نمکت رفیوال سے جمع ہیں امداد امام میں
جادو کا سرماڑا تو نکل آیا سال طبع بنگالے کا سحر ہے اثر کے کلام میں
(۱۹۱۷ء)

نوٹس : گیا شتر کے دو حصے ہیں۔ ایک قدیم گیا جو "اندر گیا" کہلاتا ہے۔ دوسرا جدید گیا جسے انگریزوں نے بسایا تھا۔ اس کے مرکزی حصے میں گول پھر نصب ہے جسے اب "بودھ گیا" منتقل کر دیا گیا ہے۔ اسے صاحب گنج کہا جاتا تھا۔ گیا میں "بزم سخن" کے نام سے ادبی انجمن قائم تھی جس کے زیر انتظام ماہانہ مشاعرے آب دتاب سے منعقد کیے جاتے تھے۔ اس کے روح رواں خلش گیا وی تھے۔ ان مشاعروں میں کوثر صاحب کی شرکت لازمی تھی۔ ۱۹۱۶ء، اکتوبر گیا کا ایک یادگار تاریخی مشاعرہ بمقام تھیو سو فیکل ہاں (موجودہ ماؤنٹ ہائی اسکول) گیا منعقد ہوا تھا۔ اس مشاعرہ میں مقامی شہزادے سبل سنواری، حفیظ جنپوری، خلش گیا وی، رسمہ بندی، رسم و عرضیم آبادی، شفت عاد پوری، شیدا سہرامی، عشت گیا وی، کوثر خیر آبادی، قوس حمزہ پوری، مقصود گیا وی، نوح ناروی، وحشت سکلتونی اور یاس بہاری دغیرہ ہم مرعوط رہے۔

گل کو خندان دیکھ کر شبتم کو گریاں دیکھ کر

کوثر کی غزل کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں ۔
خنوں روتا ہوں میں سوئے چرخ گروال دیکھ کر
اس پری کو خانہ دشمن میں مہاں دیکھ کر
گل کو خندان دیکھ کر شبتم کو گریاں دیکھ کر
اے صبا ظاہر ہوئی نیرنگی نازد نہاز
یاس و حسرت سے مرے دل کا کنول مر جھا گیا
یا کے دعوی خون ناحق کا بہت نادم ہوا
عصرِ محشر میں قاتل کو پریشاں دیکھ کر
یاد کر کے کوثر مر جوم کو روئے بہت
لکھنؤ کی آج وہ سنان گلیاں دیکھ کر
(بزم سخن مہینہ امر "گیا" مشاعرہ جزوی فروری ۱۹۱۷ء)

کوثر خیر آبادی کے شاگردوں میں مندرجہ ذیل نام اہم ہیں ۔
اوچ گیا وی، ایجاد گیا وی، بدر دا پاپوری، رسماہ بندی، سری کا بڑی اور شفت عاد پوری۔
آپ کا انتقال خیر آباد میں ۲۰ جمادی الاول ۱۳۲۰ھ بروز دوشنبہ ہوا۔ (محوالہ "نیر آباد کی ایک جملک" مطبوعہ ۱۹۴۸)

حسن وارثی (امام گیا وی)

سید حسن امام نام، ابو محمد کنیت اور حسن تخلص ہے۔ خلف اکبر جناب سید علی امام گیا وی بیرونی شریعت میں
حینہ منزل گیا۔ جناب حسن کے سلسلہ نسب کے چند نام یہ ہیں۔ سید حسن امام ولد سید علی امام ولد سید مظہر امام
ولد سید احمد امام۔ جناب حسن کی استعداد فارسی کامل، عربی بقدر ضرورت اور افریقیزی کی استعداد بھی اچھی تھی۔
بچپن سے نظم لکھنے کا شوق تھا۔ ایک مدت تک بغیر شروع نہ کر سخن فرماتے رہے۔ لیاقت علمی کے ساتھ طبیعت
خدادا تو تھی۔ اصلاح سخن کی جب ضرورت محسوس کی تھضرت "عشرت" گیا وی سے آپ نے شرف تکمیل حاصل کیا۔
آپ اپنے شہزادے براہدی میں ہر دلعزیز تھے، با وجود اس علمی لیاقت اور شان ریاست کے نہایت خلیق اور نسکر
مزاج تھے۔ آپ کو حضرت حافظ عاصی سید وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (دیوی شریعت ضلع بارہ بیکی یونیورسٹی)
سے نسبت طریقت حاصل تھی۔ اسی لیے آپ براہم اپنے نام کے بعد "وارثی" لکھتے تھے۔ جب آپ کی الیمی اور
پیاری اولاد کا انتقال ہوا تو آپ کے دل پر اس کا گمراہ اثر اس دینی نے ناپائیدار کا ہوا۔ اور آپ نے وارثی قفراء

ہو جاتے خبر کاش نہ بائیں بخفت کو
بیمار مجتہت نے بلایا ہے قضا کو
کچھ جنہیں باغت کا اثر دیکھ لون یا رب ہمراه یے آئیں وہ خود میری قضائے
شیدہ تو ہمیشہ سے اب وجود کا یہی ہے
چھوڑ و حسن جادہ تسلیم درضا کو

(امراز غالبوں کے حضور میسٹر)

ساقی دور انقلابی ہے خون دل سے بھری گلابی ہے
جوت انجیزاب ہے ساغر جم
بزم پیشناں ہوئی بہم طوس و گنجہ ہو یا کہ نیشا پور
اب نہیں ہے کہیں سڑائے سروہ دہلی اور لکھنؤ نہیں مکال
اکسر آباد کا ہے ابتر حال اُجڑی بستی ہے اب عظیم آباد
دل ناشاد میں گھٹتی فریاد دل عرب کی زبان بھی وہ نہیں
آن کا طرز بیان بھی وہ نہیں اہل ایران کی وہ فارسی کمال
ہاتھ کنگن کو آرسی وہ کمال نہیں عافظ کے ہمنوا کمیاب
ہم پیالہ میں اصفہان کے قدر دانِ کمال اسمعیل ابوطالب کلیم کے بھی مثیل
ان میں سرآمد سخنِ غالب
بعد خسرو زاہلِ فنِ غالب

مرکشکی از گوش دوراں خرم داد دز آبلہ پا خار بیا بیا خرم داد
دز مشت جنول چاک گریا بیا خرم داد از درس فسون نگس فقا خرم داد
دز سیل غم گوشہ دانال خرم داد از سوز دم سرد چراغاں خرم داد
آسودگی از خواب پریشان خرم داد از داغ غلامی ست طلوں مہر کنعاں
از نفس خودم متی عرفان خرم داد تاراز انا الحنی بکے باز نہ گویم
یک قطہ سر شکے کہ ز طفابل خرم داد تا شیر عجب رینخت ز پشم دم آخر
در دل ز خلفشاری پیکاں خرم داد سر خدار کہ بویہ کیف پانے جنون
آشقتہ بیانے چ پریشان خرم داد بنگرام بھار آمد و بلن بفناں شد

کا احرامی جام اختار کریں تقسم بند کے وقت آپ اپنے برادر اصغر سید حسین امام اور ان کے اہل دعیاں کے ساتھ دلبی میں مقیم تھے۔ دہیں سے ذریعہ ہوائی جہاز پنے چھوٹے بھائی اور ان کے بال بچوں کے ساتھ کراچی آگئے اور تادم واپسیں اسی شہر میں مقیم رہے۔ جناب حسن کے برادر اصغر سید حسین امام مسلم لیگ کے مشوریہ رئیس تھے۔ جب سے سید حسین امام صاحب کراچی آئے ہیں سماجی، علمی اور قومی کاموں میں زیادہ مصروف رہتے ہیں۔ آپ اپنے مقرر اور باصلاحیت شخص ہیں۔ آپ نے کراچی اور لاہور کے علمی، ادبی رسالوں کے لیے مضامین لکھے۔ آپ کے پاس فارسی، اردو اور انگریزی کتابوں کا نادر ذخیرہ تھا جسے "شرگیا" سے منگوانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ وہ اب کراچی میں محفوظ ہیں۔ ۱۹۶۱ء میں آپ کی وفات شہر کراچی میں ہوئی۔

"حسن امام ازیں دیر رخ بحقیقت کرد" مادہ تاریخ ہے۔ مزار میوہ شاہ قبرستان کراچی میں ہے۔ سلطان المنش غریب نواز آستانہ پاک اجمیر شریف (راجحتان)، سے ذرا آگے تعلق تار آگزد کی چڑھائی شروع ہو جاتی ہے۔ اور جا کر ایک چھوٹا سا میدان ہے جس میں مقامی لوگوں کی آبادی ہے۔ اور اس کے علاوہ امیر الشہدا سید حسن خنگ سوار علیہ الرحمۃ کا مزار اقدس ہے۔ حضرت خنگ سوار کے براہ راستی موضع نیورہ ضلع پٹیہ میں آسودہ ہیں جن کی اولاد احترام و صیت کی وجہ سے خود خنگ سوار سے انتساب کھتی ہے۔ میر فرزند علی صاحب رئیس نیورہ آن کی سلف صالحین کی یادگار ہے اور حسن وارث کے آباؤ اجداد تھے۔ (رسالتہ نیم گیا)

انتخاب کلام

صنم کا ناز د انداز د ادا کیں نقیبِ وارثی کا مدعا کیا
نہیں گیسو ترے کالی بلا کیا
تتجھے درکار ہے رنگِ حنا کیا
کی خونِ تمتا تو نے ظالم
وجود فرہ ہے ہم پلہ خود
ہماری آنکھ میں چھوٹا بڑا کیا
مرے کوئی جتنے کوئی بلا سے
حسن ہم میں غلام شاہ وارث؟
ہماری زندوں کا پوچھنا کیا

نہیں بُشن فقط شمع دل سوزاں سے مدنیں لگی آگ نالوں سے مرے صحرائے ایمن میں
زیرِ گل بن گئیں چنگاریاں بچوں کے دامن میں
لگا دی آگ اُن کے شعلہ عارض نے گلشن میں
کہاں کا ہے اثرِ بُبل تری فریاد و شیوں میں
گھوکوں کا بھی کلیج تیرنا لئے کے چھلنی ہے

صد در در سر افزودن سامان مادا در دارکه نه از حاصل در مال خبرم داد
در جام شفقت دوش حسن خون جگر رینخت
ہنگام سعس سر بگریباں خبرم داد

طفاں بلا جشم پر آب دل ماریخت
بر ساحل تکین خود آب دل ماریخت
جز جشم قبول شہہ لولاک نداریم ایں گوہر شوار ب دل ماریخت
از شوق تو جریل چنان گرم روئی داشت آمد شب معراج و شاب دل ماریخت
انیک شب عصیاں و سحرگاه کرامت تعیز جشم تو بخواب دل ماریخت
زیں تند خرامی بران شعبہ کونین سرفتنہ شوفی بثاب دل ماریخت
معمورہ پندرار حسن شد کفت محسر
ایں خانہ برانداز خراب دل ماریخت

چہرے پر کچھ مسیرت فصل بھار کیا ہے دل میں الہ کی شدت فصل بھار کیا ہے
ہر گل ہے چاک دامن، ہر غنچہ دل گرفتہ اے با غبانِ قدرت فصل بھار کیا ہے
زمس کو کچھ نہ سوچی سون کو چپ لگی ہے شبکے اشکِ حرث فصل بھار کیا ہے
صیاد اور گل پیس دنوں کی بن پڑی ہے بلبل کی پھوٹ قسمت فصل بھار کیا ہے
بے شک حسن بجا ہے دیوانہ اس کا بننا
نبھجے جو فی الحقیقت فصل بھار کیا ہے

افقر وارثی موبانی

آپ کا اصل نام سید محمد حسین تھا۔ تخلص افقر تھا اور تاریخی نام "ظفروارث" تھا۔ آپ، ۱۸۷۰ء اد قصبه موبان ضلع ایاذ (یورپی بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق موبان کے خاندان پیرزادگان سے تھا۔ علوم رسمیہ اور درسیے سے بھرو یا ب تھے۔ عربی، فارسی اور علم عرض کے فراغ یافتہ تھے۔ احوال عمر ہی سے ملائی زمانہ اور صوفیانہ رکھتے تھے۔ جوں جوں فکر و شعور میں اضافہ ہوتا آیا اس مذاق پر سمجھی جلا ہوتی گئی؛ چنانچہ "وحدت الوجود" آپ کی تصانیف میں

سے ہے جو آپ کے صوفیانہ شعور کو واضح کرتے تھے میں۔ آپ کی غزوں کا مجموعہ بھی "فردوسی معانی" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ آپ حضرت تسلیم لکھنؤی کے شاگرد ہیں اور تسلیم لکھنؤی نیم دہلوی کے شاگرد ہیں۔ نیم دہلوی مومن خان مومن کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ اس طرح گویا افقر موبانی اوارثی سلسلہ حضرت مومن تک پہنچ جاتے تھے میں۔ نیم دہلوی نے مومن کے رنگ کا تبع بہت کامیاب کیا اور تسلیم لکھنؤی، نیم دہلوی کے نقشِ قدم پر چلے۔ یہی وجہ ہے کہ افقر موبانی اوارثی کے کلام میں لکھنؤی رنگ کے بجائے دہلوی رنگ کی جھلک نمایاں ہے۔ حضرت سید افقر موبانی اوارثی کے کلام پر مومن کے علاوہ ایک مقدس شخصیت اثرانداز ہوئی جس لے اُن کی زندگی کے دھارے کو موڑ دیا۔ آئندوں نے حضرت حافظ حاجی سید وارث علی شاہ (دیوبی شریف)، کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے سرفراز ہوئے۔ اول توابتاہی سے اُن کے غیر میں صوفیانہ رنگ شامل تھا۔ اور چھ حضرت وارث پاک کی محبت نے سرنے پر ساگے کا کام کیا۔ اب وہ ایک مکمل صوفی شاعر ہو گئے تھے۔ اُن کو اپنے پیغمبر شد سے بے حد عقیدت تھی۔ وہ ہر سال دیوبی شریف کے سالانہ عرس پاک میں صدق و خلوص سے شرکیں ہمارکرتے تھے۔ آپ کا وصال ۱۹۴۱ء میں لکھنؤی میں ہوا۔ راقم الحروف سے اکثر خطہ کتابت ہوتی رہتی تھی۔

حضرت افقر صاحب کا نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیے:-

بندہ بنا رہا ہے حسن کلام تیرا دنیا مطیع تیری عالم غلام تیرا
ہستی کی منزلہ میں دنیا کی کوشنیں سے اتنا پتہ چلا ہے دل ہے مقام تیرا
اسے غارت گر زمانہ دنیا کا سُن انسان کس کس طرح ہے آیا کہنے میں نام تیرا
وہ کوئی اور میں جو مصروفتے کشی ہیں ہم دیکھتے ہیں ساقی حسن نظام تیرا
دنیاۓ رنگ دبو کے پامال کرنے والے محشر بھی منتظر ہے محظی خرام تیرا
میں کیا بتاؤں تجھ کو کہتا ہے کیا زمان اے باغیاں ہے اب تو صیاد نام تیرا
جنذبات کا بیال ہے شرح غم نہ ساں ہے
مقبول ہونے کیوں پھر افقر کلام تیرا

حسن کی تیرے جس کو خبر ہو گئی زندگی اس کی وقفت نظر ہو گئی
اُن کی آئینہ پر جب نظر ہو گئی میری دنیا ادھر کی ادھر ہو گئی
اب نہ ہو گل رہے اور نہ دھلتا اس کی زندگی چاندنی چار دن کی مگر نہ ہو گئی
اس کی دنیا کا عالم ہی کچھ اور ہے جس کی دنیا تمہاری نظر ہو گئی
جب کو اب سنگ در کی صورت نہیں مجھ کو اب سنگ در کی صورت نہیں

مرے سجدوں کا ان کو یقین آگئی
مری مشت تصور کی دلکھو کشش اُن کی تصویر پیش نظر ہو گئی
کہن کو اچھا کہیں کس کو مجب محبیں ساری دنیا فریب نظر ہو گئی
دیکھ کر ان کو افقر دم واپس زندگی مری بارہ دگر ہو گئی :

بندگی اب مری متبہ ہو گئی

اُن کی تصویر پیش نظر ہو گئی

ساری دنیا فریب نظر ہو گئی

دیکھ کر ان کو افقر دم واپس

زندگی مری بارہ دگر ہو گئی :

اپنے سے دور پاتا ہوں اہل نظر کو میں سب رکھتے ہیں جلوے کو اور جلوہ گر کو میں
مجھوں نہیں ہوں آپ کی پہلی نظر کو میں کرتا ہوں یاد لذتِ زخمِ جبگر کو میں
روتے ہیں بال پر مجھے اور بال و پر کو میں کیسی بہار کیا نہیں کہاں کے گل
جلووں میں گم نظر ہے تو جلوے نظر میں گم اب کیا کروں گا حاصلِ ذوقِ نظر کو میں
ہستی کو اپنی ہستی جانان میں کر کے گم کرتا ہوں چاک پر دہڑہ تہ نظر کو میں
یا نامہ بر سے پُرچھتا افقر حال یاد
یا پُرچھتا ہوں خیریت نامہ بر کو میں

نگاہوں کے مرکزوں کے سہارے تجھے کس طرح کوئی اپنا بنائے
نظر گاؤ عالم ترے رُخ کے جلوے میرا ذوقِ نظارہ تیرے حوالے
نہ دھوکا دے اے فصتِ زندگانِ فنا نہ مرے غم کا دنیا بنائے
اجل سے کہہ دے منا ہے برقِ ابھی اور کچھِ روزِ کوئی تا لے
تمیں ضد کہ ہم کس لیے پہلے بولیں، ہمیں کہ کوئی بات پہلے نکالے
لے بس آدمِ جایں چھوڑیں صدوں کو نہ تم بات والے نہم بات والے
نظر آئی دھوکا یہ دنیا، فریب نظر ہے تماشہ یہاں کا
سُنٹے ہیں بہت حق پرستوں کے نقصے بہت ہم نے دیکھی ہیں انہوں نے
ہمیں مل گیا ہے ترا آستانہ کہیں اب نہ آنا کہیں اب نہ جانا
مقدار سے بگڑا ہو جس کے زمانہ یہاں اپنی بگڑی وہ قسمت بنائے
وہ مخواستکھیں وہ پُر کیف نظریں جے دیکھ لیں مست اُس کو بنادیں
زے کی ضرورت نہ شیشے کی حاجت کہاں کی صراحی کہاں کے پیاسے

محبت کا دنیا میں ہے بول بالا محبت نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا
محبت کی باتیں یہ سب سے انوکھی محبت کے قصے ہیں سب سے زلے
برہمن کا ہو دھرم یادوں ملا وہی یک ملود وہی ایک سجدہ
معابد پہ بیکار افقر ہے جھگڑا کہاں کی مساجد کہاں کے شوالے

پُرچھی وہ بات یار نے جس کا گماں نہ تھا
اب کی بتاؤں درد کہاں تھا کہاں نہ تھا
اس سے نیا ہدہ حاصل عمر رواں نہ تھا
تیرا نشان جو پایا تو اپنا نشان نہ تھا
ڈینا ہو یا ہجوم قیامت ہو یا کہ حشر
ترے خراب عشق کا چرچا کہاں نہ تھا
نزوک ہم ہوئے تو کہیں کارروائی نہ تھا
آتا نظر تھا بعد سے نزوک کارروائی
ہر چند ترے جلوے سے خالی جہاں نہ تھا
ایا نظر نہ پھر بھی جسال میں کسی کو تو
ہر چند ترے جلوے سے خالی جہاں نہ تھا
بے پرده اس طرح کبھی حاصل تھا لطف دید
ہستی کا بھی جواب مرے دمیاں نہ تھا
ہر دو جہاں پہ تھا آبادِ اک جسال
ہستی کا کوئی ذرہ بھی تو راشیگاں نہ تھا
ہنگامہ بر سے پُرچھتا افقر حال یاد
کل تک تھا نام آج لحمد کا نشان نہ تھا
افقِ مآل ہستی فان تھا بس یہی :

مجھے مل گئی خدائی تیرے آستانے سے پہلے
ملی سجدو کی اجازت جو نہیں پاسبال سے پہلے
مجھے مل گیا ہے سب کچھ تیرے آستانے سے پہلے
نہ جہاں کی اب تھنا زمانعِ دوجہاں کی
میں طواتِ تکبیر کر دوں ترے آستانے سے پہلے
ابھی دُدد ہے نظر سے ترے آستانے کی منزل
غمِ عاشقی فقط تھا غمِ دوجہاں سے پہلے
یہ ہے مختصر افسانہِ مری زندگی کا ناصح
تو پُر کار اٹھی قیامت کر مرے یہاں سے پہلے
وہ پہلے مٹانے مجھ کو تکرام ناہ جس دم
بنجہب سے آشیانہ تو نگاہِ چرخ بدل
مری سے کشی کا زاہد نہیں خاص وقت کوئی
کبھی دن کے وقت پی لی تو کہیں اذان سے پہلے
مری زندگی کی افقر ہمہ شوقِ داستان ہے
میں سناؤں بھی جو ان کو تو کہوں کہاں سے پہلے
”آجکل“ دلی جولائی ۱۹۶۸ء

افقر موہانی کے خطوط ساگر وارثی کنام



کھنڈ سلسلہ مالین سماں جنگل ۲۰۱۲-۶۴
۴۰۱۲-۶۴

ادم سماں تا را بھی مجھے بھل لے ہوں تو میر جیوت -

خدا منجھ مبھی ہے گناہ اور ناکارہ یعنی خدا نہ ہوں تو پک

کیا نہ لٹھا ہے جو وقت اوپر یہ فارم رکھ دیتے ہیں -

بڑا کہ سرکار اپنے جان بھی کرم بھی کرے ہے - درود

تاج ہم زندہ ہے - خدا کے آپ کے بھی باعثت ہے

ادم پر چھایاں آپ کے سامنے رہیں - میری روح

مردنا صندا ولاداری کے قشیدے کیلے دعا خلک خبرت

سنبھی میری رشتہ پر ہند سلوک پھنسا تیر اوپس پر دھکا

آپ مل بیج وہ بڑے خلیق اور بھیم لعلان بر بکھیں

میرودھ کی فروٹ نہیں اونچا اور پھر خود است

ارسخ اور دیس ہے - فندو دل خدم دلکار افغان

مردنا قم نہیں ایک - باشیں از
مذکور شد کہ وہ دوسرے نام سے
نہ تھے میر دا خانہ تھا اور
آستانہ پر سردار تھا اسی کی وجہ
اوہ سی برتاؤ تھے کہ جانل نہیں سو مرد
بڑی سلسلہ کی ایک خانہ تھا اسے کوئی نہیں سی
بھی کہ اس کا نام اکا کا خوش بیگانگا کا
حافر تھا تو سے کچھ نہیں اسے تیر کا کار سی
دلکھ دھا کر پاچ افقر موہانی والی داری تھی

بادشاہ دھر کرنا وہ نہیں تھا - جو جو
میر شاہ کو کچھ خداوائی تھی وہ اپنے خداوائی
سی - اونچکر بھی سوت جو جا لکھ کر کیا
انی خوبیں اور سریں میں ملے سیں اسی
کو کوکولہ کی تھیں کہ کیا خداوند کی تھیں
شہزادیں ایسے سوچیں میں ملے سیں اسی
شیخ کو کہیں جیسی کہ تیر کا دیکھ لیا ہے میں
ملکی کے میانکری کی تھیں جسے کوئی کہا
کیکھ بھائیوں کو راستہ پر دیکھ دیا
کوئی خواہیں کو خوش کر کے دیکھ دیا

کھنڈ سلسلہ مالین سماں جنگل ۲۰۱۲-۶۴

بہت مکان بدل دیا، نیا پتہ خدا کو لے کر سماں
لعلیٰ پس سے اپنے بھائی اور بھائیوں
کو نمازِ سلام فرمادیں تینا سچ جب
جب کرہا تو حالت من اونکو رام نام
کبرت میں لعیدہ کر کے اس نماز کی
میں خدا غیر فرمائے۔ منورا
کو جو خدا تھے رہ میں رخود رخور
اس کو عذر فرمائیں۔ آتی کی تھے
جو رکانشی رہیں۔ فعل اتفاق مردال

لے ملکن بھوپال - ۲۵۰.۶۴
بھوپال سیکھاں کے تینوں ریاستوں
جس کوں پختہ اور اپنے ریاستوں کی
لے ملکن بھوپال - ۲۵۰.۶۴

میجے چادر سے کم بڑا رہتے تھے میں زیادہ مرست
ہوئیں۔ اس لئے آئیکرنا دو آباد رکھے
خدا نے آپر سماں میں بنایا ہے اور
یہ اوس عکا خاص تر ہے۔ جو میں اسے
لے دیاں تھیں خدا کو تھیں تو میرا
دعا میں بھرنا۔ اور میں ہر یوں سب تو
لے رہا۔ جو ہنہیں فرمیں ہیں کم سماں دراز
تم سوچ دھا انتہی میں ایدھے داں دام
دھا۔ اور افقوشیں ایسا دھا۔

۱۱- لارڈ مکملن لینسون

۸۷

نیز نہ کافی، حاصلہ ترکیب اور دلیلت بخوبی مدد
شکری سال خوشی، خدا کو اپنے بھائی فرمایے
بخدمت کر پئی جو شنید کر کر کر کارکارا و میڈ رائی
پسی محروم میں میا خلافتیں کرے،
لے گا وہ لدکوں کو نشانی کرے زندگی کے، نہ لذت،
تکش کو تکڑا کر جانا چاہیے نہت، اور پیکر کو تا نہم

لهم آمين فوراً قيمت عيده بيت سعيد بجهل بجانب
نماذج بجانب تو سعد وفنا همها
و در سبب کی خرست و عمالات مطلع ران
چشمکزی رانی خانی خسرت کو سعد و فنا
لهم آمين فرقہ در سلام -

فَمَا مُوْقَرْمَانِي وَنَزَلَتْ بِكَسْوَهُ حَدَّ الْمَهْبَهِ
لَهُنَّ سَلَامٌ لَّهُنَّ هُنَّ مُكْرَسٌ

۲۲۷

الگھٹ اور ہانپاہی -

کھاڑیوں کا دعا و سعی ہے کہ دونوں اور مجھے
اپنی عدالت کے زمانہ میں ٹھہر کر دیتے ہیں -
اب بھی ہمارے سرسر گردناکہ صورت ہے خود کے آپ لوگ
لما فیض ہے ہیں ۔ لاس کے باشندہ رکھے
بیہاں بھر کر کارکار ہے ۔ عجیب سرکار جان فریز
کرواؤ نہ کر کے بھر دھاریں عرض کر دئے ۔
یہ رسم چند پھر نہ لعہ کر کے اصرار تاریخ نہیں ہے
کھڑوں سببے سے رنگات لعہ کر کے
چرسیاں حاکم کر بھر دھاریں پور سعی کر دئیں ۔
خدا پھر سبکے ملک سونپی خوبی دعائیں
ریلیو کر کے رہنگ اور اپنا یقین برخدا میں سیدا کر دے
جنوی رایہ دھا ۔ دھا ۔ افقِ مولانا مدارجی دھائی

۳۰۲-۵۴

تمہاری ہے اس بلمہ دعا و سعی -

لپکی دل بورہ ہے پھر فراست تھی ۔
آن ملبوہ ہے اپنے سرروں ہے اپنے ہریں ۔ بھروسہ مدد اور دعائیں
کہ اس توہین دیجئے دو ۔ دو ۔ اسے ۔ اسے ۔
فیض ناقوت واریں نے مجھے ریت نہ کاہ ایڈرے
یہ دعویں تا بھر کے دو ۔ دو ۔ دو ۔ دو ۔ دو ۔
اوہ ۔ ہمارے دھارے دو ۔ دو ۔ دو ۔ دو ۔
میرے دو ۔
میرے دو ۔
مشتیاہ چاہ تو ملکت چھبیس تھا اور وہ دو ۔ دو ۔
دو ۔ دو ۔ دو ۔ دو ۔ دو ۔ دو ۔ دو ۔ دو ۔
ایک ۔ سب ۔ ہماری جو ۔ جو ۔ جو ۔ جو ۔
مرے مذہاہ تو بھی ملکت ہے اسے ۔ اسے ۔ اسے ۔

ریاض وارثی خیر آبادی

خیر آباد کھنٹو کے شمال میں ۲۸ میل کی دوری پر واقع ہے ۔ یہ قصبہ سیتاپور (اوڈھ) سے پانچ میل کی دوری پر شمال جنوب میں باہو ہے ۔ اس قصبے کو خیر آپاسی نے آباد کیا تھا اس لیے اس کا نام خیر آباد پڑا ۔ خیر آباد صنعت سیتاپور میں ایک ویران قلعہ ہے جو خیر آپاسی کے نام سے مشہور ہے ۔ قلعہ کے وسط میں ایک بزرگ کامزار ہے ۔ روایت ہے کہ خیر آباد کا بانی خیر آپاسی انہیں بندگ کے ہاتھوں ہلاک ہوا تھا ۔ خیر آباد کے چکے میں ۳۲ محل شامل تھے اور نواب اوڈھ کو اس سے سالانہ امری لائقوں روپے ہوتی تھی ۔ جب ۱۸۵۶ء میں ملک اوڈھ ضبط ہو کر عدلی انجمن میں شامل ہوا تو چین کمشنر نے اس کا بندوبست اس طرح کیا ۔

۱- خیر آباد ۔ ۲- ہر دوئی ۔ ۳- لکھیم پور ۔ ۴- سیتاپور

اس زمانے میں مولوی نسل حق خیر آبادی کی علمی قابلیت کا بہت چرچا تھا ۔ خیر آباد ہمیشہ اپنے علم و ادب کے

یے مشورہ رہا ہے۔ اس شہر نے سعد بخش جیسے حافظ اسلام اور سالارِ ملت کو بھی پروان چڑھایا ہے، اُس نے بزرگان دین مقبول میال علیہ الرحمۃ جیسی خلاصیہ ہستیوں کو جنم دیا۔ خیر آباد نے کوثر و رارث، وسیم اور ریاض جیسے پائے کے شرعاً اور ادیبوں کو جنم دیا۔

حضرت ریاض کی ولادت ۲۷ محرم (۱۸۵۳ھ) خیر آباد ضلع سیتاپور میں ہوتی۔ اُن کے مورث اعلیٰ سید شبلع والی کرمان نووسال پیشتر اس نواحی میں آئے۔ آباد احمداد میں قاضی حسین بخش اولیاء کرام میں سے گزرے ہیں۔ یہ شیخ سعد کے خلیفہ تھے۔ ریاض کے والد ماجد سید طفیل احمد صاحب بڑے نامور عالم تھے۔ اُن کے بیٹے اور اکیل بیٹی پسلے سید ریاض احمد مرحوم، دوسرے سید نیاز احمد صاحب اور تیسرا سید فیاض احمد صاحب رازِ مرحوم تھے۔ تینوں بھائی پولیس میں ملازم ہوئے مگر ریاض صاحب نے استغفاری دے دیا تھا۔ صاحبزادی کی شادی سید محمد علکری صاحب وسیم خیر آبادی سے ہوتی جرایک مشورہ شاعر تھے۔ ریاض صاحب دس سال کی عمر میں ہی اپنے والد ماجد کے ہمراہ (جہاں ملازم تھے) رہنے لگے۔ وہیں پر عربی کی تعلیم کا سلسلہ مولوی سید فیاض حسین (مرحوم) رہیں سوداگر محلہ سے شروع ہوا اور فارسی کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ پندرہ برس کی عمر میں خیر آباد اگر مولوی حافظ سید بنی بخش صاحب مرحوم کے مدرسہ عربی میں داخل ہوئے۔

رومی طبیعت کی وجہ سے اُن کا مزاج بچپن ہی سے شعرو شاعری کی طرف راغب تھا۔ حضرت ریاض نے ۲۷ محرم میں لمحہ رختاں کے نام سے ایک مطبع قائم کر کے "ریاض الاخبار" جاری کیا۔ اس کے علاوہ اُن کی ادارت میں روزانہ "تاریخی" جاری کیا۔ ایک ماہنامہ "گل کدہ ریاض" جاری ہوا۔

ریاض صاحب نے منتشری تدبیرِ الدوام اسیر صاحب سے تلمذ اختیار کیا۔ ریاض صاحب نے اپنے شباب کا ایک حصہ گورکھ پور میں بھی گزارا۔ وہاں اُنکے برادر سید طفیل صاحب پولیس انپکٹر تھے۔ ریاض صاحب نے چار شادیاں کیں۔ وہ خاندان میں اور دو خاندان کے باہر۔ کچھ عرصہ تکھنو میں بھی رہے، مگر خیر آباد کے سوا کہیں بھی اقامت اختیار نہیں فرمائی۔ ۳۰ جولائی ۱۹۳۲ء کو ریاض صاحب کا وصال ہوا۔

ریاض صاحب پکے مسلمان تھے۔ وہ مدھب کے اثر سے کبھی بھی محروم نہیں رہے۔ عمر کے ساتھ مدھب کی پختگی بڑھتی گئی۔ شریعت کے پابند تھے۔ اُن کے کروار میں اسلام کی روح کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ وہ نماز پڑھتے تھے۔ روزے رکھتے تھے اور تلاوت قرآن پاک کرتے تھے۔ ریاض کا خاندان شیعوں اور سنتیوں کا مجموعہ تھا۔ ریاض کے والد کاظمی اور والدہ کاظمیہ شیعہ تھیں۔ اس کا اثر ریاض پر بہت پڑا۔ ریاض کی حضرت علیؑ سے انتہائی عقیدت تھی اور حضرت خواجہ احمدیر سے بھی قلبی رگاؤ تھا جن کا نمایاں ثبوت اُن کے کلام سے ملتا ہے۔

جاتے ہی میے کدھ مجھے اجیر ہو گیا
حضرت ریاض صاحب کو سرکار عالم پناہ حضرت حافظ حاجی وارث علی شاہ سے نہایت عقیدت تھی۔ اور اس عقیدت واردات سے متاثر ہو کر حضرت حاجی صاحب کے دست حتی پرست پر بعیت کر لی۔

انتحار بحکم کلام

کان ہو جائیں جو سن لے کوئی نام وارث
ہم قدر خوار پئے بیٹھے ہیں جام وارث
ہے یہی عشق کے بندوں سے پیام وارث
طاں دل ہیں ہزاروں تر جام وارث
مری آنکھوں میں ہے انداز خرام وارث
سایہ عرش برسیں ہے سر بام محبت
کہ بسا اور ہی گو سے ہے مشام وارث
کلمہ پڑھتے ہیں ہب مت سن کے کلام وارث
یہ مدینے کو جوے جائے سلام وارث
دور طوبی ہے کہ ہے گنبد بام وارث
نزع میں پیاس بجھائے منے جام وارث
آنگے لطف کا طالب ہے ریا کار ریاض
گو ریا کار ہے لیکن ہے غلام وارث

آنکھیں کھل جائیں جو ظاہر ہو مقام وارث
جام کوثر کے نہ داعظ سر محفل چھلکا
ہو محبت تو نہیں کافروں دیندار میں فرق
وہ بھی اس طرح آنہیں یاد نشمن نہ چمن
ہو قیامت نہ کہیں پامے نظرے پامال
دھوپ پڑنے نہیں دیتا ہے ادب سے خوشید
بُوئے گل جا بھی یہاں کام نہیں ہے تیرا
جان پڑ جاتی ہے ایمان کا شرف ملتا ہے
گل پیش دھو کے نیم سحری کے تلوے
سرد سے اس کی بلندی کوئی ہو گی سوسنہ
صدقت میں ساقی کوثر کے دعا ہو یہ تبول

غزلیات

میں بیٹھ بیٹھ گیا گرد کارواں کی طرح
کبھی جو آئے تو دو دن کو مہاں کی طرح
وہ لوگ جن سے روابط تھے جسم و جاں کی طرح
رو جیات کئی اس طرح کم اٹھ اٹھ کر
ہمیں ہے گھر سے تعلق اب اس قدر باقی
شریک درد تو کیا باعث اذیت ہیں

ریاض موت ہے اس شرط سے ہمیں منظور
ہمیں ستائے نہ مرنے پر آسمان کی طرح

نہ کام آئے جو دامن کے اشکِ خون کیا ہے
بنائے وعدا فردا سے اُن کے تارِ کفن
میں کچھ نہیں ہوں میرا خون آرزو کیا ہے
نہ رنگ لائے نہ بُودے اگر کریں پامال
جو توڑ ہے عوض مٹتے ذرا سا پانی دے
بُجھے گی پیاس نہ میری اگر گلا رگڑوں
جنما شاس پیں اُن کو ریاض ہو معلوم
غلام ساتیٰ کوثر کی آب رو کیا ہے

انجمن میں شور تھا بینا آٹھے ساغر آٹھے
بزمِ محشر سے غلام ساتیٰ کوثر آٹھے
روزن در کھولے جائیں یا جا ب در آٹھے
کچھ ہمارے کان پچھنکے اس طرح ناقوس نے
جاگ آٹھے سب سوتے فتنے اُن کی انگلائی کے ساتھ
کیا ہماری جان لیتے کو کوئی بات آٹھ رہی
آٹھتے میں طوف حرم کو بھی اے زا بد محشر
جاتے جاتے عرصہ گاہِ حشر تک جو حال ہو
سوئے صحراءوں میں امکھوں سے نکیں کیا کروں
ہم سمجھتے تھے نکالیں گے ہمارے دل کی پھالن
اتنی کثرت سے اے ساتی پھر اتھی تند تیز
کیا کروں کانہ ہنا نہیں دیتے فرشتے ساتھ کے
پھوپھوں برسے جس طرف واعظ ہوا تیرا گزر
میکدے سے شیخ فانی کہہ کے یہ رخصت ہے

بے پتے بھلی صبح محشر ہم کو لغزش ہے بہت
قرے کیونکر اُٹھیں بارگناہ کیونکر اُٹھے
جب سائی جس سے کی قسمت چک اُٹھی ریاض
حضرت ساحر کے درسے کیوں ہمارا سر اُٹھے

شرابِ ناب سے ساتی جو ہم وضو کرتے
وہ مل کے دستِ حنائی سے دل لو کرتے
بہت ہی کھوئے ہوئے ہم بیان رہے افسوس
آثار لیتے انہیں بام طور سے دل میں

ہم اخترار وہ اندازِ گفتگو کرتے
مہ صیام میں موقع جو ہم کو مل جاتا
کہاں کہاں نہ ہوئے گم تلاش میں تیری
نہ آئے پائے حنائی ہمارے پھولوں میں

ریاض کوثر و تینیم سب ویں ہوتے
جو پی کے ہم سر زمزم کبھی وضو کرتے

جلے آشیانے جودل کی طرح چمن سے شور فغال اُٹھا
یہ کہاں لگی یہ کہاں لگی کہ قفس سے اج دھوال اُٹھا
کوئی مست میدھہ آگیا مے بے خودی وہ پلا گیا
لگنی آگ دل سے جگر میں یوں آگ میرے ہی گھر میں یوں

نہ صدائے نغمہ دیر اُٹھے نہ حرم سے شودِ اذان اُٹھا
نہ تو لو اُٹھی نہ شرہ اُٹھے نہ چک اُٹھی نہ دھوال اُٹھا
تجھے نے فوش خبر بھی ہے یہ مقام کیا ہے یہ کیا ہے شے

یہ رہ حرم میں دکان مے - تو میں اس سے اپنی دکان اُٹھا
گئے ساتھِ شیخ حرم کے ہم نہ ملا کوئی نہ یہ قدم

ن تو خم بڑھانہ سب لوچھا جو اٹھا تو پیرِ مفال اٹھا
لب خم میں قم اب خم میں قم سرِ دش بار و خم کے خم
خم آسمال بھی ہو جس میں گم سیاہ ابر کمال اٹھا
یہ سپید ریش ریاض ہے جو بنا ہے بزم میں وعظ گو
اسے کیوں نہ ابر سیاہ کھوں کہ برس پٹا یہ جمال اٹھا
(صحیح امید لکھنؤ، دسمبر ۱۹۶۹ء)

نہیں میکدہ غرض بین معلوم ہوتی ہے
یہ خشت خم فرشتے کی جیں معلوم ہوتی ہے
مری حسرت تبسم آفرین معلوم ہوتی ہے
چھپی ترے تبسم میں نہیں معلوم ہوتی ہے
یہ اے صیاد رو رہ کر چکتی کھال بھلی
چلی بھی تین توکس ناز سے ختم ختم کے مرک مرک کر
اے ساتی ذرا مری شراب تلخ تو لانا
نگاہ تیز بھی پردے میں ہے ٹرگاں درازی کے
چھری بھی آج زیر آستین معلوم ہوتی ہے
لپک اس کی چک وہی دم خم وہی عالم
یہ بھلی کوئی آہ آتشیں معلوم ہوتی ہے
ریاض ایسی مرے دل سے لگی ہے جام کوثر کی
مے انگور اب اچھی نہیں معلوم ہوتی ہے

(شباب اردو۔ امر تسری جون جولائی ۱۹۳۱ء)

پاؤں کیا خاک اٹھے اب سوئے منزل میرا
چپکے منڈ دیکھتے رہتے ہیں عنادل میرا
نہ چھپا لا کھ چھپا حشر میں قاتل میرا
ہاتھ تھاما نہ کسی نے سر محفل میرا
غم تیرا جاں میری رنج تیرا دل میرا
جاں سے بھی ہے سو امیرے لیے دل میرا
دوری مادہ سے کچھ بیٹھ گیا دل میرا
رُنگ باندھا ہے چمن میں یہ فعال نے میری
آستین زنگ پر لے آئی لہو دے نسل
بزم قولی میں کیا خم سے اڑا لی میں نے
کچھ عجب لطف سے مل جمل کے رہا ایک ایک
یہ میرا ہو کے رہا بعد فنا تربت میں

جو کھلا پھول بنا زخم میرے دل سیاض
 جو کلی رہ گئی لکھنے سے بنا دل مسیرا
 (شباب اردو۔ ام تسری جون جولائی ۱۹۳۱ء)

بھیلیاں کو نہ تھی ہیں آج تو سے خانے میں
 خم میں جو ہے وہ ہے انگور کے ہر دلنے میں
 لطف لکھنے میں ہے یا پھول کے مر جانے میں
 آپ تو زلف سے بھی بڑھ گئے بل کھانے میں
 نور کی شمعیں نہیں روشن مرے کاشانے میں
 ہے وہ تیرے چھکتے ہوئے پیانے میں
 دل ہے کعبہ میں مراجاں بُت خانے میں
 کیوں اڑے رنگ خا غیر کے گھر جانے میں
 رزق ملتا ہے در حضرت ساحر سے سیاض

جام چھلکاتے ہیں بیٹھے ہوئے میخانے میں

(صبح امید۔ ۲۷ مئی ۱۹۴۰ء)

نماز بھی وہیں پڑھتے ہیں وہیں وضو کرتے
 شکار بھی بٹے کے کنارے جو کرتے
 کلیم بات بڑھاتے نہ گفتگو کرتے
 لب خاموش سے اظہار آرزو کرتے
 حسین بھی ہوں خوش آواز بھی فرشتہ قبر
 کٹی ہے عمر حسینوں سے گفتگو کرتے
 ہماری پھول کا ساغر اگر یہ گل بنتے
 تو اور نگ سے اظہار نگ دبو کرتے
 اگر حباب تھا پردے سے گفتگو کرتے
 یہ واغ میں بڑے پھیلتے ہیں ستر دامن
 جو آبِ زمزم و کوثر سے شست و شوکتے
 نکل گئے ہیں بہت دور جستجو کرتے

بقدرِ ظرفِ وضوئے جو ملتی پانی سی سیاہ رُو بھی دم حشر شست و شوکرتے
نہ تھا شباب کر میں ریاضَ زر ہوتا
تو دن بڑھاپے کے بھی نذر لکھنو کرتے
(صبع امتیہ لکھنو ۱۹۲۰ء)

گل مرقع میں ترے چاک گریاںوں کے شکل معشوق کی انداز ہیں دیوانوں کے
کعبہ دوہر میں ہوتی ہے پرتش کس کی
جام سے تو بہ شکن تو بہ مری جام شکن
پر پرواز بنے خود شر شمع کبھی
شمر شمع بنے پر کبھی پروانوں کے
ذکر کیا اہل جزوں کا جب آتی ہے بہار
وہ تو وہ رنگ بدلت جاتے ہیں زندانوں کے
و سعیت ذات میں گم وحدت و کثرت ریاض
جو بیباں ہیں وہ ذرے ہیں بیباںوں کے
(شبستان اردو ڈا سجست - نتی دہلی - فروی ۱۹۲۹ء)

میری آنکھ میں آنسو ہے تیرے کا بیٹیں ہوتی ہے
حسرت بیٹھی دل میں اب جان کو میرے روئی ہے
شاید میری بھر کی شب منہ کی سیاہی ہوتی ہے
قسمت کو میں روتا ہوں قسمت مجھ کو روئی ہے
حق میں ہمارے بڑھ بڑھ کر اور یہ کانتے بوئی ہے
قسمت قعر سمندر میں کشتی آج ڈبوئی ہے
کوئی بھی ہو دل میں جگہ ہوتے ہوتے ہوتی ہے
او بھگت مے خانے میں زاہد اتنی ہوتی ہے
تیری چال کے فنوں نے کیسی آفت جوئی ہے
آب زیادہ کس میں ہے چشمک باہم ہوتی ہے
شمع فرسودہ بجھتی ہے مسوی محفل ہوتی ہے
موقی سی وہ آب کمال آنسو کالا موئی ہے
میری آنکھ کاتارا ہے آنسو میری قسمت کا
زخم جگر کی بخیگری اب ہے مژہ کی سوزن سے
ساحل تر سے دور سوا، تہ ساحل سے دور سوا
دل پر نقش مہروفا دو دن کی توبات نہیں
کبھی آکر شیخ حرم نام نہ لے پھر جانے کا
جان چھڑانا مشکل ہے ظالم آج قیامت کو

پی پی کر میں روتا ہوں رورو کر میں پتیا ہوں
 داغ جو کوئی پڑتا ہے تو بہ دامنِ دھوئی ہے
 پُر خم زلف کو سودا ہے بل کم ہوتے جاتے ہیں
 اب دل لے لے کر کچھ اور گرہ سے کھوئی ہے
 اشکِ ندامتِ امنڈے ہیں تو بہ دامنِ دھوئی ہے
 ہاتھ پر پانے ہاتھ دھرے حشر کے دن چپ بیٹھا ہوں

حدسے بڑھی تاشیرِ جنزوں سرتاپ تصویرِ جنزوں !
 شکلِ ریاضؑ اب دیکھیں کیا دیکھ کے دشت ہوتی ہے

(زمانہ۔ کان پور، جنوری ۱۹۲۶)

بے چراغ آج ہے ہر لیک نشین کیا
 میرے دم سے کبھی آباد تھا گلُشن کیا
 بے سبب نام ہوا آپ کاروشن کیا
 دے اُختا خُون، دمِ حشر یہ دامن کیا
 نگہ شوق، یہ دیوار میں روزن کیا
 ساتھ قشے کے ہے زنا بر بہمن کیا
 آج پھیلا ہے اُج بالا سرِ مدن کیا
 جب ہمیں باغ سے نکلے تو نشین کیا

رنگ پر کل تھا ابھی لا لَهْ گلُشن کیا
 اب خدا جانے بھار آتی ہے اس میں کہ نہیں
 چھپ کے راتوں کوئیں آپ نہ آئے نہ گئے
 ذبح کے وقت بہت صاف نہ تھا یہ تو
 تو دھری جائے گی اُس گھر سے جو نکلی کوئی بات
 میری سچ درج توكی عشقِ بُتاں میں دیکھیے
 آئے ہیں داغ نیادینے وہ مجھ کو پسِ مرگ
 با غباں کام ہمیں کیا ہے وہ اُبڑے کر رہے

پار سابن کے ریاض آئے ہیں میخانے میں
 آپ بیٹھے ہیں چھپائے ہوئے دامن کیا

یہ پری تیرے یہے ادول بلا ہو جائے گی
 چار دن میں اور گلُشن کی ہوا ہو جائے گی
 کچھ نہ کچھ بدنام اب میری دفا ہو جائے گی
 پار اب کشتی مری اے ناخدا ہو جائے گی
 کیا خدا ان بتوں کی اے خدا ہو جائے گی
 اب زمزم کیا ملاؤں بدمنہ ہو جائے گی

چھیرتے ہی سر مرے زلفِ رسہ ہو جائے گی
 اے اسیراں نفس آنے کو ہے فصلِ خزاں
 ساتھ اشکوں کے لمو کیا لخت دل آنے لگے
 مونج طوفاں پھینک دے گی اُس کو ساحل کی طرف
 لے نہیں سکتا ہوں میں مجھوں سے بھی کعبہ کا نام
 لا بھی دے سوڈے کی بوتل جا کے اے شیخِ حرم

لوٹ لو اچھی طرح لطفِ معاصی اے ریاض
میں یہی آثار اب دُنیا فنا ہو جائے گی

وہ کو سننا مجھے اُن کا مرا دُعا دینا
کہ سال اُڑئے گی نہ زاہد کو کچھ پتا دینا
تمارے کوچھ میں کچھ طور والے بیٹھے ہیں
ذرًا تم آکے لبِ بام مسکرا دینا

بلا ہے قبر کی شب، اس سے بڑھ کے خشکے دن
رہے گا یاد مجھے بھی، اُنسیں بھی وصل کی شب
مزرا ہو تنگ درِ خانقہ میں شیخ پھنسے
نہ لالہ زار بُسنا مزار کو، نہ سسی

ہزار بار میں اس التفات کے صدقے
کریں وہ اور بھی پامال خون سُشدہ دل کو
نہاروں عیب چھپاتی ہے مری رشیش دراز
مرے سوا نظر آئے نہ کوئی دوزخ میں

چک رہی ہیں نگاہوں میں بھیلیاں پیغم
جمال تھا بہت آئے لگا ہے منہ واعظ
سُنا ہے ہم نے بہت کچھ کلیم کے منہ سے
زبان ہو بند مری تو بھی کر لوں میں تو بہ

حُم ہے جائے ادب، کام دے گی جنت میں
گل ہے تو بہ کو مینا کا شورِ تلقن بھی

شرابِ نابِ سخن کا یہ دور آخر ہے
غزلِ ریاض کی یاروں کو تم سُنا دینا

ہوگی وہ دل میں جو ٹھانی جائے گی
کیا کسی کی بات مانی جائے گی
ڈھنل چکی ہے اب جوانی جائے گی
یہ شراب ارغوانی جائے گی
تینخ ہی کیا ہاتھ میں قاتل کے تھی
اسے حنا تو بھی تو سانی جائے گی
خدمت میں خانہ کر لے درنہ شیخ رائیگان یہ زندگانی جائے گی
پینے آتے ہیں فرشتہ خوریاض
حور کے دامن میں چھانی جائے گی

سیماں اکبر آبادی

سیماں اکبر آبادی کی پیدائش بروز دو شنبہ جمادی الثانی ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۰ء اور بوقت صبح آگرہ میں ہوئی۔ آبائی مکان نائی منڈی گلکوگلی اصلی والا مکان کے نام سے مشہور تھا۔ آپ کے دو بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ آپ کے آباؤ احمد اور عہد اور ننگ زیریں عاملگیر تھک بخارا سے ہندوستان وار ہوتے اور اکبر آباد (آگرہ) میں سکونت پذیر ہوئے۔ دادا کا نام شیخ بنی بخش صدقی اکبر آبادی تھا۔ دادا تھصیلدار تھے جو کہ مختلف مقامات ہمیر پور اور فتح پور وغیرہ میں تعینات رہے۔ سیماں صاحب کے والد محمد حسین صدقی بھی ملازمت کرتے رہے اور ایک عرصہ تک طائف آف انڈیا پرس کی شاخ کے افسر اعلیٰ رہے مصنفوں بھی تھے۔ گلستانہ عطار (چار جلد) مجموعہ شہادت اور کرامات غوثیہ وغیرہ وغیرہ کتابیں تصنیف کیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیے :-

وہ جو حوصلہ تھا حسین کا نہ تو دید ہے نہ شنید ہے
کہ دیکھ آئیں تین کا مجھے یار کی دید ہے
جو لہو گلے ہے روں ہوا کہا عاشقوں کی یہ عیہ ہے
جون شار سجدے میں سر کرے وہ شہید ہے

تعلیم

ابتدائی تعلیم جمال الدین سرحدی، سید احمد گنگوہی، قمر الدین اور عبد الغفور وغیرہ سے۔ اصول اور منطق کے علوم کی تکمیل اور فارسی زبان اور عربی بھی انہیں سے سکھیں۔

شاعری کا آغاز

شاعری در شہر میں ملی تھی۔ بقول سے
میں کہ پیغمبر تہذیب سخن تھا سیما۔ سلسلہ شعر مہذب کا مرے گھر سے چلا

ملازمت :

۱۸۸۹ء میں والد کا انتقال ہو گیا اور بھر نار تھد دیسٹرین ریلوے کا ان پور میں ملازمت اختیار کی۔ اس ملازمت کے دوران میں حضرت داعی کی شاگردی اختیار کی۔ کان پور اور لکھنؤ کے مشاہدوں میں شرکت کرتے رہے اور شاعرے لوٹتے رہے۔

سلسلہ وارثیہ میں بیعت

کان پور میں آپ اور نظر وارثی کان پوری ایک ہی مکان بمقام گوال ٹولی میں رہا کرتے تھے۔ ایک دن ان کی ہمراہی میں دیوبی شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر حضرت حافظ حاجی دارث علی شاہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ تھوڑے سے ہی عرصہ میں سیما ب صاحب ہندوستان بھر میں مصروف ہو گئے اور مختلف رسالوں، جمیلوں صوفی، سالک نظام الماشائی اور صحیح بنارس میں کلام شائع ہونا شروع ہو گیا۔ دوسران ملازمت اجمیر شریف کی تعیناتی میں شاعرانہ طبیعت نے اس جگہ بھی اپنا نگ دکھایا۔ پانچ سال اجمیر شریف میں رہنے کے بعد واپس آگرہ آگئے۔ آگرہ میں رسالہ "مرضع" جو فرشی فرید الدین خاں گوہر مطیع سے شائع ہوتا تھا کی ادارت کی۔ (الوارث سیما ب نمبر ۱۹۷۹ء) پھر اس کے بعد در ان ملازمت ان کی تبدیلی ٹوٹ گئی۔ اب زیادہ مصروف ہونے کی وجہ سے ان کے شاگردوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ ۱۹۲۲ء میں آگرہ میں قصر الادب کے نام سے تصنیف و تالیف کا ایک ادارہ قائم کیا۔ اگست ۱۹۲۳ء میں ایک جریدہ "پیغام" کا آغاز کیا جو زیادہ مقبول عام ہوا۔ اخبار "ریاست" دہلی سے بھی منتسلک رہے۔ ۱۹۳۰ء میں قصر الادب سے پندرہ روزہ "شاعر" جاری کیا۔ ساغرنظامی اور رازچاند پوری اور دیگر سینکڑوں اشخاص ان کے شاگرد تھے۔ تقسیم ہند کے بعد ہجرت کر کے پاکستان کرچی میں آگئے۔ یہاں پر آگر پندرہ روزہ "پرچم" جاری کیا۔ آپ نے تقریباً تین سو کتابیں لکھیں۔

آخری ایام اور وفات

۳۔ ستمبر ۱۹۵۰ء بنم سیما ب کراچی کامہانہ مشاعرہ زیر صدارت حفیظ ہوشیار پوری ہوا۔ ۹۔ بجے تک مشاعرہ جاری رہا۔

مشاعر سے واپس آئے، رات کی صبح ہوئی اور طبیعت خراب ہو گئی۔ پھر اس کے بعد روز بروز طبیعت خراب ہوتی ملی کئی۔ ایک ماہ تک طبیعت برابر خراب رہی۔ آخر ایک دن اس دارالبقاء کی طرف کوچ کر گئے۔ ۱۹۵۰ء میں وصال ہوا۔

غزلیات

میں حُسن کی نظر میں سے جب محمد تماشا تھا
ایے بے خودی دل کیا تو نے مجھے دیکھا تھا
یہ میرے تصور میں حیرت کردہ کس کا تھا
تو دہم کے پردے میں معروف تماشا تھا
اک عالم بے زنگی نظری تھیں نہ جلوا تھا
غیرت نے گوارا کی ہر حال میں خاموشی
پر دہ جسے سمجھا تھا غافل دہی جلوا تھا
یہ چاک گریاں کے تیور میں شکن اب تک
پر دہ جسے سمجھا تھا غافل دہی جلوا تھا
ہر حال مرے دل کا اک حال مسلسل ہے
فطرت سے شکایت بھی کی گو نہ تقاضا تھا
ماڑک سی شلگفتہ سی آواز اک آئی تھی
کل عالم وحشت میں کس نے مجھے چھپڑا تھا
بجلی کی طرح وہ تو لسرا کے ہوئے پیناں
پسے بھی غم فردا میرا غم فردا تھا
آسودگی ظرف نظر ادا پہ مرتا ہوں
کیا تم نے مجھے دل کے پردے سے پکارا تھا
محجور تعلق ہوں جب غور کیا میں نے
میں کس سے کہوں میرا مقصودِ نظر کیا تھا
کیا صلة وحشت سے ملتی آنسیں آزادی
اک جلوہ ناقص بھی تکین تماشا تھا
دیوانوں کی دُنیا میں صحراء پس صحراء تھا
ذہنا تو نہ تھی دل میں لیکن غم دُنیا تھا
محجہ کہ شب غربت میں کیوں مونس غم ملتا
جو کام تھا فطرت کا ہر حال میں تنہا تھا
سیحاب محبت کے آلام کا شکوہ کیا
انوال پر محبت کا انعام بھی کیا کیا تھا

شکست پا ہوں شریک اپنے کارواں میں نہیں
مرے نصیب کی گروش بھی آسمان میں نہیں
یہ تو قوت تحقیق با غبال میں نہیں
کہاں گئیں وہ بھاریں جو بوستان میں نہیں
حواسِ جمع نہیں ربط جسم وجہ میں نہیں
بچا فنا سے بدل کر بھی کچھ زیال میں نہیں
وہ راز ہوں جو ابھی ذہن رازواں میں نہیں
ہر ایک دل کو ہے دشوار معرفت مری

سمجھ رہا ہے کہ مجھ سا جہاں میں نہیں
میں رازِ بن کے بھی قابوئی رازدار میں نہیں
پھارے وقت کا تنکا بھی آشیاں میں نہیں
یہ جانتا ہوں کہ میں ذہنِ نوحِ خواں میں نہیں
چہاں شریک فرشتے بھی امتحان میں نہیں
کمرے پاؤں میں کائنٹے سی زیال میں نہیں
فناشناں کوئی مرے کارروائی میں نہیں
جہاں میں عشق کی مٹی خراب ہے سیماں
زمیں تنگ ہے گنجائش آسمان میں نہیں

دیتا ہوں دادِ نظرت حقِ شناس کو میں
جُب نش جو دوں نگاہِ حقیقت کشا کو میں
دل کو ہٹاؤں کیوں نگہ آشنا کو میں
اے حشرابی نہ مے خبر شام بے خودی
افشا ہے مجھ پر رازِ خودی سترے خودی
اس کشِ کمش میں منزلِ مقصود کیا طے
پیشِ نگاہ رہنے درستِ خانہِ سرم
کیا رہا ہے بُت کی صدائے خموشِ سن
اس پریہن میں پُرخ سما ہوں خدا کو میں

میں ہوں جہاں وہاں ہے نظر کا گزر کہاں
منظور ہے ابھی انہیں پاسِ نظر کہاں
تعجب ہے ابھی انہیں پاسِ نظر کہاں
کیا جانے میں نے چینک دیے بال و پر کہاں
ہوں سرخوش جہاں سکون ہے مگر کہاں
نظر اڑے ہے بقدرِ مذاقِ نظر کہاں

رکھی ہے یہ متاع سر رنگزد کہاں
و دیکھا ہے تو نے میرا مقام نظر کہاں
یہ ملک جادو داں کے مسافر اودھ کہاں
یہ بھی پتہ نہیں کہ بنایا تھا گھر کہاں
میں جہاں خواب سے تھا پیشتر کہاں
اب غور کر رہا ہوں کہ ہو گی سحر کہاں
ہوتا ہے ختم دیکھیے اپنا سفر کہاں
منزل پر منحصر ہے مافسر ترا سکوں
ماہ و نجوم سے بھی پرے محسوس ہوں
زندہ دل ان عشق و فنا راز وہست بود
اجڑا اور ایسی شان سے اُجھڑا مرا چمن
غارت ہوتی تو پیں مری بیداریاں کیں
پنچا ہوں راہ دور سے ہستی کی شام تک
پروانہ ندر شمع ہوا شمع نذر صبح
اپنے جنون خام کی تکمیل کیجیے
سیماں پھر یہ موسم دیوانہ گر کہاں

وہ کیوں فریب کشِ حبودہ بھار رہے
نظر وہ ہے جو شرکیں جمال یار رہے
وہ جتنے چھپ گئے اتنے ہی آشکار رہے
چمن میں پھر تی آمد کا انتظار رہے
مگر کسی نہ کسی کے امید وار رہے
ٹھہر سکے نہ جب اک مرکزِ معین پر
تو کیب نگاہِ تماشا کا اعتبار رہے
یہ اب کے جوشِ جنوں کا نیا تقاضا ہے
اسی کا نام ہے دراصل کامل آزادی
کہ تیرے دل پر کسی کا نہ اختیار رہے
رہے تو عالم ہستی میں دیر ملک سیماں
مگر ملاں رہا کہ مستعار رہے

یہ خوشی اس کی جو ملتا آسے منظور نہیں
اور ہی جلوے ہلاکت کے لیے کیا کم ہیں
رُگ جاں دور ہے انساں سے وہ دور نہیں
نہ ہو بے پردہ جو اک جلوہ مستور نہیں

جب سے تیرے عقیدت ہو تو یہ بات ہے اور
اے مقدر عوضِ عشق نہ دے تاجِ ششی
میری نازش میں بھی تیری ہی خودی ہے محفوظ
اے مرے دوست میں خوددار ہوں مغزور نہیں
حُسْن کو عشق بنانا مجھے منظور نہیں
اُنہیں مافوسِ دفا آج میں کر گوں لسکیں
ختم کیوں سلسلہ دار درسن ہو سیماں
ہم تو باقی یہں اگر شبیٰ و منصور نہیں

مجبت ہی فنا کے بعد بھی برداشتے کار آئی
مرے ناکام ہوتے ہی دفا برداشتے کار آئی
پریشاں ہو گیا محشر پریشاں دیکھ کر مجھ کو
دعا گردش ایام تھا ترک چمن مسیرا
جنوں نے نیر مقدم کر کے رکھ لی شرمِ رسوائی
یہ حسرت تھی کہ داغِ دل کی لوجی بھڑک اُٹھی
دوروں کا شان سے سیماں مصروف تھلی ہیں
سمجھ میں آج وجہ انقلابِ روزگار آئی

نعت

پیام لاد ہے بارِ صبا مدینے سے
کو رحمتوں کی اُٹھی ہے گھٹِ مدینے سے
اللی کوئی تول جائے چارہ گر ایسا
ہمارے درد کی لادے دوا مدینے سے
حساب کیا کہ نکیرن ہو گئے بے خود
جب آئی قبر میں ٹھنڈی ہوا مدینے سے
یہی تو خانہ خرابی کا اک ٹھکانہ ہے
چلے کہاں دل درد آشنا مدینے سے
جنابِ خضر کو ظلمات نے دیے دھوکے
ملا تو ساغر آبِ بقا مدینے سے

ہمارے سامنے یہ نازش بسارِ فضول
نہ آئیں جا کے دہال سے یہی تھتا ہے
فرشتے سینکڑوں آتے یہ اور جاتے ہیں
اسی کافیض ہے دُنیا میں یہ وچکھٹ ہے
ہم اس کو مرچِ مقصودِ عشق کہتے ہیں
دلِ حزین کہیں کھویا ملا مدینے سے

مسند للح دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ایک سرکار بڑی ہے تری سرکاروں میں
ربط ہے جذبہ رحمت کو سیہ کاروں سے
لب پہ اس امتِ معموم کی رُوداد رہی
دہنِ مادر میں بھی امت کی تجھے یاد رہی
دہنی امت جسے خیرِ اُمّم کہتے ہیں آج ہے مُوردِ بیدادِ الٰم کہتے ہیں
اس پہ ارزال ہے جسے لوگ ستم کہتے ہیں حال اس کا نہیں معلوم تو ہم کہتے ہیں
سختِ رسوائی ہے تم بیراگرچہ نہ ہوئی
چھر نہ کہنا کہ ہمیں اس کی خبر کچھ نہ ہوئی

اے تری شان کریمی پہ یہ امت ہونثار کیا یہ پیغامِ ربیں گے یونہی سارے بیکار
اس سے پہلے تو نہ تھا یہ ثیری رحمت کا شمار بے اثر بات کا تھا منہ سے نکلا دشوار
متصل بابِ اجابت کا کہا جاتا ہے
پچھے جاتی تھی دعا پہلے اثر آتا تھا
نہیں معلوم کہ سرکار میں معروف کھسر فیصلہ عرضی امت کا نہیں مددِ نظر
اپنا یہ حال کہ ہر وقت ہے حالت بدتر شبِ گزرتی ہے تو ہونتی نہیں آمدید سحر
اس درِ فیض سے امید بند ہی رہتی ہے اور مدینے کی طرف آنکھ گلی رہتی ہے

ہمیں قسمت نے کیا بے نور دبے پر ایسا
کر دیا ہے ہمیں ادبار نے مضطرب ایسا
کسی سپلومیں وہ اُتمید بھرا دل نہ رہا
اب یہ افاذ نشانے کے قابل بھی رہا

یا بھی اب تو ہو اللہ عنایت کی نظر
بڑھ چلی حد سے زیادہ خلشِ زخم جگ
مال یہ ہے کہ ہوا دہر میں جینا دو بھر
وقتِ ضبط ہے امکان سکون سے باہر
کشمکش رنگ انکھا کوئی لائے نہ کیں
دل بے تاب ترپ کرنکل آتے نہ کیں

یہ وہ دربار ہے یہ جس کے مٹکل جبریل
اور منادی ہیں جہاں آٹھ پہر اسرائیل
متعدد خدمتِ تقسیم پہ میکا سیل
موت کی دیتے ہیں دشمن کو مزا عذر اسیل
یہ غیرِ قصرِ رسالت کی وزارت کے لیے
اور صدقیق ہو گئنا ہوں کی کلاں کے لیے
یہ وہ دربار ہے جس کی نہیں دنیا میں اپل
فیصلہ اس کا خدا بھی نہیں کرتا تبدیل
آپ ہی اُمتِ عاصی کے یہی واللہ کفیل
لقب احمد مختار ہے خود اس کی ولیل
آپ کے ہاتھوں میں دفتر ہے سیر کاروں کا
اختیار آپ کو ہے اپنے گز گاروں کا

جنگلی شاہ وارثی

آپ کا اسم گرامی شیخ مازنخش تھا اور تخلص جنگلی شاہ وارثی تھا۔ حضرت سرکار وارث پاک علیہ الرحمۃ کے حلقوں بگوش احرام پوش تھے۔ آپ کا تعلق ضلع سیتاپور اور خوشحال خاندان سے تھا۔ عربی و فارسی تعلیم کے ماهر تھے۔ آپ کو جوگ اجھیاں کا بہت شوق تھا۔ زیارت حج کی سعادت سے بھی بہرہ یا ب تھے۔ جب سرکار وارث کے غلام ہوئے تو بحکم سرکار پاک جنگل میں رہنے کا حکم ہوا۔ اسی نسبت سے جنگلی شاہ وارثی کے نام سے مشہور تھے۔ فتح پور کے پاس

یہ جنگل ہے۔ دارث کی غلامی کے بعد تمام عمر ہمیں گزار دی اور اسی جگہ مدرس بننا۔ آپ سے دونوں تجھتیں یہ اسے بھیت کئے ہیں۔ آپ نے ایک شنوی "گلزار دارث" لکھی ہے۔ اس شنوی میں اپنے پیر و مرشد کی مکمل زندگی کا نقشہ کھینچا ہے۔ سرکار پاک نے ساعت فربا کر کہا "تم نے راز دل سے پردہ آٹھا دیا۔" اس شنوی کے اندر غزلیں بھی ہیں اور ہندی دوہے بھی درج ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیے۔ ۱

کلمہ کہہ سب سر دھنیں جا کا اور نہ چھوڑ	دارث کا مکھ دیکھ کے سب چتویں وہی اور
پُریم کی بزند پڑی جا کے مکھ پر تن من بھیوسہ پوری	ٹور کارنگ بھرا دا کے گھٹ میں ہر سرچھپر کوری
مانوں کو شر ماں گروری	

چند اشعار ہولھر کے

ایسی کہن بر جوری سیام میری بھیاں مردروی
ابا گلابی کسم رنگ چھڑکن ہمکا کیں شربوری
ہاتھ جور بنتی کر تھاکی رنگ پر رنگ جھیوری
نوج کھیلوں ایسی ہوری

ہنس ہنس رنگ لگادیں ہمکا بھیاں ڈار گوری گوری
نایں نایں میں کتنوں کہا کی نازک چھتیاں مردروی

مسک گئی چولیا موری

میسر ہو دلا ہر دم جسے دیدار دارث کی قدم چوئے بُلائیں لیں سر دیدار دارث کی
ننکلے پھر کبھی توں قرخ عزت سے محشر تک نظر آئیں اُسے گر ابردستے خمہار دارث کی
پتہ پونچھے سے اکثر لوگ یہ الفاظ کہتے ہیں ترتیب ہے جہاں بسل وہ ہے دیدار دارث کی
یہ تسلیم درضا کا حال ہیگا اُس کے کوچہ میں جھکا دی سب نے گردن جب اُٹھی ٹوار دارث کی
کسی نے گر کہا جنگلی سے کیوں خاموش بیٹھے ہیں کہا میں سن رہا ہوں دل سے بُس گفتار دارث کی

بھول تک جس کے یار و آگیا ہے جام دارث کا
ننانی الشیخ ہو کر گیا وہ دام دارث کا
یہی ہے رات دن جنگل کا شغل مشغله یار و
تصور بس رہا کرتا ہے صبح دشام دارث کا

میں ریش مبارک سے کیا دوں مثال
مگر ایک مضمون ہے حسب حال
یہ ریش اُس کا قرآن ہے صفات صفات
دہ ریش مبارک ہے اُس کا غلاف
سواس کی دوسری اور ہے
مثال اُس کی لکھنے کا ایک طور ہے
یہی میرے پلے میں مضمون ملا
میں لکھتا ہوں اس کو اب ایک طور پر
جو ہے اُس کا مضمون کیجیو نظر
ادلٹ پھیر ہے اس میں کیا کھوں
رُخ درویش تک شمع ہے واڑ گوں

مولوی لطافت حسین وارثی

آپ شیخوپور و ضلع منگیر (یوپی بھارت) کے رہنے والے تھے۔ عربی کے مستند ادیب اور معقولات کے مکمل عالم تھے۔ سرکار دارث پاک کے نادیدہ مشتاق زیارت ہوتے اور اس گردیدگی کا یہ اثر ہوا کہ دفتراً عادات روزمرہ کے ساتھ خیالات میں بھی عظیم انقلابات ہوتے۔ آپ کا کلام فارسی میں ہے۔ چند شعروں کا انتخاب پیش ناظرین ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار قصیدہ جات کے یہیں۔

ضرب مردانہ زن سیئہ صد چاک شوم	دل چو بشکستہ شود عرش شہم پاک شوم
سر بکف حلقة خونیں کفناں زیب بدن	با امید یکہ شید بہت سفاک شوم
چان گوید کہ بر اہش خس دخاشاک شوم	خوش خرامم چو بہنسہ کفت پائی آید
غاک پر عیش دنشاطیکہ بدار ایں دہند	در دعشق تو بدل گسیرم دغناک شوم

شہ سوارم چو کند عزم شکار دل من
نقد با سوخته ام نفسِ عدو بیک نسخت
نیستم جاں صدر گه ہئے فرماں شوم
آتیشے زن که زفاک آمده ام خاک شوم

اے قبلہ ایمان من گاہے نظر بر من فگن
اے پاسخ ارعان من اے مجت برہان من
اے معنی قرآن من گاہے نظر بر من فگن
اصلام من ایمان من گاہے نظر بر من فگن
بر تو بود ادعان من گاہے نظر بر من فگن
اے ساتی دوران من گاہے نظر بر من فگن
تو اے محمد زان من گاہے نظر بر من فگن
اے کعبہ ایقان من گاہے نظر بر من فگن
اے پاسخ ارعان من اے مجت برہان من
تصدیق تو ایمان بود مُنکر تو شیطان بود
نے مومن نے کافم از هر دو فارغ غاطرم
جایے بده مُستم کند تانیست از هستم کند
نا دیده دیدار شما چوں او لیش باشم بُبتلا

من قبلہ راست کردم برست خوش لقاۓ
از چشم داہروانش خارت گر جانے
نمھورے پرستے ظالم دراز دستے
هرتاب بے جابے خورشید بے نقابے
ذر دیده کن نگاہے از دل کشم من آہے
عڑیاں سرے چو ماہے شوخ برہسته پائے
صد فتنہ در نگاہے صد عشوہ در ادائے
رفتار ہم چو مسٹے ہوشیار دلربائے
عیار بے وفایے فتال کج ادائے
باشم قتیل چشم دیک غزہ خول بھائے

مطلع خورشید ایمال سست زال سیماتے من
پیچ می دانی چې دیوی، مظہر رحمانی است
خود چې دیوی نماز گاه شوق عاشقان
خود چې دیوی عاشقان را کعبہ ایمان دویں
نور پیشانی است خاک کوچہ دلوایتے من
مرسخائے عالین دامن ملحتے من
موطنِ محبوب یزاداں منزلِ سلمانے من
مقصدِ صحراء نورداں محلن لیلاتے من
بود در طفیل ہمیں بازیگه آقاتے من
(دیوی شریف کی محنت)

مولانا عقل وارثی لکھنؤی

مولانا عقل وارثی صاحب مذہب اُسٹری اور نسباً سید خاندان اجنباد سے تھے مگر سرکار وارث پاک علیہ الرحمۃ کا روئے حق نما دیکھ کر زبان صدق "اوْدَلَكَ هُمُ الْوَارِثُونَ" کہا اور ظلّ حمایت وارثی میں پناہ گزین ہوئے اور تابیات محدث سرانی کی، چنانچہ آپ کی تصنیفات میں تہتر شعر کا ایک تصدیق ہے جو قصیدہ اتحادیر کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعض اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔

در کوئے او بپوہند گم کردہ دست و پارہ
مامول و آمنا نند اسرارِ انبیاء را
از سالکان واصل مشہود مصطفیٰ را
حسنِ حسن طیسر۔ آن خیر اصفیا را
بہسر لوح صاف باطن مرضی مرتضی را
خیرِ القرون قرن ، سلطان انبیاء را
بودند اہل باطن ، تارک زمود طلا را
ایں جملہ عارفاند اسرار اوصیاء را
ہم مظہر خدا یند افراد ماسوئی را
مسدی دین محمد سلطان اولیاء را

عشاقِ محود یند ہر جاش جملہ جو یند
ایں اہل باطناند ایں لب کائناتند
چون آں کمیل کامل با معرفت موائل
ہمتام سبطِ اکبر مشقق زحسن مصدر
سلمان فارسی بود۔ آں نقشبند مسني
یک بود اولیں قرن دانائے رمز ارنی
مقدار و ہم البدار ، وال راز وال حلیفہ
ہم بایزید و کرخی ، ستری جنید و شبیلی
کاں غوث و قطب و ابیال آیات کبریاند
ظللِ آللہ اوحد ، قائم مقام احمد

وارث علی چو نوع است کشتی تقیا را
ساقی اکب حیوال اسکندر و گدا را
فرمود چوں سلمان تحسید این سارا
او سینہ کرد سینا مسراج تقیا را
تا کرد نام روشن ، یحییی و زکریا را
عشقِ حق بسر کرد شیب و شب و صیا را

الحال قطب درال غوث زمال حاضر
الیاس بحسر عقال ، اور لیں خلد رضوال
لقمان حکمت است او داؤد شوکت است او
بہسر کلیم سینا ، خلوت گ وصال است
یوسف بصورت است او یعقوب سیرت است
علی صفت زار است او پیر را دلی عهد

ایں خیر و ارشاد شد آئینہ اولیا را
انسان عین او ہست، اخیال انبیاء را
ارشاد لا تسبد پندست از کیا را
شیرست در شجاعت ہر بیشه دغا را
داد شکست فاشے حرص و طمع ہوا را
اطوار اوچہ ثوری روزانہ و شب را
ذکرش بود فنا نہ اسuat مدعا را
آں مطلع الشموس ست والشمس والضھی را
چوں احمد و علی را ہست اتحاد را
باشد حدیث صادق، سروار انبیاء را
ہم جسمک وجسمی ہم لحم و ہم و ما را
ہم لفظی است حرفاً تما کے کنم شنا را
ارباب دانند ایں رمز آشکارا

آخر زبیت طاہر یعنے بنی آخر
نے نے غلط نوشتم آئینہ چیست بلے چین
یکتا دبے نظر است فردادیر پیرست
فردست در قناعت یکتا سست و رضاعت
مشل جنید وارد بنجید لشکر بر
اسرار اوچہ سری اشغال اوچہ شبی
بسطامی زمانہ معروف را یگانہ
آل اکرم النفسوں ست آل اعظم الرؤس ست
وارث ولی مراد ف معنی ارش دارند
لفظ علی متنی ہم یا آنا و منہ
ہم روحک اُروجی ہم نفسک و نفسی
ہر گونہ اتحادے قلبی و معنوی است
گر قلب داؤ خواہبند پس داؤ رابخواند

میال حیرت شاہ وارثی

حضرت سرکار عالم پناہ حاجی وارث علی شاہ علیہ الرحمۃ لے سلسلہ قادریہ کی تکنلت اور سلسلہ چشتیہ کی رنگینیوں کو ترکیب
دے کر جو سلسلہ وارثیہ جاری فرمایا وہ دلکشی اور روحانی اثر انگلیزی کے لمحاظت سے اپنی مثال آپ ہے حضرت چرانغ خاندان
پنجتی وارث پاک علیہ الرحمۃ کے پرده ذفرانے کے بعد جن مختلف اکابر نے اس سلسلہ وارثیہ کی روشنی اور وسعت میں اضافہ
فرمایا۔ ان میں سراج الشعراں ایمان الطریقت حضرت میال بیدم شاہ وارثی علیہ الرحمۃ بھی شامل ہیں جنہیں بڑا راست سیدنا
حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ سلسلہ وارثیہ کے اس مقدس اور نامور سراج الشعراں کے مرید
خاص حضرت میال حیرت شاہ وارثی علیہ الرحمۃ تھے۔ جنہوں نے پاکستان میں سلسلہ وارثیہ کی تنظیم و ترقی کیے سب کچھ
تربان کر دیا۔

سنت جنوری ۱۸۹۲ء میں بمقام جالندھر (مشرقی پنجاب بھارت) میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد
وارث ایک مشین اور صاحبِ ریاضت بزرگ تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم جالندھر شہر ہی
میں حاصل کی۔ اس کے بعد لاہور آ کر سلسلہ تعلیم جاری رکھا۔ بعد میں گورنمنٹ پنجاب مکمل تعلیمات میں سرکاری ملازمت
اختیار فرمائی۔ اس کے بعد چند سال تک مکمل ماں دپوست، اینڈ ٹیلیگراف میں معزز عمدوں پر فائز رہے۔ ۱۹۲۴ء میں آپ
دہلی سے بغرض زیارت و حاضری سرکار سیدنا وارث علی شاہ علیہ الرحمۃ کے روضہ اقدس واقع بمقام دیوبی شریف ضلع بارہ
بیکی یونیورسٹی بھارت تشریف لے گئے۔ دہلی پر حضور میاں بیدم شاہ وارث علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر بیعت د
رنگیں پوشی ہوئی ملازمت کو آپ نے خیر باد کہہ دیا۔ آپ نے کپور تھلکے جنگلوں میں شب دروز سخت مجاہدے
گزنا شروع کر دیے اور عبادت دریافت میں مشغول رہتے تھے۔

آپ نے غالباً ۱۹۳۶ء یا ۱۹۳۷ء میں پہلا جامدادی کیا۔ آپ نے افغانستان، ایران، عراق، مصر، اسردن، شام اور
مشین تقریباً تمام عرب ممالک کی سیاحت فرمائی۔ آپ نے تک تاسیں حج کیے اور ہندو پاکستان کی تمام خانقاہوں کے
بزرگان سلسلے کے اعواس پاک میں شرکت فرماتے رہے۔ درویشی میں برہنہ پادل رہنے کی وجہ سے پاڑل کے تلوے سخت
ہو گئے تھے اور جسم بھی بھاری بھر کہو گیا تھا۔ درویشی اختیار کرنے کے بعد مختلف مقامات پر رہے۔ پاکستان کے معرض
وجود میں آئنے کے بعد ۱۹۵۲ء میں برلب دریائے چاب نزد چنیوٹ ایک مندر میں قیام رہا۔ بھروہاں سے کراچی تشریف لے
گئے۔ دہلی بھی مختلف مقامات پر قیام رہا، لیکن زیادہ تر سیاحی میں رہے۔ تقریباً ۱۹۵۵ء میں کراچی تشریف لے گئے۔ پھر
آپ کراچی ہی کے ہو کے رہ گئے۔ موسیقی سے آپ کو کافی لگاؤ تھا اور موسیقی کے تاریخ پر دے بنخوابی دائمیت رکھتے تھے،
بلکہ آوازِ خوش زندگی کا سسارا۔ دناغی کا وشوں کام ادا اور جسم درود کے سارے امراض کا علاج تھا۔

عمر ایں نسخہ از بیاضِ میحان نوشتہ اندر

حقیقت یہ ہے کہ موسیقی اور شاعری ایک ہی حقیقت کے دو مختلف علوے ہیں اور ٹھیک ایک ہی طریقے پر
طمور پر بھی ہوتے ہیں۔ موسیقی کا مولف الحان کے اجزا کو ذکر و تناسب کے ساتھ ترکیب دے دیتا ہے۔ اسی طرح
شاعر بھی الفاظ و معانی کے اجزا کو حسن ترکیب کے ساتھ باہم جوڑ دیتا ہے۔

عمر تو حنابستی د من معنی رنگین بستم

آپ کے دو دیوان نقشِ حیرت اور عکسِ حیرت تھے۔ آپ نے ۱۹۲۳ء میں کراچی شریف سے ایک پندرہ روزہ رسالتِ الوارث
کے نام سے جاری کیا۔ آپ کا دصال، ارکتوبر ۱۹۶۳ء ارجمندانی الموقوں ۲۸۳ھ بروز جمعرات ہوا اور مزار اقدس کراچی

پاپوش نگر قبرستان میں واقع ہے۔

جناب مولوی آغا عبدالحید صاحب المجد وارث کپور تھلوی آپ کے کلام پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

”حضرت حیرت شاہ وارث خود توجیرت بیس ہیں، مگر ان کا کلام حیرت و استحجان کو دوڑ کر کے ایک گونہ سرت د انبساط بخشندا ہے۔ کیا اربابِ ذوقِ سلیم اور کیا عامۃ الناس جب اسے سُننے ہیں تو اس میں ایک عالمگیر مجبت کا دل علم پاتے ہیں، کیونکہ آپ کو فیضانِ فقر و تلمذ حضرت سراج الشعراً لسان الطریقت حضرت بیدم شاہ وارث علیہ الرحمۃ سے حاصل ہے جن کا زنگِ تعزیٰ آپ کے کلام میں ایک غایباں جھلک رکھتا ہے جو فہم و ذکا حیرت شاہ صاحب کو عطا ہوا ہے اس میں مجبت کا عنصر بکثرت معلوم ہوتا ہے، کیوں نہ ہو کہ جس مرشد دوراں یعنی حضرت سید دارث عالم پناہ نور اللہ مرقدہ سے فیضانِ روحی کا حصہ ہے۔ ان کی ذاتِ ستودہ صفات سپرِ ولایت پریطنِ مادر میں ہی آناتِ نصف النہار بن کرچک رہی تھی اور عالم وجود میں پرتوکلگ سہو کر مشرق سے مغرب تک درخشان رہی اور تائیامت رہی گی۔“

حیرت شاہ وارث صاحب معاصر خواجہ گانجشی ناظمیرہ فخریہ میں سے فرید العصر میاں علی محمد صاحب ہریشیار پوری کے غایت درجہ عقیدت مندرجہ ہے۔

مری جان پر غمِ فداءٰ مُحَمَّد مری آنکھ محو لقاءٰ مُحَمَّد
زمیں آسمان ہیں برائے مُحَمَّد جو عرشِ معلّیٰ ہے جائے مُحَمَّد
مرا دل بھی ہے خاک پائے مُحَمَّد

عجب شانِ قدرت عجب ہیں کریشے کوئی ان کو دیکھے تو کس طرح دیکھے
ہوئے جمعِ یکجا تھے دو نور ایسے نظر آئے اُن میں جو اپنے ہی جلوے
تو خالق کو بھائی اداۓ مُحَمَّد

دل بے نوا ہے جانِ مجبت ہے محبوب بھی کون؟ فخر رسالت
اللی بس اتنی رہے مجھ پر رحمت وہ روئے منور ہو اور میری حیرت
رہوں تا قیامت فداءٰ مُحَمَّد

نعتِ شریفہ

محمد اللہ کے عالم میں وہ نور العالمین آئے ضیائے مرسلین آئے بنائے صادقین آئے

وہ فرِ اولیں کا آخری نور میں آئے
وہ علمناہ من الدّنّا کے عین الیقین آئے
قیامت کی چک لے کر جمالِ اجلیں آئے
بنی آدم تو کیا وہ تو شفیع العالیین آئے
وہ احساناتِ حق لے کر کریم الارکمیں آئے
تو اپنے ساتھ لے کر وہ یہاں کیا کیا نہیں آئے
ازل کے روز ہی سے وہ ضیاءٰ عارفین آئے
عطای ہوتا ہے سب کو جو بھی دل سے بالیقین آئے

فوجِ نورِ حق محبوب رب العالمین آئے
شہِ اُمّتی لقب بن کے رسولِ فاضلین آئے
جہاں رنگ و بُر کی جاں رُوح العالمین آئے
متور میں زمین و آسمان جب عشقِ حضرت سے
جمالِ عشقِ الہی دردِ اُمّت بن کے آیا ہو
جہاں علم و حکمت پہلے ہی بخشانے کے
ابیکر و عمر و عثمان و حیدر سب اُمّتیں کے ہیں
علیٰ و فاطمہ حسینیٰ کی تفسیر کا صدقہ

صلی اللہ علیہ وسلم	جلوہ حق سے روپتے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم	عرشِ معلیٰ کوئے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم	کعبہ دل ہے کوئے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم	قبلۃ ایمان سوئے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم	خلنیٰ معظم خوئے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم	عطر معنبر بوئے محمد
و یکھر تو آکر ملتا ہے کیا کیا	دینیا و عقبی والی دمروں
کچھ تو بڑھو تم سوئے محمد	صلی اللہ علیہ وسلم
وارثِ حیرت والی حیرت مرشد حیرت بادی حیرت	
حیرت حیرت روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم	

مولائے کائنات

وہ شاہِ لائفی خلوت نشیں لامکاں ٹھہرے
وہ شاہِ ذوالفقار و پیشوائے الن و جمال ٹھہرے

علی المرتضی مشکل کشاۓ دو جمال ٹھہرے
وہ بابِ علم و زور و سوت و بازوئے محمد تھے

حقیقت میں اگر دیکھا تو وہ روحِ رواں ٹھہرے
وہ دم ٹھہرے وہ خم ٹھہرے وہ دل ٹھہرے وہ جال ٹھہرے
ازل کے روزِ ہی سے وہ آئیں بے کمال ٹھہرے
ازل سے ہم گدا ہیں آپ شاہِ دجال ٹھہرے
میجا ہیں ہمارے آپ اور ہم ناواراں ٹھہرے
کمال جلے کمال آئے کمال بیٹھے کمال ٹھہرے

اخوت کے ولایت کے امامت کے خلافت کے
شجاعت کے سخاوت کے مردت کے محبت کے
وہ سب کی سُنتے آئے ہیں وہ سب کی سُنتے جائیں گے
کچھ اپنے پیارے فرزندوں کے صدقے میں عطا کیجئے
ہماری بے کسی کی لاج بھی اب آپ ہی کوہے
تیرے حیرت کو جب کوئی ٹھکانا مل نہیں سکتا

بلندیِ عرشِ اعلیٰ کی وہ لے کر بڑیں آئے
 محلِ فخر و فخری قصرِ ربیٰ کے ملیں آئے
 وہ لے کر رہئے زیبا جلوہ عرشِ بریں آئے
 میرے دارث کے جلووں میں وہ خیرِ اوازیں آئے
 کرمیں مصروف باندھے وہ شیخِ الاصفیں آئے
 بیال کرتے کہ زنگِ زرد پہنچے شاہِ دین آئے
 میری تکینِ روحی کو حیاتِ العالمیں آئے
 کہ ہو کے دامنِ مسُود پھر قلبِ حزین آئے
 فیروں کی مدد کو آپ ہی تو بالیقین آئے
 میں دیکھوں آپ ہی کوسا منے جو بھی حسین آئے

مری حیرتؒ مجبت ہو مجبت آپ کی حیرتؒ
یہی آئینہ داری آخرش روزِ یقین آئے

وہ سب روشن ضمیری میں ہوتے لکھائے دعالم
اُنہیں کے اولیاء غوث و قطبِ ابدال ہوائے
 جسے دیکھا مجبت بخش دی تقدیرِ چکا دی
 برسنے پائی، بے آسودگی نزہت یا بے نفسی
 نگاہ پُرضا میں زنگِ اصفرب جب ہوا مقبول
 صحابی و محدث حضرت ابن عمرؓ خطاب
 میں اُن کے سونے فرقہ میں ازل سے سوختہ آیا
 میرا دل آپ کے زیرِ قدم پامال ہو جائے
 ہماری بے لبی و ناقص غلامی بھی رہے مقبول
 تصدق آپ کے جملہِ ضلالت کی مجبت ہو

لایلین خَر جَدَه وَكَمْ مَكْرَمٌ

وہ ذہیر ہیں جنسِ ایماں کے جو اُدپنے اور پنچے تودے ہیں
پُرمردہ دلوں کی کھیتی کو سر بسزدہ پتھر کرتے ہیں

وہ ریت کے ٹیلے چکلے ایمان کے روشن جلوے ہیں
ان ہٹلک پہاڑوں کے آگے سب دریاپان بھرتے ہیں

وال لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُرْ فَرَهُ فَرَهُ كَهْتَاهُ
وَهَارِضٌ مَقْدَسٌ مَكْبُ عَرْبُ دَرْعِينٍ حَقِيقَتُ جَلْوَهُ رَبُ
قَرْبَانٌ يَمِسُ اسْ پَرْ سَأَوْلُ فَلَكُ وَهَفْرَشُ زَيْنُ بَرْ عَرْشُ لَقْبُ
وَالْ دَوْلَوْنُ جَمَالُ كَيْ رَجَتْ دَلَلَهُ أَخْرَى جَلْوَهُ پَنَالُ يَمِسُ
وَهُ أَنْكَهُ كَهَمَانُ وَهُ قَلْبُ كَهَمَانُ حَيْرَتُ كَيْ زَيَانُ سَے كَيَا هُرْبِيَانُ
بَسُ دَكِيدُ لَوْ جَاءَ كَيْ كَيَا هَيْ دَهَانُ أَكَ ذَرَهُ هَيْ سَوْجَلَهُ يَمِسُ عَيَانُ

مِيرَے آقا مِيرَے مرشد بَیْدِمُ عَالِي جَنَابُ
رَازُ ہَائِے کَنْ فَکَانُ تَنَهُ آپُ پَرْرُشَنُ تَمَامُ
حَلْوَانَ تَحَمَا بَاتَوْلُ ہَسِ مِيسُ اسَرَارُو رَمُوزُ
دَمُ زَوْنُ مِيسُ ہَائِے وَهُ مَحْفَلُ کَيْ مَحْفَلُ لَثُ گَئِي
درِ حَقِيقَتِ آسَماَنِ وَارِثَيَ کَيْ آفَابُ
حَلْبَوَهُ حَنَ آپُ کَيْ حَنَ بَيْنَ نَظَرِ مِيسُ بَنَقَابُ
آپُ کَا طَرَزِ تَكْلِمُ آپُ کَا طَرَزِ خَطَابُ
آسَماَنِ تَارِيَكُ ہَيْ جَبُ ہُونَرُشُنُ آفَابُ
وَارِثُ مَشَكَلُ كَشاَكُ کَلَادُ لَيْ بَهَرُسُولُ
اَپَنَهُ حَيْرَتُ پَرْ نَظَرُ ہَوْ بَھَرُدِيَ حَيْرَتُ مَابُ

شالِخِ وَارِثَهُ

وارِثُ پَهْوَتَهُ جَاتَهُ یَمِسُ بَنَهُ جَانُ ہَزَارُوْلُ
اوْرُ زَنَدَهُ ہَوْتَهُ جَاتَهُ یَمِسُ بَنَهُ جَانُ ہَزَارُوْلُ
سَجَدَهُ جَوْ دَهَانُ کَرَتَهُ یَمِسُ اَنَانُ ہَزَارُوْلُ
مَگَرَاهُ دَهَانُ پَاتَهُ یَمِسُ اَمِيَانُ ہَزَارُوْلُ
اَسَے شَيْحُ اَزَلُ آپُ کَيْ اَفَارُ پَرْ مَثُ کَرُ
پَروَانَهُ دَهَانُ چَرْحَتَهُ یَمِسُ پَروَانُ ہَزَارُوْلُ
کَھُو بَلِيَّهُ دَهَانُ عَقْلُ وَخَرَدُ سِينَکَرُوْلُ دَانَا
اوْرُ پَا گَئَهُ سَبُ کَچَهُ دَهَانُ نَادَانُ ہَزَارُوْلُ
حَيْرَتُ ہَسِ اَكِيلَا نَمِيسُ کَچَهُ آپُ کَا جَرَانُ
حَيْرَتُ سَے دَهَانُ پَھَرَتَهُ یَمِسُ حَيْرَانُ ہَزَارُوْلُ

سرکار غریب حنواز^۲

اس بے نشان کو پایا میں نے اسی نشان میں
حنِ معین دین ہے چکا جو لامکال سے
اجسیر کی وہ گلیاں ملتی ہیں آسمان سے
چھے اُبل رہے ہیں خواجہ کے آستان سے
آخر کہاں میں جاؤں اب تیرے آستان سے
بے بن ہوں ناقواں ہوں بربادو جہاں ہوں
محتاج و بے نوا کی اب لاج ہے تجھی کو
تیری تجلیتوں میں گم ہو چکا ہے حیرت
پائے نشان اپنا حیرت زدہ کہاں سے

بہارِ تغزل

کیا خاک پین پائے وہ کنجِ مزار میں
اک حشر سا بپا ہے دل بے قرار میں
دکھیو کہ دل نہیں ہے مرے اختیار میں
سجدے قدم قدم پہ کیے راہنگار میں
جس کا اجدب گیا ہو شیمن بہار میں
اک آگ سی لگی ہے دلِ داغدار میں
مر کے بھی دفن ہونہ سکا کوئے یاڑیں
مدت ہوئی کہ مل گیا گرد غبار میں
میں سورہا ہوں گو شستہ دامان یار میں
حیرت کے تجھ کو حیرت دیدار ہو نصیب
آدکیہ لے تو شانِ خدا حسن یار میں

نکل جو دم کہی کا تیرے انتظار میں
اوست ناز اُن تیری محشر خرامیاں
کہنا نہ پھر کہیں ہمیں بدنام کر دیا
اب کیا کہیں کہ کیسے ملا آستانِ یار
اس عند لیب سونختہ سماں کی کچھ نہ پوچھ
اس برقِ دش کے حسن کی اللہ رتے پیش
قامت کی نار سائیاں بعدِ ننا رہیں
کیا پوچھتے ہو دل کا پتہ دل کا کیا پتہ
خوشی پر خراپی دکھاتا ہے تابشیں

ذرہ ذرہ بزم ہستی کا جواب مدھوش ہے
یعنی وہ بے ہوش ہوں قربان جس پر ہوش ہے
ہم ادھر خاموش ہیں اور وہ ادھر پر جوش ہے
ایسی بے ہوشی میں مستانوں کو الیسا ہوش ہے
دونوں عالم سر پر رکھ لے جائیں اتنا جوش ہے
روز بارِ عشق کا ہر قطرہ قلزم نوش ہے
لوگ کہتے ہیں ترسے بیمار کو پھر ہوش ہے
اس نگاہِ مست پر صدقے متاع ہوش ہے
جلوہ حیرال سے اب حیرت جو ہم آنکھش ہے

حُسن والوں میں بھی اب تو ہو رہے ہیں تذکرے
مُسُن رہے ہیں اج کل حیرت کفن برداشت ہے

جلوہ اڑا کون بے پردہ یہ پردہ پوش ہے
آپ کی تصویر ہر دم دل سے ہم آنکھش ہے
رحمتوں والے سے ٹکرے ہے گنگاروں کی آج
بے خبر ہونے پر بھی ہے سارے عالم کی خبر
ہم بلا نوشوں کی ہمت کو تو اے ساتی نز پوچھ
تہ کو ان گھرائیوں کی پائے کیا غواصِ عقل
جانے والے پھر انہیں مستی بھری آنکھوں سے دیکھ
اللّٰہ اللّٰہ اک زمانہ ہے خرابِ آرزو
دہ کیا حیرت فضا منظر ہے دل کی بزم کا

وہ چلے جاتے ہیں کیوں دارِ تمبا ہو کر
اب سیئے غلنے میں آجاداً اُجالاً ہو کر
آپ جب چھوڑ گئے دل کا سہارا ہو کر
کشتی عمر مری غم کے ہے طوفان میں گھری
کھینچ لواب اسے دریا کا کنارا ہو کر
ہوش اڑے جاتے ہیں فرقہ میں بُنگ حیرت
دل کو آئندہ بنا برقِ تحبلا ہو کر

دل میں جو رہتے تھے اُمیید کی دُنیا ہو کر
میرا گھر گھر نہیں تم بن یہ سیئے غانہ ہے
خود بتا دیکھیے یہ دن کس کے سارے پکیں
کشتی عمر مری غم کے ہے طوفان میں گھری
ہوش اڑے جاتے ہیں فرقہ میں بُنگ حیرت

شام زندگی

بچھر ڈھونڈتا ہوں آپ کی پلی نظر کو میں
رکھوں کہاں سنبھال کے قلب دھگر کو میں
لاؤں کہاں سے ڈھونڈ کے گزری سحر کو میں

پاؤں نہ دُور دُور بھی اپنی خبر کو میں
اک اک نگہ میں سینکڑوں تیروں کے دار میں
ایسے گئے کہ زندگی کی شام ہو گئی

مُدت میں صبرہ گر ہوتے بالائے بام وہ
اس چاند کو میں دیکھیوں کہ دیکھیوں قمر کو میں
جیرت نگاہ یاد نے نہ جانے کیا کیا
جیساں ہوں اب کہاں رہوں جاؤں کہ صر کوئی

رازِ حیاتِ سر

تیرے درد کی کہانی مارا زندگانی
نہ تیری حیات فانی نہ مری حیات فانی
ہے ابھی مری نظریں وہ ادلے من رائی
اسی جستجو میں آخر بھی شمع زندگانی
مری تپرو بختیوں کی نہ مٹی کبھی سیاہی
رہی عمر بھر فروزان میری شمع زندگانی

دوہی بیقراریاں ہیں، دوہی اضطراب اس کا
بجز اس کے کیا ہے جیرت دل ناز کی کہانی

صلاش

لب سی میں ترے زمیں ہے قبضے میں آسمان ہے
ایسے میں بن کے حسرت اک تیر بے کمال ہے
فصل بہار میں تو قیدِ نفس میں گزری
کیوں بے نشان رہے وہ تیرا جبے نشان ہے

شاہد میاں وارثی

السلام اے عکسِ حُسنِ مصطفیٰ
السلام اے رہبروں کے رہنا
السلام اے مرشدوں کے پیشوا
السلام اے سرورِ انس و ملک
السلام اے ملکِ ارض و نسل
السلام اے مظہرِ فیضِ ا تم
السلام اے نور بہارِ دو جہاں
السلام اے نائبِ خسیرِ الانام
السلام اے سبطِ احمدِ السلام
السلام اے دارثِ عالی مقام
کیجیے قبولِ شاہد کا سلام

خواجہ اکبر وارثی

پلا دے ساغرِ عرفان پلا دے بنادے آج متولًا بنا دنے
جالِ عارضِ تباہ دکھا دے مریضِ غم کو قدرائیں کی ہڑا دے
مرے دل میں جگہ کر لے خدا را ادھرِ دستِ کرم مولا بڑھا دے
کھڑا ہوں دیر سے پھیلاتے دامن پڑا ہے کرشمہ اندوہ حسرت
صدماں اک قم با اذنی کی سنا دے خدا پاک محشر میں حبنا دے
لکھی کیا نعمت ہے اللہ اکبر

تجھے اللہ دونا چوگن دے ادھرِ بھی اک نظر او شاہزادے
تو مٹھی کھول دے زلفیں ہلا دے مرے کھوئے ہوئے دل کا پتہ دے
ٹھانچے بچوں کے منہ پر لگا دے ترے گالوں سے چھریہ زنگ لایا

کوئی مے خوار تھوڑی سی چوادے
جو تو بہ توڑ دوں تیری تو کیا دے
طبعیت شوخ دے دل چبلادے
کہاں نے کر لے۔ میں نے کہا دے
کہاں کی ایک چپ سو کو ہرا دے
کہاں تھارات کس کے پاس تھارات
ذرا اکبر سے آنکھیں تو ملا دے (علمی مجلس حضور پیغمبر)

مزا آئے اگر داعظ کے منہ میں
یہ بڑھ کر دختِ روزِ زاہد سے بولی
وہ کم سن شوخ ہے یارب مجھے بھی
مزے آئے یہ بوسوں کے شبِ وصل
توں کے ظلم کا شکوہ ہے بے سود
کہاں تھارات کس کے پاس تھارات
بشر نور رب العابد کے آیا
کہیں لا لہ و گل کہیں چاند سورج
کہیں انبیاد بن کے شاخیں دکھائیں
کبھی شکلِ موسیٰ کہیں شکلِ عیسیٰ
کبھی بن کے مجنون پھرا کوہ و صحراء
ہے بننے بلکنے میں کیا کیا بناوٹ
بڑے کھیل کھیلے بہت روپ بدلتے
قل الروح من امر ربیٰ کے نفعے
اگر لہر آئی بنا شکل گوہر
کیا بُلُکُلوں کو اسیمِ محبت
بہت گل کھلے یہ مگر اس چمن میں
بننے اولیاء انبیاء سب براتی
مجبت کی میراثِ الکسر کو بخششی
جو تو وارثِ حق نما بن کے آیا

ڈاکٹر سلیم وارثی

ڈاکٹر سلیم دارثی صاحب ۱۸۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں آپ نے ہندوستان چھوڑا۔ حدیث و قرآن اور فقہ کی تعلیم مکمل میں حاصل کی۔ بعد میں مصر میں تشریف لے گئے۔ سات سال تک مصر میں کالج میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور تعلیم علوم قدیم و جدید کے متعلق حاصل کی۔ بعد میں چھ سال قسطنطینیہ میں رہ کر فرانسیسی زبان پر عبر حاصل کیا۔ ایک سال فرانس میں رہ کر ترکش کوئسل میں ملازمت حاصل کری۔ آپ نے سات زبانوں میں ایم اے پاس کیا۔ ۱۹۱۳ء میں پشن لے کر ہندوستان آگئے اور لاہور میں آگر جیہہ مخزن کی ایڈیٹری کا آغاز کیا۔ ترکش فوج میں رہ کر یورپ کے اکثر ممالک کے سیاح رہے۔ علاوه فن طب کے اون کو نامہ نگاری کا بھی شوق تھا۔ ۱۴ اگست ۱۹۱۳ء کو پارٹی سے مستعفی ہو گئے اور راجپوتانہ (یوپی) چلے گئے۔ آپ اپنی زندگی کو گمن میں گزارنا پاہتے تھے۔ اور ویسے بھی سلسہ عالیہ دارثیہ میں سرکار پاک دارث عالم پناہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور اپنی بھی زندگی کو کسری فسی میں سرکرنا پاہتے تھے جو حضرت دارث پاک کی محبت نے آپ کو شاعر بنایا تھا۔ آپ کا کلام ملک کے بہترین اور معیاری رسالوں میں چھپتا تھا۔

نمودہ مکالم ملا حظہ فرمائیے:

اے دوست دوائے دروسازی	ہجسراں بہ سپردہ نوازی
تاریکی ہجر راچہ سامان	اداڑہ دصل ٹرک تازی
صحراۓ غمت نور و مابود	لخت تھونی و عشق بازی
یعنی کہ حسریم کعبہ دل	چوں بتکہ ایسٹ بے نیازی
تاریم آہوان صحرا	لیکن بارکشیدہ د بازی
طوفان سرم بسوخت سامان	زین گریئے غم بلا مے آذی
خون حبگرم بہ عید رمضان	ما مرکشم د بے نیازی
زینگو نہ کہ ہجسرا یار دارم	جان ددل را نشار دارم

(مخزن اگست ۱۹۱۳ء)

تبسم ہی میں فرمادیں ارادہ کب ہے گردن کا
بس اب اللہ ہی حافظ ہے اس بے ساختہ پن کا
نugal برق دلماں ہے جو دانہ ہے خرمن کا

جھبڑی اچھی ہے موسم ہے میینہ بھی ہے ساون کا
آجھا رائحتا چلا آتا ہے ظالم تیرے جو بن کا
شاعر دل تپیدن آئیہ ہے میرے مدفن کا

پتا دیتے ہیں سب انگلی آشنا کر میرے مدفن کا
تحکما جانا ہوں اُترے یا الٰہی بوجہ گردن کا
گماں ہوتا ہے ہر ہر شاخ پر میرے نشین کا
بس اب نام خدا شہر ہے گھر گھر آن کے جو بن کا
ادھر سے نیند آنکھوں میں ادھر سے خوف رہن کا
جوانی میں لٹا دیا کس ظالم نے لا کپن کا
صبا بھی طوات کر جاتی ہے آگ کر میرے مدفن کا
کوئی میں صاف کر دوں نیصلہ شیخ و برہن کا
نشان بھی نیست کر دے بے ثباتی میرے مدفن کا

بہت خوف درجا درکار ہے سرمتاں ساری

سلیمِ اب بُجھوں جاؤ وہ زمانہ تھا لڑکپن کا

جمال وہ ترک نکلا لگ بھر کا قی ہے فتنہ کو
دبال دستی ہے سر تینہ تائل فیصلہ کردے
ہزاروں بھیلیاں گئی ہیں آکر خشیل ماتم پر
نہیں ہے نام سیلی سرفوش ہستی مجنوں
کڑی منزل ہے خستہ تن ہوں اور بارگران سر پر
خط آیا زعفران کا کھیت آگتا آتا ہے شاید
حیم کعبہ محسوس رایا اسے باد بہاری نے
بتوں کو کعبہ میں بٹھا دوں دونوں کی پیش ہو
نہ ہو طعنہ خلائق یہ نہود بے سبب میری

سب میں شامل نظر آتے ہو منڑا ہو کر
اوسبک خیز اُھر کو بھی چلا جا ہو کر
رہ گئے رہ گئے ہم محو تماشا ہو کر
رہ گیا زلفوں کا گیسوں سے اشارا ہو کر
دل میں آئے تو بھرے گھر کی تمنا ہو کر
سر چڑھے پر تو یہ ٹھہرے گا اجبارہ ہو کر
آئیں رنگ بھرے ٹوب مجنلا ہو کر
میکہ چار قدم ہے ابھی آیا ہو کر
آج وہ طفیل برہن یہ بیضا ہو کر
رہے ٹیکا ہی سر سے نقشِ جبیں ہو کر
دل گرویدہ رہا ایک حسین کا ہو کر

غلق رسوانہ کرے محو تماشا ہو کر
ترک فتنہ ہے سی شوخ چھلا وہ ہے سی
لے گیا لے گیا دل ترک ستمگر اپنا
ٹل گئی آئی ہوتی ڈک گئی ہونے والی
سرمیں سودا تھے سویرا تھے میری آنکھوں میں
بل نہ د گیسوں کو دل میں گہرے پڑتی ہے
دل غم دیدہ کو لازم ہے صفائی میں رہے
چلیے مسجد کو ذرا شیخ جی آہستہ قدم
زلفیں ڈالے ہوئے نکلا ہے پسرے کی طرح
ستگ دریار کا ہے ٹیک دل مخنوں کی
رُوح نے چین نہ پایا کبھی آزادی میں

سے جاتے ہو سنتے ہو لب لو کی طرح
بگٹے جاتے ہو برسے وقت کا نقشہ ہو کر
آنکھ یہ شوخ یہ چتن غصب آلو نگاہ توڑ نظام نہ رہا ہو گا کسی کا ہو کر
صف کر دیتی ہے ہنگامہ حضرت کو سلیم
دل میں نوک مرہ یار طپنچہ ہو کر (مخزن۔ نومبر ۱۹۱۳ء)

جو کوئی دل ہات آیا اس میں جا کر دینے لگے
ہستی موہوم کی ہستی فنا کرنے لگے
پھر دفا کا ترک مٹھرا پھر جفا کرنے لگے
مجھ کو رسوہ ہائے مرے نقشی پا کرنے لگے
ہم تیرے نقش قدم کا بوریا کرنے لگے
دیکھنے والے بھی ذکر کسپریا کرنے لگے
پھر اسی بے چین دل کا حوصلہ کرنے لگے
دیکھے پھر کیا سے کیا وہ فتنہ زا کرنے لگے
یا اللہ کوئی ہم سے الحتبا کرنے لگے
پھر تری زلف دوتا بڑھ کر خطا کرنے لگے
حضرت دل یہ میرے پہلو میں کیا کرنے لگے
کعبہ مسماں کو وقفِ رضا کرنے لگے

جن کی محفل میں بیٹھے فتنہ زا کرنے لگے
دل جُدا کرنے لگے سینہ جدا کرنے لگے
پھر حضری تیوری کسی کی پھر ستم ہونے لگا
لوگ پاتے ہیں سراغ کوچہ جانال کی راہ
بستر راحت بنا فرش زمیں کوئے یار
اللہ اللہ نازد انداز وہ کسر و غرور
پھر ہوا تے شوق سے سرمت ہے صحنِ دیاغ
چھیڑ دے زلفوں کو کوئی پھردے گیسو کو کوئی
یا اللہ ہو کسی نظام کا دل عاشق کا دل
پھر تیرے گیسو لٹک آئیں کہیں بے ساختہ
شورش ہنگامہ سے محروم بے ہنگامہ ہوں
دل شکستہ ہو کے پائی مسند شاہی سلیم

ان کو ہلاک کرتی ہے یہ جن میں دم نہیں
کعبہ یہ دہ سے جس میں مقامِ صنم نہیں
ہم بادہ خوار ساگن دیر د حرم نہیں
کیا مرے پاس تیشہ فولاد غم نہیں
مجھ تشنہ لب پ کیا ترا دست کرم نہیں

موجوں کا یہ ستم بھی حبابوں پر کم نہیں
رتبہ میں مرے دل سے زیادہ حرم نہیں
کچھ شیخ سے غرض نہ برہمن سے کام ہے
فرہاد کی طرح میں کروں کیوں نہ سرفکار
تکچھ ہی دے جوئے نہیں دیتا ہے ساقیا

ساقی ملے گا خاک ہمیں مے کشی میں نظر
چھایا ہوا جو باغ پہ ابیر کرم نہیں
دل نے کے مسیرا کیجیے پامال شوق سے آزدہ میں حضور کے سر کی قسم نہیں
سیدا کے وہ گھر میں یہ گل چین کی گود میں کیا تفرہ پڑا گل دببل بہم نہیں
و عذر کیا ہے اُس نے سیتم آئے گا ضرور
کچھ اس سے ہم کو حاجت قول د قسم نہیں

(اُردو میں معلیٰ ۵، فوری ۱۹۲۶ء)

عشر وارثی

اپ کے والد ماجد کا نام مشی میر بندہ علی جن کا شمار امراءٰ صوبہ بہار میں تھا۔ کالت کی سندھاصل کر لی تو صلح پڑنے کی سکونت ترک کر کے گیا جلے آئے اور ہمیں مستقل طور پر سکونت محلہ پرانا گرام میں اختیار کر لی یہاں سید ضمیر الدین احمد عرش ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوتے۔ اپ اپنے والدین کے سب سے چھوٹے فرزند تھے اور باہر جو دیکھ آپ کے درب بڑے بھائی سید امیر الدین احمد اور سید نصیر الدین احمد بھی موجود تھے مگر آپ کے والد آپ کو اپنی تمام اولاد میں نیادہ محبت والفت کی نظر سے دیکھتے تھے اور شفقت کی بنیا پر مولوی صاحب کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔ باپ کی تمنا تھی کہ اس چھوٹے فرزند کی تعلیم و تربیت نہایت اعلیٰ پہنچ پر کی جائے، اس لیے مولوی عبدالکریم مرحوم تھا پوشی گیادی جو ایک زبردست عالم تھے مستقل طور پر آپ کی تعلیم و تربیت کے لیے ملازم رکھے گئے جن سے آپ نے فارسی و عربی کی بعض درسی کتابیں پڑھیں۔ نیز محمد اسحاق مولانا صاحب بدوسرائے گیادی سے خط نسخ و نتعلیم کی اصلاح لی اور انگریزی تعلیم کے لیے گیا کے گورنمنٹ اسکول میں داخل کیے گئے، مگر حوصلہ مند باپ کا آپ کی صفتی سی ہی میں انتقال ہو گیا۔ چنانچہ اس بے وقت حادثہ نے آپ کو فارغ التحصیل ہونے کا موقع ہی نہ دیا۔ باپ کے مرتے ہی خاندانی نفاق نے جامنا کا خاتمہ کر دیا۔ تیرہ چودہ سال کی عمر میں اپنے بچپنی زاد بھائی مولوی توجید مرحوم کے پاس بنارس پہنچ اور تعلیم مکمل کی اور سات سال تک بنارس میں محمد رحیمی میں ملازمت کرتے رہے۔ آپ کی موزو دنیت طبع جوابتہ سے اپنی جھلک و کھلایا کرتی تھی یہاں آکر رنگ لائی اور ایک صاحب کی وساطت سے مولانا عبدالحدی صاحب شمشاد فرنگی محلی بھنسنی یادگار ناسخ کے پاس دو غرہ میں بدلائے اصلاح بھیں جن کے مطلع مندرجہ ذیل تھے۔

ناؤں ہوں اس قدر رنج فراق یار میں دب کے رہ جانا ہوں اکثر سایہ دیوار میں

جگریں داغ پڑ لیتا ہے تب آنسو نکلتے ہیں شجر کا قاعدہ ہے پھولنے کے بعد پھلتے ہیں

حضرت شمساد کے فیضانِ علم نے کچھ ہی دنوں میں آپ کو کامل الفن بنایا، مگر جب آپ کا تابادلہ تحصیل کھنڈا
صلح مرزاپور میں ہو گیا۔ یہاں پر چند قدیم ولی کے شعرا کی یادگار تھے۔ یہاں پر آپ میر مہدی مجروح شاگرد غالب سے
رجوعِ سخن کرنے لگے، مگر مجروح صاحب نابینا ہو چکے تھے، لہذا آخر مجبور ہو کر منشی امیر اللہ تسلیم لکھنؤی (تلمیزِ نواب اصغر
علی خال نیسم دہلوی یادگارِ مومین کی طرف رُخ کیا اور علاوہ حضرت شمساد کے حضرت تسلیم کے پاس بھی اصلاح کے لیے
غزل میں بھیجتے رہے؛ چنانچہ اپنی پہلی غزل جو آپ نے حضرت تسلیم کے پاس بھی اصلاح کے لیے بھیجی تھی۔ اس کا مطلع یہ ہے
صبابھی تھک گئی سوبار محو جستجو ہو کر چمن میں رنگ ہو کر ہے نہ تو گل میں ہے جو ہو کر
جب آپ کی شادی فرش خانہ دہلی میں ہو گئی۔ آپ کی آمد و رفت ہونے لگی تو یکیسو ہو کر حضرت تسلیم کے زمرة تلامذہ
میں داخل ہو گئے۔ دہلی کے اساتذہ شعرا کی وجہ سے آپ کی انداز شاعری میں کافی جلا ہوتی رہی یہاں تک کہ آپ کی مشت
سخن جاری رہی کہ آپ کاشما صوبہ بہار کے مشور و گھنٹہ مشت شعرا میں ہونے لگا اور آپ کی بدولت گیا کے لوگوں میں
شر و سخن کا خاص اضافہ پیدا ہو گیا۔ ہندوستان کے مختلف مقامات میں بھی آپ کے شاگردوں کی کافی تعداد موجود ہے،
جس میں اکثر شعر و شاعری میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کے کلام میں بلندی تخلیق، تشبیحات جدید، استعارات لطیف،
چست بندش، خشووز و اندک کا نام نہیں اور در دو اثر جوش کر جان میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔ آپ نے متعدد کتابیں
تصنیف کر کے زبان اور قوم کی جو خدمت کی ہے وہ یقیناً ہندوستان کی ادبی تاریخ میں آبز رسے لکھنے جانے کے
قابل ہے۔ تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) فکرِ عرش (۲) کلیاتِ عرش (۳) گیسہ جواہر (۴) ثمرتافرانی (۵) حیاتِ تسلیم (مشنی امیر اللہ تسلیم لکھنؤی کی
سوانح حیات) (۶) حیاتِ جادوائی (یہ تذکرہ حیاتِ تسلیم میں بہت کچھ ترمیم و اضافہ کے ساتھ حیاتِ جادوائی کے نام سے
دوبارہ مرتب کیا جس کو آپ کے اُستاد بھائی مولانا حسرت مولیانی نے اپنے اہتمام سے علی گڑھ میں چھپوایا) (۷) بارگاہ سلطانی
(دہلی اور آگرہ کے آثار تقدیمیہ) (۸) رسالہ عروض و قوافی (۹) عرشِ الغاث (۱۰) حیاتِ مومن۔

ایک دفعہ میجر جنگل ریاست رام پور کے دولت کده پر ایک ایک زبر و سوت مشاعرہ منعقد ہوا جس میں نامور شعراء علماء

فضلًا معزز اداکیں ریاست اور مدیرانِ اخبار و رسائل سمجھی موجود تھے۔ حضرت تسیم کے شاگردوں میں عرش صاحب کو دستار جانشینی کے لیے منتخب کیا گیا۔ جب دستار جانشینی آپ کے سامنے لائی گئی تو آپ نے نہایت ہمودب و مندب طریق پسیر کہ کہا کہ "ان باتوں سے نفس میں رعونت اور بھائیوں میں اختلاف پیدا ہتا ہے۔ میں جانشینی کا فائل نہیں ہوں حصولِ کمال چاہیے جب کافیصلہ وقت اور ملک خود کر لے گا۔"

آپ کی طبیعت نہایت غیر، دیراًشنا اور فقیر منشِ ماقع ہوتی تھی۔ جھوٹی خوشام اور جاہ پرستی سے آپ کو ظلمی نفرت تھی۔ آپ کا مسلک در دیشانہ و فقیرانہ تھا۔ ۷

جامعہ ملا جو فقیر کا اے عرش فخر کر

سادے لباس سے ترا بڑھ کر لباس ہے

آپ وضع داری میں ابھیر شریف اور پیرانِ کلیر شریف کے مزاروں پر تھا راتیں گزار کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی ریلوے کی ملازمت سے والستگی کا بھی راز تھا کہ ہر سال پروانہ را ہماری آپ کو ملا کرتا تھا اور اس ذریعہ سے آپ اولیائے نظام و صوفیا میں کرام کے مزارات پر بابر حاضری دیتے رہے۔ آپ نے چھٹا دیاں کیس جن سے اولاد زینہ بھی ہوتی۔ آپ نے اول اول سلسلہ عالیہ قادریہ سے تعلق والستگی رکھی، لیکن بعد کوش ق سماع نے خاندان وارثیہ کا توسل حاصل کرنے کا خیال پیدا کر دیا اور تب آپ نے حضرت حفیظ شاہ رحمانی دارثی کے دست حق پرست پر بیعت میں مشرف ہوئے۔ سلسلہ وارثیہ عالیہ کی اس نسبت نے مجالسِ سماع کا ذوق بے حد بڑھا دیا۔ مستقل طور پر قول نو کر رکھے گئے اور فحصت کے اوقات کے علاوہ بیشتر شب باشیاں اسی جوش و سُرود میں بسر ہونے لگیں، مگر کچھ دنوں کے بعد قبلہ حفیظ شاہ رحمانی وارثی کی روحانی تعلیم نے آپ پر وہ اثر ڈالا کہ آپ ریلوے کی ملازمت سے عالمہ ہو کر اپنی زندگی کا بقیہ حصہ زیادہ تر یادِ الٰہی، در وظائف اور مشائخ کی صحبتوں میں گزار کرتے یہاں تک کہ کثرتِ ریاضت کے باعث دورہِ تلب و ضعف دماغ کی شکایت پیدا ہو گئی، مگر اس پر بھی مشاغل میں فرق نہ آیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحت دن بدن خراب ہوتی گئی۔ اسی دوران ان کے دل میں مزارِ مولیٰ تحریر کرنے کا خیال آیا۔ دوسرا آرزو یہ تھی کہ علامہ شمشاد لکھنؤی مرحوم کے مکمل سوانحِ حیات کتابی صورت میں قلم بند کر کے تشکیل علم و ادب کو علامہ مددوح کے علم و فضل اور شاعرانہ کمالات سے روشناس کرایا جائے اور جس کے لیے آپ بہت کچھ مسالہ فراہم کر چکے تھے، لیکن سے

ابھی جامِ عمر بھرا نہ تھا کفت دست ساتی چھٹاں پڑا

رہی دل کی دل ہی میں حسرتیں کہ نشاں تضانے مٹا دیا

چنانچہ ۱۳ جولائی ۱۹۳۶ء میں روز روشنیہ نوبکے دن کو دفعتاً حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث آپ عالم تباہ کو سیدھا کر۔ آپ حکومت بھاری میں بوجہ اعزاز و علیٰ قابلیت متولیین میں شمار ہوتا تھا جواہرات بغداد سے اول اول پروانہ شباب المیں سفر دردی وہی آیا اور پھر تغیر نہانے نے اس کو حضرت مخدوم الملک شاہ شرف الدین بھاری کے عہد میں صوبہ بھاری میں پہنچا دیا اور آپ کے بزرگوں نے مضافات بھار شریف کے موضع شکرانوال ضلع پنڈ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ کا جدی شجرہ نسب حضرت امام جعفر صادق علیٰ سے ملتا ہے اور مال کی جانب سے آپ کا سلسلہ نسب سید الساجدین امام زین العابدین علی بن الحسین سے والستہ تھے۔ آپ کے نامیر ولایت حسین مرحوم ساکن فیروزی ضلع گیا سادات نجیب الطرفین تھے۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیے ۔

تیرے فراق میں یوں دل کا داعش جلتا ہے کہ جیسے طاق میں شب کو چراغ جلتا ہے
جگر کی آگ سے دل اور داعش جلتا ہے چراغ ہی سے ہمیشہ چراغ جلتا ہے

تیرے غم میں عمر ساری میری جان تمام کر دی ہوتی صبح جس جگہ پر وہیں روکے شام کر دی

جانب کس کا ہے آخر دل من بنائے ہوئے ہے بُو جو غنچوں کی گھونگھٹ میں مُنہ چھپائے ہوئے
کروز جو ہر ذاتی کو عرش ظاہر تم زمین اپنے خزانوں کو ہے چھپائے ہوئے
دہ لوگ منزل پیری میں یہیں جو آئے ہوئے خیال قبریں بیٹھیے ہیں سر جھکائے ہوئے
جناب عرش کو کس مست ناز کا ہے خیال کہ آج جھوم رہے ہیں وہ سر جھکائے ہوئے
فراق میں یہیں ہم انداز دل کا پاتے ہوئے یہ وہ چراغ ہے جلتا ہے بے جلا ہے ہوئے
اگر ہو سو زندگی عرش دل کو روشن کر چراغ جل نہیں سکتا ہے بے جلا ہے ہوئے

مولانا نثار اکبر آبادی

حضرت مولوی سید نثار علی خلف مولوی میر شاق علی سلسلہ نسب امام زین العابدین علیٰ نسبتی ہوتا ہے اصل دن نیتوں تھا۔ دہاں کے اعیان سے تھے۔ حکماء مہاں سے قربت فریب تھی۔ شرافت و سجاہت میں یہ گھر ان نیتوں میں امتیاز

رکھتا تھا۔ جناب نثار کے جدید سعادت علی سلسلہ کو تو اگرہ آئے۔ یہ جگہ کچھ ایسی بھانی کہ یہیں کے ہو رہے ہیں۔ میر مشтан علی آگرہ ہی میں پیدا ہوتے۔ بعد تحصیل علم و کالات کا امتحان دیا بعد کامیابی شغل و کالات رہا۔ صدر نظامت کے وکلا میں نام اور تھے۔ مفتی انعام اللہ الشابی خال بہادر سے بے حد راہ درسم تھی۔ اس وقت آگرہ میں مفتی صاحب کے مکان واقع نیل کھاتر میں ایک مجلس اہل علم قائم تھی جس میں مولوی محمد قاسم داناپوری، مولانا غلام امام شید، حاج جمشی غلام غوث خال بہادر، ذوالقدر بے خبر، مولوی محمد شفیع وکیل، مولوی قم الدین خال قمر میر اسد الاخبار، مشی بنی بخش حیر، با بھینی پرشاد وکیل، مولوی طفیل احمد خیر آبادی، مفتی محمد حسن حسن گوپ، مولی مفتی نور اللہ آباد و مولوی کیم الدین غیرہ جیے لوگ شرکیں تھے۔ میر صاحب پرانی وضع کے بزرگ تھے، علمی رجیپ تھی۔ شریف گھرانہ میں شادی کی، انہیں حضرت نثار پیدا ہوتے۔ غدر کے بعد وکیل صاحب کا انتقال ہوا۔

تعلیم!

جناب نثار نے ماں باپ کے زیر سایہ نشود نہ پائی۔ ابتدائی علوم درسیہ کچھ باپ سے حاصل کیے۔ بقیہ علوم کی تعلیم علمائے عصر کی فارسی عربی کی استعداد معمول تھی۔ مطالعہ کتب فتن طبیعت تھا۔ ہندی بھی خوب جانتے تھے۔

شغل!

اولاً باپ کے اٹاٹ سے گزراں کی۔ پھر درس و تدریس کا شغل اختیار کیا۔ یہ پیشیہ معلمی تاہ مرج رہا۔ مکتب داری کی یانہ کی ٹیوشن کرتے تھے۔ انگریزی مدارس کے طلباء کو پڑھاتے۔ آخر عمر میں نواب محمد اسماعیل خال مرحوم کے یہاں معلمی پر نسلک ہو گئے تھے۔ نواب صاحب آپ کی تقدیر و منزلت کرتے تھے۔

شاعری سے شوق

نوعی میں حضرت میر، باطن، بے خبر، ساحر، راجہ کے مشاعروں میں شرکیں ہوتے مفتی انعام اللہ ساحل نیل کھاتے یہ مشاعرہ کرتے۔ راجہ بلوان سنگھ کاشی کے یہاں شعر اکی محفل گرم ہوتی۔ میر شاگرد حضرت ناسخ کے مکان (جواب مکان) متصل مسجد مرحوم کاشی دلایت علی انجینئر مرحوم کا کھلا تھا، پر پندرہ روزہ مجلس شرعاً منعقد ہوتی۔ تاضی باقر علی خال کے برادرزادہ مفتی سید نظام علی خال متعلق بفضل منصف فتح آباد کے یہاں جماں آج کل مسلم لا تبریزی ہے، بڑے پیمانے پر

شاہزاد دعوت طعام ہوتی -

جناب نثار کو بھی شعر کرنے کا شوق ہوا۔ فکر سخن کرتے رہے، پھر حضرت میر سے مشورہ لیا۔

مرید !

ان کو اہل اللہ سے مجتبت تھی۔ مولانا شاہ محمد اکبر مختلص بہ اکبر ابوالعلاء و اناپوری کی خدمت میں آنے جانے گئے اور انہیں کے مرید ہوتے اور پھر ان سے ہی اصلاح کام لینے گئے۔ صوفیا کی صحبت اور متصوفانہ کتب کا مطالعہ۔ غرض اسی زندگی میں زندگی اور دیر زندگ کلام پر بھی اش پذیر ہوتے بغیر نہ رہا۔

مدہب !

آپ کے وادا پر وادا امامیہ مدہب کے پابند تھے مگر یہ سنتی نماز و روزے کے بڑے پابند تھے۔ صحابہ و اہل بیت کے دل سے شیدا۔ گیارہویں و محرم حسن عقیدت سے کرتے۔ جمادات کو مزارات پر ضرور جاتے۔ میلاد شریف بڑے ذوق و شوق سے سُستے۔ حافظ فیض اللہ عرف حافظ فہن مرحوم کے میلاد میں ضرور شریک ہوتے۔ تسبیح ہاتھ میں رہتی درود و درد زبان رہتا۔ آنکھوں سے اشک کا سیلا بہتا۔ قیمت القلب تھے۔ روتنے روتنے آشوب پیشم میں بیٹلا ہو گئے۔ اہل دل لوگوں میں سے تھے۔

اخلاق !

خوش خلق، متواضع، نیک خوا۔ ہر ایک شخص سے خوش خلقی سے پیش آتے۔ آپ کے انکار کا ہر شخص پر پڑتا شاعری !

حضرت نثار کا سلسلہ سخن مرا تمہر کی وساطت سے حضرت نائج تک اور جناب اکبر کی وساطت سے حضرت وحید الہ آبادی شاگرد و آتش تک پہنچتا ہے۔ اپنے عمد کے اُتاد تھے اور شعرائے متاخرین میں قابل فخریتی تھے۔ آن کے کلام نصاحت نظام کی مقبولیت آن کی حیات ہی میں ہو چکی تھی۔ میلاد خوالوں نے بزم میلاد میں موسیقی نوازوں نے بزم عیش و نشاط میں خوب خوب واد کلام دی۔ ہر طبقہ میں مولانا کا کلام مرغوب و مقبول تھا۔ اوائل عمر میں مشتی سخن جو کچھ ہو گر انتہائی کلام نہایت سنجیدہ اور اہل اللہ کے کیفت و وجہ کا ذریعہ تھا۔ زبان نہایت صاف اور شمشتہ، بندش چست شوکتِ معانی سے الفاظ بزریں بلند خیالی ہر شعر سے ظاہر کیں شوخی کہیں متنانت، غرضیکہ آپ کو ماہر فن تسلیم کر نہ کے یہ

کافی دوافی ہے۔

حضرت شاہ محمد اکبر اکبر قدسہ العزیز حب وطن جانے کو آگرہ والوں سے رخصت ہو رہے تھے تو اسٹیشن پس مندیں کا دراہل شہر کا کافی مجمع رخصت کرنے آیا تھا اُس وقت حضرت نثار نے ایک غزل پر درود ہمہ میں سنائی۔
میرا دل نازول کا پالا مچل جائے گا اس سے کچھ بات بنالوں تو چلے جائے گا
اس کا اثر حاضرین ہی پر نہیں بلکہ حضرت شاہ صاحب پر آتا ہوا کہ اس وقت جانا ملتی کیا اور دوسرا ٹھیں سے تشریف لے گئے۔ فارسی، اردو اور ہندی کے تادراں کلام شاعر تھے۔ شرکتے میں کبھی تکلف نہ تھا۔

وضع داری!

اپنی وضع داری آخر تک نباہ دی۔ رکھ رکھاؤ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ کبھی کسی کے زیر بار احسان نہ ہوتے۔
اکابر وطن و روسائے شہر عجموںماً آپ کے شاگرد تھے، مگر آپ نے کبھی ان سے کسی قسم کی خدمت نہ چاہی۔ ماٹر شنکر دیال صاحب۔
ایک ذی علم بزرگ تھے۔ فارسی استعداد معمول رکھتے، فکر سخن میں مزا غالب کے شاگرد بھی تھے۔ پیشتر وہ آگرہ کالج میں پروفیسر تھے پھر وکالت کا شغل اختیار کیا۔ حضرت شاہ کی علمی قابلیت کا سلسلہ ان پر بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے آنکو جناب شام کی تعلیم کے لیے تکلیف دی۔ مولانا نے اس محسن اخلاق سے دس دیا کہ تمام عمر مارٹر صاحب اور شام صاحب مولانا کے گردیدہ رہے۔
اساندہ وقت میں ایک دوسرے میں چشمک رہا کرتی ہے مگر نثار ہی ایک ایسے تھے مزانتیں، واصفت، عالی سے اُستاد ان کا احترام کرتے اور یہ بھی آن کے ساتھ خلوص کا بنتاؤ کرتے۔

غزل پڑھنے کا انداز خاص تھا۔ غزل پڑھتے تو ایسے اہستہ آہستہ تحت اللفظ پڑھتے کہ اربابِ محفل بے انہما محفوظ ہوتے تو موز اشعر اکی "شاپاش، جیتے رہو" کے حوصلہ افراج محلوں سے قدر دوائی کرتے۔ اپنے یادوسرے اساندہ کے شاگردوں کے ساتھ ایک برتاؤ رکھتے تھے۔

لباس!

چو گوشیہ ٹوپی پہنتے، انگرکھا اس پر عرض کے پانچوں کا پاجامہ پہنتے، سلیم شاہی جو تہ زیر بارہتا کاندھے پر ایک گزی کار دوال جس کے کونے میں بٹو بندھا رہتا۔ گردن میں خلاں ضرور ڈلا رہتا تھا۔ پاجامہ سخنے سے اونچا ہی رکھتے تھے۔

حُلمیہ!

سانولار بگ دبلا جسم او سط درجہ کا قد، ریش کے ساتھ مونچیں ترشی ہوئی رکھتے۔

تصانیف!

دل، مذاقِ عشق، خمارِ عشق، ایک دیوانِ مکمل، ایک غیرِ مکمل، مجموعہ فارسی کلام، ہردو دیوان حضرت شاہ محمد محسن صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔ جھوٹا سامجموعہ ہندی کلام کا بھی ہے۔

سادگی!

معلمی افتخار کا پیشہ ہے۔ تمام گھر کے کام کا ج شاگردوں کے ہاتھوں انجام پاتے ہیں مگر مولوی نثار علی صاحب خود لکڑیاں بخشن میں دبائے لیے جا رہے ہیں۔ انگر کھے کے دامن میں دوسرا سودا ہے۔ ہاتھ میں لگھی کی پیالی ہے۔ شاگرد ساتھ ہیں تکریسی کوچھوںے نیتختہ تلاذہ!

آپ کے کثیر التعداد تلامذہ ہیں جن کے احوال نہاتاں نثار میں تفصیل تحریر ہیں۔ جناب بیم، مظہر، صوفی اور جناب شام پر بے حد فواز شاشات تھیں۔

وفات!

ایک عرصہ تک امراض کا شکار رہے۔ آخرش ۲۰ اپریل ۱۹۷۱ء کو عالم جادو افی ہوئے۔ "ہو گیا گل چلانغ ابل ادب" (سیما)

نتائج فکر!

ہماری شکل تصویرِ خیالی ہوتی جاتی ہے
مگر محفل تو پرونوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

نمودِ حسن یا رب لا ابالي ہوتی جاتی ہے
فردغ شمع جواب ہے رہے گا صحیحِ مشترک

(مشورہ۔ اگرہ، جولائی ۱۹۳۶ء)

جس پر دے کو اٹھایا وہی پر دہ ساز تھا
پڑھتا نماز کون کہ وقت نیاز تھا
ایسا دراز قصّتے زلفِ دراز تھا

سب کھل گیا طلسِ جہاں کا جو راز تھا
میں تھا حضور یار ہوتی جب صحیح اذان
اپنی شبِ فراق بسر ہو گئی نثار

مری معصیت کو شی یار کی خطا پوشی اپنی خود فراموشی اے نشار مجھ سے پوچھ

فروع نور نہ وہ التساب نار رہا
جمال ہوش رباتے کلیم زار رہا
خیال ساتی مے کش گیا نزول سے کبھی
ہمارا نشہ سرجوش بے خسار رہا

سر مر جوزیب حشم سیر فام ہو گیا
فتنه سوارِ ابلق ایام ہو گیا
کمی جو قاتل نے قتل میں کی تو مجھے اس میں کلام ہو گا رہا جو تسمہ بھبھی کوئی باقی تو پھر یہ چینا حرام ہو گا
شبِ جوان ہے وصل کی شبِ اجل کی ساعت ہے صبح پیری
بدن سے ہوتی ہے روحُ رخصت یہ قصہ غم تمام ہو گا

با غ و بہشت و حور و جنت ابراروں کو کیجیے عنایت
بھیں نہیں کچھ اس کی ضرورت آپ کے ہم دیوانے میں
نقابِ اٹھائے شوق سے آئے جیرانوں سے پردہ کیسا
کہہ دو نثار اس پرہ نشیں سے ہوش سے ہم بیگانے میں

نا سیر فرقہت ہوں وصل یار مجھ سے پوچھ
ہو گئی خزانِ دم میں سب بھار مجھ سے پوچھ
خواب ہے نہ بیداری شکر ہے نہ ہوشیاری
لطف لذت کیف بے خمار مجھ سے پوچھ
ہائے میں نہ کہتا تھا مفت لائیگاں ہو گا
کوئے یار کا رستہ اے غبار مجھ سے پوچھ
نیستی ہوتی ہستی اوج بن گئی پستی
ہوشیاری و مستی بادہ خوار مجھ سے پوچھ
میری معصیت کو شی یار کی خطا پوشی
اپنی خود فراموشی اے نشار مجھ سے پوچھ

فطرت وارثی

فطرت وارثی صاحب شعرو سخن کے مشغله سے زیادہ ناقد تھے اور شعراء حضرات کے کلام کا تجزیہ کرتے تھے۔ انہوں نے ایک تنقیدی مقالہ جو لڑی سوسائٹی متحرا کے لیے لکھا گیا تھا، سیما ب اکبر آبادی پر لکھا ہے۔ بعض شعراء میں کوئی ایک خصوصیت ایسی پائی جاتی ہے جس سے ان کے کلام کی انفرادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مثلًا ریاض وارثی خیر آبادی کے کلام میں شراب کا ذکر۔ جگر کے کلام میں قدیم تغزل۔ فانی کے کلام میں سوز و گدازان شعراء کی انفرادیت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ مگر علامہ سیما ب اکبر آبادی کے کلام میں متعدد خصوصیات بیک وقت پائی جاتی ہیں، اس لیے عنوان میں لفظ "خصوصیات" اپنے محل پر بالکل صحیح واقع ہوا ہے۔ سیما ب کی شاعرانہ خصوصیات کا محاصرہ اور احاطہ کرنا اگر محال نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ ان میں ہمیں اس قدر شاعرانہ خصوصیات ملتی ہیں کہ ان کے معاصرین میں شاید ہی کسی دوسرے شاعر کو دلیعت ہوئی ہوں۔ مثلاً ان کی ایک شاعرانہ خصوصیت یہ ہے کہ وہ نسبتاً بہت زود گو ہیں اور احصانات سخن میں کوئی صفت ایسی نہیں جس پر انہیں عبر حاصل ہو۔ لاوی، خیال، کبت، ٹھہری، گیت وادرہ سے لے کر تمام اصناف سخن غزل تاریخی ان کی شاہراہ فکر میں پایاں ہو چکی ہیں۔ اُردو شاعری میں اختراع و اجتہاد سے کام لیا ہے۔ اُردو شاعری کے داخلی رجحانات میں انقلاب پیدا کیا ہے۔ شراب، شمن، رقیب، بھروسہ، لکنگھی چڑی، دوپٹہ، بازاری زبان، رکیک مضامین، گری ہوئی تشبیہات، گندے ایهام، عریاں اسلوب بیان ان سب چیزوں کو دنیا سے شاعری سے ایسا جلاوطن کیا ہے کہ اُردو شاعری سیما ب کے احسانات سے کبھی بسکو وش نہیں ہو سکتی۔

فطرت وارثی صاحب لکھتے ہیں کہ سیما ب صاحب نے "اگرہ سکول" میں جس کی بناؤں نے خود اپنے مقدس ہاتھوں سے رکھی تھی جس میں قوم کے پتوں، نوجوانوں اور مردوزن نے تعلیم حاصل کی ہے جو تحریری ہے جس میں تحریک کا شاہر نہیں۔ یہ اس شاعری کی تعلیم ہے جو گھروں میں ماں بیٹیوں کے سامنے، اسٹادشاگروں اور باپ بیٹوں کے سامنے سُنانی جاسکتی ہے۔ اب تک لکھنؤ اور دہلی سکول نے ایسی شاعری کی طرف کبھی توجہ نہیں کی۔ سیما ب صاحب کے کلام میں وہ تمام خصوصیات میکجاںی طور پر جمع ہیں جو میر، داع، غالب، مومن اور ان کے معاصر اقبال کے کلام میں

الفزادی طور پر پائی جاتی ہیں۔

سیماں صاحب کے متعلق نظرت وارثی صاحب نے مزید لکھا کہ ڈاکٹر اقبال اپنے فلسفے کے سبب سے مشورہ یہیں۔ مومن کے تحفیل میں سنجیدگی اور ممتازت، غالب کے یہاں بھی تحفیل کی ممتازت غالب ہے۔ داغ زبان کے باشہ مانے جاتے ہیں اور میر سوز و گداز اور سادگی کے سبب سے مشورہ ہیں، لیکن سادگی، سوز و گداز، زبان و تحفیل کی ممتازت اور فلسفہ صاحب کے یہاں بیک وقت اور یکجاںی طور پر موجود تھا رہبر جہہ ذیل امثال سے اُس نے مذکورہ شاعر کی شاعرانہ خصوصیات سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

نہ ہو گی ازم اگر تو بزم وجہ زندگی ہو گی
کسی صورت سے ہو دنیا تو اک دن ختم ہو گی

یہ شعر تحفیل کا بلند نمونہ ہے۔ سیماں صاحب کی نگاہوں میں دنیا کا انجم ہے۔ وہ جنگ و چنگ دونوں کو دنیا کے ختم ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ دنیا اگر اس جنگ میں ختم نہ ہوئی تو عیش، ونشاط کی فراوانی، اخلاق کی کمی، تحریک کی کثرت جسے "دہ بزم" سے تعبیر کرتے ہیں اس دنیا کو ختم کر دے گی۔

کہاں تک اس میں پیدا ہمت منزل رسی ہو گی
قدم اُختے ہتی جو سوچے کہ منزل آگئی ہو گی

یہ شعر بھی تفکر کا بہترین نمونہ ہے۔ وہ قوم کی آسان پسندی کو دُور سے دیکھ رہا ہے۔ قوم کے افراد بڑے بڑے جنگ دعاوی کے ساتھ آزادی کے راستے پر گامزن ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ قدم اُمّت کے ہی منزل پر پہنچ جائیں گے، مگر ہوتا یہ ہے کہ برسوں چلتے کے بعد بھی انہیں منزل رسی نصیب نہیں ہوتی تھک کر بیٹھ جانا ہمت منزل رسی منزل کی دشواریاں سمجھنے کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔ منزل آسانی سے نہیں طبقی۔ منزل رسی کے لیے استقلال، محنت، ارادے کی مضبوطی، مشکل پسندی، بے آرامی، تکلیف، دشوار گزاری، مسلسل کوشش کی ضرورت ہے۔ یہ دشواریاں وہ لوگ کس طرح برداشت کر سکتے ہیں جو قدم اُمّت کے ہی منزل رسی کا یقین کر لیں۔

مری بربادیوں سے ظلم کے آثار چکیں گے
ہمیں بھی اپنی بربادی و تاریخی کا صدر مرہ ہے
مگر یہ سوچ کر خوش ہیں کہ ان کو تو خوشی ہو گی
چمک لیں، چچالیں، بول لیں، نہیں لیں چین والے

مندرجہ بالا اشعار سادہ الفاظ، اسلوب بیال عام فہم تغزیل کے وہی موضعات ہیں جسے تمام ثقہ شعرا پسند کرتے ہیں۔

تغزیل

اب نہ دل مالوس ہے ہم سے نہ خوش ہیں دل سے ہم :
 یہ کہاں کا روگ ہے آئے تری محفل سے ہم
 دیکھیے اس خانہٗ ویران کا کیا انجام ہو اپنی دُنیا لے کے نکلے ہیں کسی کے دل سے ہم

جی چاہتا ہے عمر مجبت نہ ختم ہو مر جائیے کسی کی تمنا یہ ہوئے

تختیل فکر

کمالِ جمل ہے عرفان روزگار ہنوز خزاں کے درود سے واقف نہیں بھار ہنوز

آدمی آدمی کہیں نہ رہا کوئی ردمی ہے کوئی شامی ہے
 بزمِ عالم کا مجھ سے حال نہ پوچھ انتہا کی بد انتظامی ہے

غدر کرنے سجدہ د قعود پر کہ دہاں قبول دیدہ تر کے سوا کچھ اور نہیں

درست و پیام

بجائے ہاتھ بڑھانے کے اپنے پاؤں بڑھا دعا تو دسم اثر کے سوا اور کچھ نہیں

غلامی کی فضاؤں میں نیا پھونکا فسول میں نے کیا اعلانِ آزادی ہے اندازِ جنوں میں نے
 شکوہ قیصہ و سجنے لاکھوں بار دعوت دی کیا کب سامنے باطل کے اپنا سرخگوں میں نے

فلسفہ

مصلحت یہ ہے خودی کی غلطیں طاری رہیں جب خودی مٹ جائے گی بندہ خدا ہو جائے گا

پیش نگاہ رہنے دو بُت خانہ و حرم جب تک نہ مساوا میں سمجھوں خدا کو میں
اک زندگی نو کی سمجھتا ہوں ابتدا بنم فنا کی کاہش بے انتہا کو میں

یہ کائنات کہ جس میں ترا جمال بھی ہے ہمارے حسن نظر کے سوا کچھ اور نہیں

مبارک تجد کو اپنی خود روی سیکن یہ سنتا جا کہ دُنیا اپنے رستے پر لگایتی ہے انساں کو

سیاست

ہو جلوہ گر کسی پردے میں شورشِ عالم جنونِ تاج دمکر کے سوا کچھ اور نہیں
اس انقلاب سے اہل نظر میں ہوشیار کہ رزم گاہ ہے اب طویل جلوہ گاہ نہیں

اکبر دانا پوری

سید شاہ محمد اکبر نام۔ اکبر تخلص۔ دانا پور دطن اور اگرہ مولد تھا۔ حضرت حاجی مولانا سید شاہ محمد سجاد ابوالعلائی دانا پوری کے صاحبزادے تھے۔ اگرے میں محلہ نتی لستی میں پیدا ہوتے۔ یہیں تعلیم و تربیت پائی اور عمر کا بیشتر حصہ سلسلہ ابوالعلائی کے پیر و ہونے کی حیثیت سے اگرہ ہی میں گزارا۔ مولانا حیدر اللہ آبادی یادگار خواجہ آتش مرحوم کے شاگرد تھے اور معرفت اسلوک میں اپنا جواب نہ کھلتے تھے۔ نہایت پر گو، صاحبِ حال اور سوز و گذاز میں ڈوب کر کئے والے تھے۔ جذبات اکبر اور تحلیلات عشق دو دیوان مطبوعہ ہیں۔ حضرت اکبر کے فیضِ سخن کی روشنی اور توجہات نے اگرہ میں بہت کافی ادبی زندگی پیدا کر لی۔ مولانا شاہ مرحوم و مغفور اپ کے شاگرد اور خلافت یافتہ ہیں۔ دیوان میں سلاست و روانی، سوز و گذاز، شوختی بیان اور تصوف کے دریا بہر رہتے ہیں۔ مفقصل حالات جذبات اکبر کے دیباچہ میں مولانا شاہ مرحوم و مغفور نے خود تحریر فرمائے ہیں۔

نمونہ کلام

کون سے دل میں کوئی ستر نہیں بناں تیرا
ساتھ اب چھوٹا ہے اے شب بھرال تیرا
تو اگر پاس نہیں ہے تو ہے ارمال تیرا

پردا راز ہے اے دوست ہر انسان تیرا
صُبھ کے پہلے ہی میں شمع صفت آخر ہوں
دل کو آخر کسی صورت سے تو بلاہی لیا

غلادِ کعبہ ہر طکڑا بنا اپنے گریاں کا
آئینہ اپنا ہے عکس اپنا ہے جلوہ اپنا
مجست کی نبوو آتی ہر جس میں وہ شکایت کیا

خیال آیا تھا وحشت میں ہمیں کسی پاکدامان کا
دیکھیں خوش ہو کے نہ کیوں آپ تماثا اپنا
ز پکے زنگ الفت جس سے ایسی بھی عزادت کیا

برہم وارثی

مکیم عبدالکریم صاحب برسی دارثی سلسلہ عالیہ و ارشیہ سے منسلک تھے۔ وطن فرع آباد یونی ہجارت تھا۔ آپ کا
شعر و شاعری کے سلسلے میں کوئی دستاویزی ثبوت باوجردیکہ کوشش بیار کے دستیاب نہیں ہوا۔ آپ گورکھ پور میں
ہفت روزہ جریدہ "مشرق" کے ایڈٹر تھے۔ اس کے بعد ایک جریدہ "فتنہ" بھی آپ کی ادارت میں نکلتا رہا۔
آپ حضرت امیر مینائی لکھنؤی کے شاگردوں میں سے تھے جس کا ثبوت مندرجہ ذیل ایک خط سے حضرت امیر
مینائی لکھنؤی نے مکیم برسی دارثی کے نام پر تحریر کیا ہے اور یہ مکتب مشہور نہانہ جریدہ "اردو میں معلیٰ" کا ان پور جندری
۱۹۰۷ء میں چھپا ہے جس کی نقل قارئین کرام کے پیش نظر ہے۔

پیارے برسی ।

لکھ کر چھتا ہوں کہ برسی پیارے ہونے کی چیز کہاں ہے کہ میں نے پیارے برسی القاب میں لکھا۔ پھر یوں
دل کو تسلیم دیتا ہوں کہ کسی کی برسی بھی تو کسی کو مزہ دے جاتی ہے۔ میرا مخاطب تو بعنایت اللہ مجھ پر مہربان ہے۔
ابتداء میں البتہ کسی قدر اثر تخلص کو کام میں لایا تھا، مگر جب دیکھا کہ اس سے یہ کڑیاں نہ اٹھیں گی تو اب رحم آگیا مہربان ہو
گیا اور خدا سے امید ہے کہ مہربان ہی رہتے گا۔ اس کی تقصیرات صدد رسی پہلے ہی عفو کرے گا۔ پیارے برسی اسلام
نوری کا خط اس وقت نظر کے سامنے ہے اور تا خیر و تقصیر جواب سے مجھے محبوب کر رہا ہے۔ امیر الفاظ کو خدا رونق

دے ذرا امیری زیر باری گھٹے تو ضرور ایک وقت اصلاح کے واسطے نکالوں گا۔ امیر اللغات کا پہلا حصہ چھپ گیا ہے، اس ہفتے میں خریداری کو پہنچے گا۔ اشتہارات ہندوستان بعض اخباروں میں چھپ گئے۔ انگریزی اخبار پائینر (PIONEER) کے ایڈٹریوریل میں تو ۲۶ مارچ کو شائع ہو گیا۔ عنقریب اشتہار انگریزی بھی جو ایک منتخب ادیب مistr فلپ صاحب ڈائریکٹر ریاست رام پور نے لکھا ہے۔

پائینر (PIONEER) میں ملفوٹ ہو کر نکلے گا تاکہ عموماً فرنگیوں کو اطلاع ہو جائے۔ "صفحہ فانے" کو چندے ابھی اور رہنے دے۔ خدا ذرا اطمینان دے تو اچھا ہو کر نکلے گا، بنیسر اپنے چھپوائی خاطر خواہ نہ چھپے گا۔ منتشری نظام الدین صاحب نظام کی لیاقت سے میں تجویز آگاہ ہوں افسوس کہ طریقہ ناقدر دانی کے وقت میں وہ پیدا ہوئے اور بہت خراب مقام پر اُن کا قیام ہے۔ خدا اُن کو کہیں اچھی جگہ پہنچائے۔ میری آرزو تو یہ ہے کہ امیر اللغات کو رونق ہو تو اُن کو اسی ذفتر میں رونق افزائی کی تکلیف دوں۔ میر اسلام کیے گا۔ محمد احمد تسلیم گزاریں۔

امیر فیقر۔ ۲۸ مارچ ۱۸۹۲ء

حکیم عبد الکریم برہم دارثی مرحوم ایڈٹر ہفت روزہ رسالہ "مشرق" گورکھ پور کا ایک مضمون بعنوان "اُردوزبان کی محنت تاریخ" جو کہ ایک غیر مطبوعہ مضمون ہے مشہور جریدہ "عاملگیر خاص نمبر ۱۹۳۸ء لاہور" وستیاب ہوا ہے جس کے اقتباس مندرجہ ذیل ہیں ۔ ۔ ۔

ہندوستان میں آرین قوم کے وسط ایشیا سے آئے سے پہلے اس ملک میں قبیم ہندوستانی قوم آباد تھیں اور مختلف زبانیں بولی جاتی ہوں گی۔ آرین قوم چونکہ فاتح قوم تھی، اس نے قدیم اقوام کی زبان کو پیرا کرت اور اپنے ملک کو ملکش کا خطاب دیا۔ پر اکرت غیر مذہب اور ملکش گونے کو کہتے ہیں۔ جس طرح عرب غیر عرب کو عجم کہتے تھے۔ قدیم زمانہ سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ فاتح قوم کا اثر ملکی معاشرت اور زبان پر بہت زیادہ پڑتا ہے اور وہ فتوحہ اقوام کی زبان اور تہذیب کو حتیٰ الواسع مٹانے کی کوشش کرتی ہے مگر آرین قوم اس قبیم ہندوستانی زبان پر صرف یہ اثر ڈال سکی کہ آگے چل کر یہ پر اکرت ایک دوسری زبان بن گئی یعنی برج بجا شا اور برج بجا شا سے اُردو۔ مہاتما گوہم بده کے زمانے میں جب راجہ پر جا ایک ہو رہے تھے تو یہی پر اکرت زبانیں درباری اور عوام کی بول چال میں کام آتی تھیں۔ آرین قوم کی شاخیں وسط ایشیا سے نکل کر جیجیوں و سیجیوں کو طے کرتی ہوئی ہندوستان، یونان اور روما کو گئیں اور اپنے ساتھ ملکی خصوصیات میں بہت تراشی اور زبان کو بھی لیتی گئیں۔

فارسی، سنکریت، لاطینی، انگریزی زبانوں کے الفاظ آپس میں بہت مت جملتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

قدم ایرانی زبان اور سنسکرت کا تعلق بہت گھرا ہے۔ ہندوستان آکر آئین قوم نے اپنی زبان کو بہت محفوظ رکھا اور یہاں تک ضابطہ اور قاعدہ بنادیا کہ اگر کوئی غیر آئین اس کو سیکھتا یا پڑھتا تو اُس کو سخت مزادی جاتی۔

مسلمانوں کی آمد چھپی صدی عیسوی یا پہلی صدی ہجری سے ہندوستان میں شروع ہوئی اور وہ سب سے پہلے غازی محمد قاسم خلیفہ ثالث کے عہدِ غلافت میں سنده تک آئے اور یہاں کچھ روز قیام کیا، گویا پہلے پہلے عرب کے مسلمان ہندوستان آئے۔ ان عربوں کی آمد کا پتہ مولانا قوم سے چلتا ہے مگر مولانا قوم کی زبان جنوبی ہند کی قدیم پاکست سے اس قدر مغلوب ہوئی کہ اس عرب نژاد قوم نے جس کے باپ دادا بالیقین حضرموت کے عرب تھے اپنی زبان ہی نہیں بدلی اپنے نام بھی بدل ڈالے اور معاشرت بھی بدل گئی۔ مال کا اثر اولاد پر ہوتا ہے یہ فلسفہ نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ گیارہویں صدی عیسوی سے جب مسلمان ایران اور افغانستان کی طرف سے حملہ اور ہوتے اور ہندوستان میں ان کا دوسرا دورہ ہوا تو ہندوؤں سے میل جوں بھی ہونے لگا۔ فارسی اور بھاشا دو نوں میں قدرتی طور پر اس قدر اشحاد پیدا ہو گیا کہ تیسری زبان اردو کی تبدیل پڑ گئی۔ بارہویں صدی میں پہلوں نے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کر لی اور اقتضائے وقت کے حکم پر اور دوسرے معاملات کے افہام تفصیل کے لیے ایک جدید اور مرکب زبان کی بنیاد پر اور تمیور کی فتوحات سے اُسے ترقی اور استحکام ہوا۔ تمیور کے زمانے میں ہندو مسلمانوں کے ربط اور روزانہ مراسم نے جنوبی ہند میں بھی ایک زبان کی بنیاد دی اج "لکھنی" کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔

پراکرت زبان میں ہندوؤں نے اپنی دیوبانی زبان کے الفاظ داخل کر کے برج بھاشا بنائی اور یہ تبدیلی اصلی تھی۔ اس کوئی قوم نہیں روک سکتی؛ زبانیں خود بنائیں ہیں اور جب بن جاتی ہے تو ان کے نام رکھے جاتے ہیں۔ ہندوستان کی کسی سمت نکل جائیے، اردو زبان بولنے والا ہر شہر بر قصبه اور ہر دیہات میں اپنا کام نکال لیتا ہے۔ دراصل مسلمان بادشاہوں نے اردو کی ترقی میں کچھ بھی کوشش نہیں کی جس طرح تبلیغ اسلام میں انہوں نے توجہ نہیں کی اور رواڑاری جائز رکھی درہ اج چورہ کروڑا چھوت سے مسلمان نظر آتے۔ اسی طرح اردو کو شاہان منسلک چاہتے تو اج اردو مدرج اعلیٰ پر نظر آتی۔ اس میں شک نہیں کہ اردو کی ترقی دینے اور اردو کے قواعد بنانے میں انگریزوں نے سبقت کی اور انگریزی حکومت بھی نے اردو کی کتابوں پر مصنفوں کو انعام دے کر حوصلہ افزائی کی۔

وارثی صاحب لکھتے ہیں: "میرے سیاسی عقامہ ہندوستان میں وہ نہیں ہیں جو للہ ہر دیاں ایم اے اور ان کے ہم خیال لیڈروں کے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ہندوستان میں ہندو بن کر رہنا ہو گا اور ان کو اپنے اسلامی نام بدلتے ہوں گے۔ عبادت وہ کسی طرح کریں مگر مسجدوں کو مندر کہنا ہو گا۔ ہندوستان کے باسر جو

مسلمان سلطنتیں میں اُن سے کسی قسم کا تعلق ہمدردی و محبت کا نہیں رکھ سکتے۔“

اگر ہندو یا مسلمانوں میں کچھ بھی سمجھ ہوئی اور اُن کا زاویہ نظر ملک کی حفاظت ہوتا تو سب سے پہلے یہ کوشش کرتے کہ ہندوستان کی مشترکہ زبان اُردو بنادی جائے، کیونکہ جب تک زبان ایک نہیں ہوتی دل بھی ایک نہیں ہو سکتے۔ جن لوگوں کو اب تک یہ نہیں معلوم ہوا کہ برق بجاشا اور فارسی ایک مال کی اولاد ہیں اور ان دونوں کا جوڑا مل کر اُردو زبان پیدا ہوئی۔

سب سے پہلے ہندوؤں نے یہ کوشش شروع کی کہ سنگرہت کے غیر مالوس الفاظ اخبارات اور اپنی تقریروں میں بھرنا شروع کیے اور دیکھا کیمی مسلمانوں نے عربی کے بہت غیر مالوس الفاظ اُردو میں داخل کرنا شروع کر دیے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک معمولی پڑھا لکھا ہندو ہو یا مسلمان دونوں کے اخبار و تقریروں میں پڑھنے اور سمجھنے سے مجبور ہو جاتا ہے۔

ریاض فروغ وارثی شاہجمان پوری

اپ کا وطن شاہجمان پور ایوپی بھارت، تھا اور رئیس زادے تھے۔ اپ نے حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ کے دست حتی پرست پر بیعت کی۔ شعرو شاعری سے آپ کو کافی ذوق تھا۔ صاحبِ دیوان تھے۔

انتخابِ کلام

اولاد ہے یہ خاص شہرِ مشرقیں کی چھبیسویں پشت جناب حسین کی
پتل یعنی ہے فاطمہ کے نوہر عین کی مہر نگیں ہے فاتح بدر و حسین کی
یہ جوہر و خلاصہ ہے دونوں جہان کا
بندہ نظر پڑا ہے خدا کی شان کا

ہے ٹوہی وارث علیہ و وارث بنی دل ہے ترا خذینہ اسرارِ معنوی
تیرے بن پہ تھیک تبا فقر کی ہوئی عادت کی ابتداء ہی سے تک باس کی

دستارِ دپا تجاہمہ نہ زیبِ بن یایا

اجرام کو پسندے پے سرین کیا

لڑکا یعنی ہے شاہ شیداں کا باضلف پُر فور سلک شاہِ نجف کا دُزِ نجف
و روحِ رسولؐ کا ہے یعنی گوہر صدف اللہ نے دیا ہے ہر اک بات کا شرف

سید بھی ہے فقیر بھی ہے اور ولی بھی ہے
بڑ طرح جانشینِ بنی دعلیؑ بھی ہے

قوم ایسی لاجواب کر دُنیا میں آفتاب دُنیا میں آفتاب تو عقبی میں ماہتاب
عقبی میں ماہتاب تو کوثر پر جوشِ آب کوثر پر جوشِ آب سے پرستی شراب
ستی شراب کوثر و تنیم کا یہ ہے
وارث علی و احمد بے میم کا یہ ہے

چہرے سے جلوہ گر ہے سلام خدا کا نور ظاہر ہے لب سے قدرت اللہ کا ظہور
رُخ سے عیال ہے صاف تجلی برق طور ایسا پرمی جمال کہ قربان جس پر خور
بحیرضیائے حق کا یہ دُرِّیتیم ہے
جاری اسی کا خلق میں فیضِ عیم ہے

احرام کی بساد وہ ہر زنگ کی پھین مثل شعاع مہر چلتا ہے سب بدن
روشن ہے روتے پاک سے ہر بزم و انجم خوش رنگ جس طرح سے چمن میں گل چمن
زینت ہے جس کی وہ گل روتے سدیر ہے
بانغ جمال میں مرصح ہر نیک دبدبے
وہ بیمزہ رہتی ہے درِ دولت پر ہر گھری خلقِ خدا ہے آنحضرت پر ڈیڑھی پر اڑی
چپ ہے کھڑا ستون بھی یہے ہاتھیں چھڑی ہر سورواں ہے دیدہ مشائق سے جھٹری
یوں قمریوں کا عشق ہے اس سرو بااغ پر
گرتے ہیں جس طرح سے پنگے چرانگ پر

ہی سبب تھا جو زلفوں کو تھے بڑھائے ہوئے کہ آج سارے زمانے پر وہ چھائے ہوئے
اے صبح سعادت ز جبیں تو ہویدا این حسن چہ حسن است تبارک تعالیٰ

حاضر حضور میں شعراءَ دیار یہں مذاہ حضرت شہزاد عالیٰ قادر یہں
خنے اگر یہں سو تو قصیدے ہزار یہں ایک ان میں عبدالاد شہزاد نامدار یہں

اُن میں یہیں دو شرف کے حکیم و فقیر ہیں
یک یہیں وہ آپ جی اپنی نظریہ ہیں

ہر ایک ان میں فرد ہے ہر ایک انتخاب ہر ایک بے مثال ہے ہر ایک لاجواب
کہتی ہے جن کو خلقِ مکانِ سخن کا باب کرتے ہیں یہ خیال کہ موندوں میانِ خواب
مضموں نظم کرتے ہیں وہ اپنے حال میں
گزرے نہ انوری کے جو خواب و خیال میں

شیدا کے ہر کلام کی وہ بے مثالیاں وہ شاہ بے نظری کی نازک خیالیاں
میٹھی ہیں جن کی قند مکر سے گایاں اور اس فروغِ خستہ کی یہ بے کمالیاں
کس فن کا کس بہتر کا یہاں آدمی نہیں ہے
دولت تو لٹ رہی ہے مگر کچھ کمی نہیں ہے

پروفیسر سید برق دارثی

پروفیسر حافظ سید برق دارثی خلفت سید محمد قاسم صاحب (مرحوم) جناب برق کی دادیاں موضعِ حسن پورہ میں
ہے جو حصواری شریف سے دہیل کے ناصطے پرواق ہے اور نخیالِ موضعِ کسرِ حبیبہ میں ہے۔ آپ کے والدِ ماجد پانی
سرسالِ کسرِ میں آباد ہو گئے تھے اس یہے آپ کی پورشِ نخیال میں ہوتی۔ آپ اردو اور عربی کے ایامِ اے میں اور
سندهِ قلم کا لمحہ کراچی میں شبہِ اُسد کے صدر میں۔ شاعری میں ندقِ سیم کے ماکن میں۔ غزل اور نظم دنوں میں
آپ کو دسترس حاصل ہے۔ آپ کے پڑے بھائی سید محمد ابراہیم، نجم ندوی، مرحوم بھی نہایتِ حوش فکر شاعر تھے۔
جناب برق آگرہ تاج کا لوئی کراچی میں سکونت پذیر ہیں۔

محوّمہ کلام

وہ شے کہ لوگ جسے آفتاب کہتے ہیں ہم اس کو اپنی نظر کا شباب کہتے ہیں
ہر اک ادا کو تری لاجواب کہتے ہیں ستم کو بھی کرم بے حساب کہتے ہیں
ہر اک ذرے کو ہم آفتاب کہتے ہیں بھر کے میں ہے آبادِ حسن کی دُنیا
تِ نقاب نہیں وہ تجلیٰ زیب جہاں والے جسے انقلاب کہتے ہیں
عروسِ دہر کی ہے اُک حسین سی کرڈ

فروغ دے کے اسے بھر بیکار کر دد
یہ تیری چشم خمار آلو د حسپ آلو د
شبا ب عشق کا میرے د ایک پرتو ہے
کچھ اور چاہیے مهزاب زندگی کے یہے
ہر اک سوال پر اٹا سوال ہوتا ہے
تماش کرے جو کثرت میں حسن وحدت کو
سکون جسم ہو جس میں سکون روح نہ ہو
دھی ہے راگ جسے دل کا ساز بھی گانے
وہ اپنے حسن پر نماز تو اپنے عشق پر ہم
ہر ایک جزو ہے آئینہ وسعتِ محل کا
شفاع حسن درخشاں نہیں نقاب سے کم
یہ زندگی کر ہے رحمتِ ترقی رفاقت میں
متریں بھی ہیں اسے بری غم کا آئینہ
سکون کو بھی تو ہم اضطراب کتے ہیں

وہ زندگی جسے جواب کتے ہیں
جو مجھ سے پورچھو اس کو شراب کتے ہیں
وہ اپنے خس کا جس کو شباب کتے ہیں
اداس اداس سا ہے یہ رباب کتے ہیں
ترے جواب کو ہم لا جواب کتے ہیں
اسی نگاہ کو ہم کامیاب کتے ہیں
ہم اس سکون کو اک اضطراب کتے ہیں
رباب دل کو ہم اصل رباب کتے ہیں
ہم اپنے آپ کو ان کا جواب کتے ہیں
ہر ایک حرفاً کو ہم ایک کتاب کتے ہیں
وہ اپنے حسن کو کیوں بے نقاب کتے ہیں
وہ اپنے حسن کو کیوں بے نقاب کتے ہیں
تیرے بغیر ہم اس کو عذاب کتے ہیں
یہ زندگی کر ہے رحمتِ ترقی رفاقت میں

طلبہ سے خطاب

عمل کی وقتِ پہناں کو آشکار کرو
سکون شکن تو بنو سکون پرست نہیں
وہ ناؤ کے تو ہم ہی تو ناخدا نہ مرے
اوہ اس کیوں ہو زمانہ جو سازگار نہیں
فضا میں چھوڑ داک نغمہ سکوت شکن
مٹا دو باغِ جہاں سے فردگی کا شان
تمارا آئینہ دل ہے کچھ غبار آلو د
بستاؤ اہلِ جہاں کو معان غم عشق
تم اپنے داغِ محبت کو خوب چکا کے
تماری شان کے شایان نہیں ہے یہ تقیہ

وطن کو اوجِ ترقی سے ہمکار کرو
ہمیشہ بروئے موج بے قصار کرو
وطن کی ناؤ کو ساحل سے ہمکار کرو
اٹھو! مزاجِ زمانہ کو سازگار کرو
خود اشکب رہو اور وہ کو اشکبار کرو
ٹے جو قطرہ شبم اسے شدار کرو
تم اپنے آئینہ دل کو تابدار کرو
ہر ایک دل کو غم یہ دے کے سوگوار کرو
شفاعِ مہر درخشاں کو شرمدار کرو
تم اپنی وقتِ تحریر یہ آشکار کرو

نفس نفس میں جلا و حسران غ روح یقین قبایلے نکر پریشان کو تار تار کرد
 بڑھو بڑھو سوئے منزل یقین دعزم کے ساتھ جو سنگ راہ میں آئے تو سنگار کرد
 جمال میں رہنے نہ پائے نشان پستی کا ہر ایک ذرے کو خود شید زدنگار کرد
 یہ زندگی تو عبارت ہے سعی چیم سے ذرا مشاہدہ نبض آبشر کرد
 قرار موت ہے انساں کی خودی کے لیے
 پیام برق یہ ہے خود کو بے قرار کرد

محبوب وارثی گیاوی

محبوب احمد وارثی نام، سنبھیہ مضاف میں محبوب اور مزاہیہ میں مسٹر تخلص ہے۔ فخر ملت مولوی سید عاشق دکیل گیادی کے پسر دوم ہیں۔ اسلامیہ کالج سے بن اے کی ڈگری حاصل کی اور علی گرین ہال مسلم یونیورسٹی سے قانون میں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ ایک سرگرم سیاستدان، قانون دان، کامیاب مقرر اور شاعر ہیں۔ پروفیسر رضا علی "وحشت" گلکتوی کے قریبی شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ طبیعت میں شوخی اور جملانی ہے۔ ہفتہوار "مورچہ گیا" اور رسالہ "درگاہ" لکھنؤں میں اکثر لکھا کرتے تھے۔

نمونہ کلام

گر راہ طلب میں صادق ہے شکوہ بھی دل ناشاد نہ کر
 ہاں ضبط سے لے تو کام ذرا بے چین نہ ہو فریاد نہ کر
 کوشش تو بہت کی میں نے مگر قسمت کی تھی کچھ اپنی خبر
 لے صبر سے کام دل مضطرب جب داد نہیں فریاد نہ کر
 امید کی دہ ہلکی سی کرن تھی جس سے مری دُنیا روشن
 او جھل ہوئی دہ بھی نگاہوں سے اے چرخ مجھے برباد نہ کر
 اب دل کا ہے دریان چمن وہ گل میں کمال کیا گلشن
 ٹھہرا ہے نفس ہی اپنا وطن صیاد مجھے آگزاد نہ کر

دم توڑ رہا ہے دیکھہ ذرا عاشت ہے ترا کشته ہے ترا
اے موبنی صورت والے حسین محبوب کو گوں برباد نہ کر

حکیم عبد الروف خال جوہر وارثی

اپ بہار پیغمبر بھارت کے رہنے والے تھے سلسلہ عالیہ وارشیہ سے مسلک رہے۔ سرکار
وارث پاکھی کی محبت نے شاعر بنادیا صرف ایک غزل ازانخاب مشاعرہ بزم پنڈت میلارام وفا۔ لکھنؤ
ماخذ ہے۔

غزل

نہ سبھل سکا کبھی وہ جو گرا تری نظر سے
نہ یہ سوزش جگر سے نہ یہ درد کے اثر سے
تیر سے صدقہ حسن جاتا یہ کہاں کافیصلہ ہے
مرے آنسوؤں کے قطرے میں چراغِ رو منزل
مرا سجدہ محبت کبھی اس طرح ادا ہو
یہ دعا ہے سر پہ رکھ کر تری خاکِ آستان کو
تیرے میکرے میں ساتی نہیں جب رواج ساغر
اُسے خلدے پکارا اُسے روحوں نے مُلایا
مگر اپنی دھن میں جوہر نہ اٹھا تمہارے درے
(مشاعرہ۔ لکھنؤ)

عزمی وارثی دہلوی

اپ سلسلہ عالیہ وارثیہ سے نسلک تھے۔ نمونہ کلام مختلف رسائل سے اخذ کر کے قارئین کرام کے پیش نظر ہے۔ حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔

جناب عزمی وارثی کی پیدائش امیر پرویش کے ضلع مراد آباد کے قصبه بھٹڑا یون میں ہوئی۔ آپ ایک معمولی گھرانے کے فرد تھے۔ آپ کے والد محکمہ جنگلات میں سیاستیت کلرک زمین کی پیمائش کا کام کرتے تھے۔ پچھن سے والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ زندگی کا آغاز الم سے ہوا اور اسی الم کی شدت نے شعروشاعری کا ذوق لطیف پیدا کر دیا۔ حضرت اور گھٹ شاہ وارثی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ تلاش معاش میں دلی اُسے جمال آن کے برادر کلاں ہندوستان دو اخانہ میں ملازم تھے۔ یہاں پر دلی کے ادبی ماحول میں دن رات گزرنے لگے۔ سائل دبوبی اور حضرت نوح ناروی سے اصلاح سخن کرتے تھے۔ ۱۹۵۵ء میں پندرہ روزہ نمازے اتحاد جاری کیا۔ اس کے پڑپڑ پبلشر اور ایڈٹر خود ہی تھے۔ اس اخبار کا مقصد ترقی و بقا ادب تھا۔ اس میں سلسلہ وارثیہ کی تبلیغ وغیرہ نہیں ہوتی تھی۔ دو دیوان چھپے تھے۔ (۱) سفینہ و ساحل (۲) محراب

نمونہ کلام

کبھی حسن یار کا ذکر ہے کبھی دور جام کی بات ہے یہ ہماری صبح کی گفتگو وہ ہماری شام کی بات ہے
 جسے آپ کہتے ہیں شش جنت واہل سے ہے مری ملکیت مرے دل نے جس کو جھلا دیا یہ اس مقام کی بات ہے
 کہیں روشنی کیسیں تیرگی جو کہیں خوشی تو کہیں غمی تیری بزم میں ہمیں دخل کیا تھے اہتمام کی بات ہے
 مرا ہر مقام پر تذکرہ مرا ہر زبان پر تبصرہ یہ تمہاری ذات کا فیض ہے یہ تمہارے نام کی بات ہے
 وہ نماز پڑھتا ہوں روز و شب کہ عزمی جس پر فدا میں سب نہ کہیں سجدہ کا ذکر ہے، نہ کہیں قیام کی بات ہے

اُسے کیوں سحر سے نشاط ہو اسے کیا ملال ہوشام سے جسے عشق ہے ترے ذکر سے جسے اُس ہے ترے نام سے
 وہ تمہارے طور و طریق تھے کہ مزار زنگ بدل یے یہ ہمارے دل کا شور ہے نہ ہٹے ہم اپنے مقام سے
 کبھی جل اُختا سر شام سے کبھی بُجھ گیا سر شام سے مری آزو کے چراغ پر کوئی تبصرہ بھی کرتے تو کیا

جو حیاتِ عشق سوزگئی تو حیاتِ حُسن نکھر گئی
کبھی تیرے حُسن خرام سے کبھی میرے سوزِ دام سے
جو عزیز وارثی تھا کبھی وہ عزیز وارثی اب نہیں
نہ جزوںِ عشق بتاں ہے اب نہ غرض ہے بادہ وجام

حُسن کی طرح عشق بھی خود کو رکھے جو راز میں
فرقِ جمیل کیا رہے ناز میں اور نیاز میں
کعبہ و دیر مل گئے اُن کے حرمِ ناز میں
جب سے تجھے سمجھ یا جی نہ لگا نماز میں
میرا بھی اک مقام ہے اُن کی نگاہِ ناز میں
حُسن ہو جس کا بے اثر عمر ہو جس کی مختصر
ایسی سحر کا ذکر کیا اپنی شبِ دراز میں
جانے پڑی تھی کب ادھر اُن کے کرم کی اک نظر
آج بھی ہوں نیازِ مند اُن کے حرمِ ناز میں
ہر جگہ سر بلند ہے ان کا عزیز وارثی
یہ بھی کشمکشِ حُب ہے حُسن کر شمہ ساز میں

جسے تحمل جاناں سے آگئی نہ ہوئی
وہ زندگی تو ہوئی اصل زندگی نہ ہوئی
چسرا غلطتا بہا اور راشنا نہ ہوئی
خوشی کی بات تھی لیکن مجھے خوشی نہ ہوئی
کسی سرشت میں تحملتی سرہست۔
میری جبیں پے سجدہ جو ملکتبی نہ ہوئی
تمہاری بنم میں یہ مجھ کو بے خودی نہ ہوئی
یہ اور بات ہے تسلیم دامی نہ ہوئی
میں کیوں کہوں کہ یہ مسراجِ عاشقی نہ ہوئی
وہ رند ہوں کہ طبیعت کو سیری نہ ہوئی
یہ ایک فریب بھاقدِ رادمی نہ ہوئی
جسے تحمل جاناں سے آگئی نہ ہوئی
وہ ترکِ زندگی نہ ہوئی
تیرےِ مراج میں ایک دن بھی برسی نہ ہوئی
شہیدِ ناز کا متسبہ کسی کو کیا معلوم
مجھے سکون کی دُنیا نہ مل سکی اب تک
قدم قدم پہ رہی ایک یادِ دامن گیر
نگارخانوں میں کیا کیا سکون دل کو ملا
جہاں بھی دیکھا جدھر دیکھا آپ کو دیکھا
تمامِ عمرِ گزاری ہے مے کدرے میں مگر
یک آپ ہی انسانیت کے پیکر میں

مشاعر دل کی فضائیک ہو جکا لطف و سرور
عزیز وارثی ہم سے وہ شاعری نہ ہوتی

یہ اشعار سالانہ عرس پاک حب المحب نظام الدین یحص اولیاء ۱۳۸۲ھ کے موقع پر زیر تعمیر قوال مصہد
حضرت خواجہ صرف نظام حب المحب پڑھے گئے۔

حاصل ہے فیقری میں تمہیں مند شاہی	کتاب ہے زمانہ تمہیں محبوب المحب
سلطان تھے، سلطان ہو، سلطان ہو گے	یہ بزم اسی بات کی دیتی ہے گواہی

شاہد حق عارف فخر زمین کی بزم ہے	ہوشیار اے نطق یخواجہ سن نظامی کی بزم ہے
کوثر و تسیم بھی تھے جس کے لمحہ پر نثار	یہ اسی ولادۂ لگنگ و جمن کی بزم ہے
(خواجہ جسن نظامی کی بزم)	

درود حضرت وارث پاک

بانیض حضرت وارث ہمارے دیوی میں	بڑے قرینے سے نورانیت بستی ہے
نیاز، فاتح، سجدہ، سلام اور سماع	طریق کچھ بھی میں سیکن خدا پرستی ہے

یہ جگہ وہ ہے کہ مشرب کی یہاں قید نہیں	کوئی جذبہ ہو تخلیل ہو مگر صید نہیں
سب برابر ہیں یہاں سب کامساوی حق ہے	کوئی راجح نہیں رانا نہیں جمشید نہیں

یہ کعبہ ہے کلیسا ہے نہ مسجد ہے نہ بُت خانہ	یہاں پر ایک سالک ہے یہاں ملکب ہے نہ لانہ
یہاں ہر دو میں سب کو بُر ظرف ملتی ہے	یہاں شیشہ نہ ساغر ہے صراحی ہے نہ پیانہ

خوانے میں تمارے کیا نہیں موجود یا وارت
میری مشکل بھی حل کر دو مرے مشکل کٹ وارت
ہریز وارثی کو آپ بھی جلتے ہوں گے
جو کہتا ہے میرا مولا میرا آقا وارت
(جلوہ گاہ۔ تکشتو)

غزلیات

تری صدا تری آواز بھی سنائی نہ دے
چڑاغ دل بھی جلائیں تو کچھ سمجھائی نہ دے
جوتا ب و طاقت اظہار لب کشاں نہ دے
تو میرے ہاتھ میں اپنی حسین کھانی نہ دے
تھکن بھی ساتھ ہے میرے تھکن کاسایہ بھی
مرے جلال کو طعن شکستہ پانی نہ دے
بجز دھوئیں کے کیں روشنی دکھائی نہ دے
عطا ہونی ہے قلم کی سکندری ہم کو
ہمارے ہاتھ میں تو کاستہ گدائی نہ دے
یہ مجھ سے کہتا ہے اختہ نگار ناخواندہ
کُخُون میں ڈوبنی ہونی زیست کی دہائی نہ دے

(اباب قلم۔ کراچی)

ہے آفتاب جلوہ نما آفتا ب میں
اب منے پیا کریں گے ملا کر گلاب میں
وصل صنم کے نقش نظر آئے خواب میں
خورشید و مرد کو مات ملی آب دتاب میں
کب تک رہتے گا ماہ و هفتہ سحاب میں
زگس کے پھول باندھ دیتے ہیں گلاب میں
دنیا کے انساط کو دیکھا ہے خواب میں
وہ کم میں اور میں ہوں نیا ہد عذاب میں
یہ کون آگیں دل خانہ خراب میں
مکن رُخ نگار ہے جام شراب میں
کچھ تو کمی ہو روزِ جزا کے عذاب میں
مجھ سے نہ اب حقیقت تعبیر پچھیے
اُن کی بساطِ حسن نے پانسہ پلٹ دیا
کب تک ته نقاب رہے گی حیاد شرم
رخار و چشم یار کی تصویر دیکھت
بے برستانِ عمر میں دو روز کی بہد
جلتا ہوں میں بھی اپلِ جنم بھی ہاں مگر
کس نے خرام ناز محشر بپا کر دیا

آخر یہ پائے ناز پر اب تک جھکا رہا
نیکن یہ سر جھک گیا اب تیری جناب میں

انکھوں میں ہے ببار تم شاکیں جسے دل میں ہے اشتیاق کی دنیا کیں جسے
پیدا کیا ہے مشق تصور سے قلب میں عکسِ جمال یار کا جبلہ کیں جسے
اے میرا حال پُرچھنے والو بتاؤ تو ایسا بھی ہے کون کہ میجا کیں جسے
اے دوست کیوں ہے میری مصیبت پر خندوان یہ عیش وہ ہے عشرت رعنای کیں جسے
اس کا جمال پیشِ نظر متوں سے ہے تکین جان دل کا سسلا کیں جسے
ہم تو تیری گلی کو سمجھتے ہیں اپنا عرش کیا جانے کیا ہے عرشِ معلق کیں جسے
آخر وہ ساری بزم میں بدنام ہو گئے
میری وہ کیا نگاہ تھی روکیں جسے

(ہنامہ "الوارث" ۱۹۴۳ء کراچی)

میر احمدی اجمیری وارث

غزل

مل جائے مرتضیٰ کی دولت دل حیران کو
دکھیوں جو شبِ فرقہ میں اُس منتاباں کو
ہے زخمِ جگ کاری۔ ہے درد سے جان علیٰ
میں ڈھونڈتا پھرتا ہوں اک عیسیٰ درواز کو
ہم جوشِ محنت میں ہم رنج و مصیبت میں
یسنے سے لگاتے ہیں سیپارۂ قرآن کو
ہے زخمِ جگ کاری۔ ہے درد سے جان علیٰ
ہم جوشِ محنت میں ہم رنج و مصیبت میں
روشن ہیں دل دیدہ جس کے رُخ رُشن سے
دکھیوں کو پچھاتا ہوں میں جادۂ شیرب میں
چوئیں گے تیامت میں اُس ماہ کے دامان کو
پلکوں سے اٹھاتا ہوں ہر خاربیاں کو
آنکھوں کو پچھاتا ہوں میں جادۂ شیرب میں
چوئیں گے طوفانِ اٹھادیں گے
چوئیں گے طوفانِ اٹھادیں گے
اک حشرِ مچا دیں گے طوفانِ اٹھادیں گے
اک حشرِ مچا دیں گے طوفانِ اٹھادیں گے
کرتا ہوں تلاوت جب اس مصحفِ عارض کی
والبغیرِ سُنّتا ہوں شام شبِ جہراں کو
میں شکر بجالا لؤں دل سے ترسے احسان کا
اسے ابر کرم اگر دھودے تو نامِ عصیاں کو
جو موٹ سے ڈرتے ہیں جینے پر جو مرتے ہیں
اسے میر و بی ڈھونڈیں بس چشمہ حیوال کو

بُزمی وارثی

غزل

میرے بچھرے ہوتے ہدم میرے دیرینہ صبیب

میرا ہر خواب ہے لب تشنہ تمیراے دوست
میری گویائی ہے بے جا تی محیراے دوست
اپنیت نظر آتی ہے مجھے راہبوں میں
کتنا سخوم سارتا ہوں سفر گاہبوں میں
بہ ہر انداز سخوتا ہوں مگر بے معنی
جلوہ گاہبوں سے گزتا ہوں مگر بے معنی
ن خیالوں میں تسل نہ ارادوں میں ثبات
تو نے کیوں چھین لی مجھ سے مری زنجیر حیات
تیری پُر جوش رفاقت ہے سرہن ندیم
میرے گیتوں میں سمویا ہے تیرا لعن ندیم
ہم کہ بچھرے نہ کبھی عرصہ بچپن سے ندیم
دھانگ راہبوں میں کیوں آج یہ آوارہ ہیں
کچھ نہیں پختگی شوق میں ناکارہ ہیں

میری مجبوری جسے تو نے ارادہ سمجھا
مسیری کمزوری فطرت کا اعادہ سمجھا
وقت نے بڑھ کے دل صاف کوبے نور کیا
اور یوں تجد کو رفاقت سے مری دور کیا
دو انگ راہبوں میں کیوں آج یہ آوارہ ہیں
کچھ نہیں پختگی شوق میں ناکارہ ہیں

(شاعر۔ متی ۱۹۲۹ء۔ اگرہ)

شیخ احمد واد وارثی

آپ سلسلہ عالیہ وارثیہ سے مندک تھے۔ حالاتِ زندگی پر دہ اخفا میں ہیں۔ آپ کا کلام محدود و ذرا لمحہ کی وجہ سے دستیاب نہیں ہوا۔ مندرجہ ذیل کلام بھی رسالہ حامی سخن بخشی کا طبع و عہد ہے۔ سن ۱۹۲۵ء دوچھے ہے۔

ہماری جان بھی جائے گی اک دن یا حضرت میں
دل بے تاب اپنا کس قدیم ضطر ہے فرقہ میں
مزاروں راز میں سرکار کی مہسر بنت میں
پڑاں نور جمال عش رفت میں
گل رضار احمد کی ہے بوجھوں کی نگت میں
مسلمان شوق میں میلاد میں آنکھوں پر رکھتے ہیں
رسول اللہ جائیں گے کبھی تہنا نہ جنت میں
گنگا درال امت ساتھوں گھر شرکے دن سب

مدینے کے چون کارنگ جا کر ہم بھی بھیں گے بسارگاش طیبہ اگر لکھی بے قمت میں
مدینے میں جو یاروں نے نہ دفنایا پس مردان
گھڑی بھر چین آئے گا زہم کو وہ تربت میں

وفاوارثی اجمیری

سرزین اجمیر (راجستان بھارت) اہل دل اہل مجتہت کی آماجگاہ ہے۔ اس خطے میں ہزاروں جانشیاروں
اسلام پیدا ہوئے جنہوں نے تبلیغ اسلام کی خاطر جان و مال کی قربانیاں دیں اور مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔
اس خطے ارض میں سب سے پہلے سلسلہ عالیہ چشتیہ کے سلطان المند خواجہ غریب نواز مسیعین الدین چشتی علیہ الرحمۃ
نے پرچم اسلام گاڑے۔ اس خطے پاک میں اہل فلم حضرات بھی پیدا ہوئے۔ انہیں حضرات میں سلسلہ عالیہ وارثیہ
کے ایک اہل قلم حضرت وفاوارثی صاحب اجمیری ہوتے ہیں۔ ”کا کلام دستیاب نہیں ہوا مگر ایک نعمت جو
رسالہ ”حقیقت اسلام“ (لاہور) جولائی ۱۹۲۲ء میں چھپی ہے قارئین کرام کی نذر کرتا ہوں۔

نعمت شریف

آن کے قدموں میں دم نکل جائے ہر بلا آئی سر سے مل جائے
خاک چھاؤں میں پند کی کب تک اب تو قمٹت مری بدل جائے
غیر حالت ہے ہجر میں دل کی وہ جو آئیں تو کچھ سنبھل جائے
میں توجانا ہوں اب مینے کو قافلہ آج یا کل جائے
آزو ہے دفاتا یہی اپنی
آن کے قدموں میں دم نکل جائے

حامدوارثی

آپ بمقام حاجی والا ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ گھر کے ماحول سے متاثر ہو کر زندگی درویشا نہ رکھی۔
بچپن بھی سے طبیعت شعر کرنے کی طرف مائل تھی۔ یوپی کے قیام کے دردان حضرت سیماں اکبر ابادی سے شرمن تند
راہ صل کیا۔ حضرت سرکار عالم پناہ حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ کے سلسلہ عالیہ سے ملک ہو جانے سے شاعری
کامیاب دوسرا نگ پیدا ہو گیا۔ بجائے قمال کے حال میں مست رہتے ہیں۔ صاحبِ دیوان ہیں۔ دو کتابیں میلاد

حمد" اور "نغمہ نور" کے نام سے شائع کیں۔ زیادہ تر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور ان میں متعالہ کلام ملھا ہے۔ اور سارا کلام عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرشار بوجو کہا ہے جو نہ تھا ہے اس پر بھجو یقینیت طاری ہو جاتی ہے۔

نعتِ شریف

جہاں بے حقیقت میں حقیقت لے کے آیا ہوں میں دل میں مکمل والے کی محبت لے کے آیا ہوں
 عقیدت لے کے آیا ہوں ارادت لے کے آیا ہوں خوش قیمت اصلاحت ہی سعادت لے کے آیا ہوں
 شہرِ منصور کی خوبیں مدعاۃت لے کے آیا ہوں گرال مایہ متاع درِ ملت لے کے آیا ہوں
 دل بے خود سے اُختی ہے انا الحق کی صدابردم ترستے ہیں جسے قدسی وہ دولت لے کے آیا ہوں
 غلامِ مصطفیٰ ہوں اے فرشتو پُرچھتے کیب ہو میں دُنیا ہی سے انبنے ساتھ جنت لے کے آیا ہوں
 غمِ دُنیا غمِ عبتنے غمِ ملت، غمِ جنان ہے ذرا سی جان مگر صدماں ہمیت لے کے آیا ہوں
 نظرِ اٹھتے ہی پڑتی ہے رخ جنان پاے حامد
 بڑی باذق و پُرتا شیر فطرت لے کے آیا ہوں

نعتیہ ربانی

نعت لکھتا ہوں تو آتا ہے شرور
 سامنے ہوتے ہیں گویا کہ حضور
 اُس کے ایمان میں شبہ ہے مجھ کو
 جو سمجھتا نہیں آت کو نور

اُنکھے آن کی پھر آنونہ نم دیکھ رہا ہوں خود پر آنہیں، مائل بہ کرم دیکھ رہا ہوں
 اے جذبِ محبت! تیرے مقدر پہ قرباں کوئین تیرے سامنے خم دیکھ رہا ہوں
 عنوال تیرا، ذکر تیرا، لفظ ترسے ہیں میں ہاتھ میں صرف اپنے قلم دیکھ رہا ہوں
 پردے سے ذرا دیکھ! مرا ذوقِ تماشہ بے پردہ بچھے تیری قسم دیکھ رہا ہوں
 پڑھ لیتا ہوں ہر امر مقدر کو میں دل پر جیسے کہ سوئے "لوحِ دلم" دیکھ رہا ہوں
 ہر نقش پر ہے ترا نقش کعب پا،
 بُت خانہ میں بھی سونے حرم دیکھ رہا ہوں

سائنس آتا رہے سائنس جلاؤ رہے
درد اٹھے اٹھے کے دل کو بٹھاتا رہے
غم ستاتا رہے چوں رلتا رہے
عمر گزرسے اسی کشمکش میں مری
بادر محنت مدینے سے چلتی رہے
غُنچے آرزو مُکْرَاتا رہے
میں ہمہ وقت محیون نظر اڑا رہوں
تو سر بام جلوہ دکھاتا رہے
عشق خود راہ طیبہ دکھاتا رہے
ہمسفر نہ کوئی اور نہ راہبر
آنکھوں آنکھوں میں کوئی پلانا رہے
پروے پروے میں پتیا رہوں جام میں
برق گرفت رہے جان جلتی رہے
قلب صدموں پر صدے اٹھاتا رہے
ذکر میلاد ہتنا رہے وصر میں
ابلِ محفل پر محنت برستی رہے

نکر دنیا کی کوئی نہ حسام کو ہو
نخے تیرے سدا گنگناتا رہے

آگے جو بڑھا آقا تو بڑھتا ہی گیا ہے
قدموں کے تئے جتنا آج عرش علی ہے
ہیئت بھی جدا تری ہے خلقت بھی جدا ہے
اعزاد تجھے اقل و آخر کا ملا ہے
کوئی بھی تو یہ کہہ نہیں سکتا کہ تو کیا ہے
اگاہ تری اصل سے یا تو یا خدا ہے
کوئی بھی تو یہاں ترے سلا ہے
سب کچھ تراہے جو بھی یہاں ترے سلا ہے
خلقت بھی تری خالق اکبر بھی ترا ہے
برفق کو ہے فوق ترے فوق سے حاصل ہر ایک عطا تری عطا ہی کی عطا ہے
حامد رہے آباد سدا شہر بنی کا
جنت سے بھی مرغوب مدینے کی فشا ہے

مشائق وارثی

اضطراب دل نہیں ہے اضطراب دل مجھے
بے سکون میں سکون قلب ہے حاصل مجھے
بہت سرورت یعنی جذبہ کامل مجھے
لیکنچھ لوں منزل کوئی یا لیکنچھے منزل مجھے
کو دیا میری ہے خودی نے آج اس قابل مجھے
اپنے پسلوں میں لئے یتی ہے خود منزل مجھے
ذوق آسانی سے مطلق بو پکانا آشنا
اب کوئی مشکل نظر آتی نہیں مشکل مجھے
چشم ترقیں ہو پلی ہے شادا کام آرزو
توڑتا ہے اب طسم جلوہ باطل مجھے

میری فطرت تو اذل بھی سے تھی آزادی پسند
کیوں کسی نے کر دیا پابند آب دگل مجھے
مرجا اے اضطراب ذوقِ تکمیلِ طلب
لے اڑی بے جانبِ منزل ہواستے دل مجھے
ہو چکا ہوں بے نیازِ شوق و ذوقِ آرزو
اب بھا سکتی نہیں رنگتیِ محفل مجھے
اسِ نگاہِ ناز کے پر کیف جہود کی قسم
اب کہاں مکن سکوں اضطرابِ دل مجھے
مرجا بجوشِ تمتِ مرجا ذوقِ نظر
ہر گئی تینیِ حسن و عشق میں مشکل مجھے
مشکلات راہ میں بہت شکن شائقِ مگر
سوقِ منزلِ کھینپتا بے جانبِ منزل مجھے
(زمانہ، کان پور)

اے نگارِ شعر و فغم! اے عدوںِ رنگِ دُبُر
ہرا دانتے مستِ تیری کیف بارد و میے فرش
برگ برج باغِ ہستی کو ہے تیری آرزو
کائناتِ دل کا بہر ذرۃ ترا حلقة بگوش

تاہر کے محل نہیں۔ تاہر کے شرم و مجانب
تباہ کے صحراء نور وی، تباہ کے جوشِ جنوں
تباہ کے چشمِ محبت نا میں رنگِ اعتناب
تباہ کے دامانِ ہستی میں یہ اشکِ لالہ گوں

اے بہارِ گل بدالاں، گلشنِ فطرتِ نوار
آپا یامِ زندگی دے اک فردہِ رُوح کو
جذب ہو جائیں بیک دیگر بھم ناز و نیاز
اک نتیِٰ دنیاۓ حسن و عشق کی تخلیق ہو

خود بخود ہو جاتے آغوشِ تمنا بے قرار
قلب میں انگرائیاں لیں اشتیاق و آرزو
کاش؛ تیرا دل بھی ہو میری طرح تجد کو بھی میری جنتجو

پرواری کے عرض پرده دری کی رسم ہو
حسن کی دنیا میں ہواستے کاش! ایسا انقلاب
کاش! اہ تو سکینِ چشم و قلب و جانِ رُوح کو

اے کہ پیرے سامنے شرمندہ گلشن کی بہار
اے سراپا حسن و نجوبی اے نگارِ رنگِ دُبُر
اے کہ تیرے عشق میں ملیں کا دل بے بے قرار
اے کہ سر ابلِ گلتان کو ہے تیری آرزو
اے کہ چون آرائے فطرت شاہدِ نگین ادا
تیریِ رعنائی سے میں نرسیں دلالہ فرضہ، یا ب

اے کہ شمسِ ضوفشان آئینہ تیرے حُسن کا
کر رہا ہے اکتابِ لُور تجھ سے ماہتاب
اے کہ تو ہے باعث آرائش بزم جہاں
اے کہ رشکِ شمع روشن اے کہ تصویرِ وفا
ذرے سے ذرے سے عیال ہے تیرا حسن زرفشاں
اے مجمعِ حسن امیری بزم خلوت بزم میں آ
آ کہ حسن و عشق میں ہو جائے باہم اختلاط
آ کہ دونوں مل کے گائیں نغمہ عیش و نشاط

بقا عین بقا - ذوقِ فنا میں دیکھ لی اپنی
کسی کو کیا بتاؤں کیوں مٹا دی زندگی اپنی
سُنا سے حُسن بھر اُھا ہے پیغام وفا کے
اللی خیر! ہے بیتابِ چشمِ ملجمی اپنی
جسیں شوق کے سجدوں پر سجدے تابہ کے آخر
جو تو ہو سامنے تو بندگی بہ بندگی اپنی
مری آنکھیں میں یہ تارے مرا دنا ہے یہ شبم
ہستی ہے نہ ہستی ہے نہ کلفت ہے نہ لاحت ہے
بکھر کر رہ گئی ہے داستان بے کسی اپنی
بھی از فهم ہے میری ہمہ رنگی دہم رنگی
یہاں تک توجھے لے آئی ہے وارنگی اپنی
جو کچھ میں جانتا ہوں بس حقیقت ہے وہی اپنی
مگر گوپوں تو ہے ذوقِ جبیں افتادگی اپنی
ادا جو ترسے قدموں پر ہوا وہ ایک سجدہ تھا
تمناڈوں کی کوئی زندگیاں لے کر آیا تھا
وہ رنگیں لے جب تھی زندگی اک زندگی اپنی
دوہی چنگاریاں جب مل گئیں ہستی بی بی اپنی
فضاؤں پر وہ خود پھیلایا رہے میں بُخشی اپنی
بے کہتے میں موت اک بے خودی کی نینکے شان
پریشانی ہے جس کا نام وہ ہے زندگی اپنی

(ماہنامہ "نیم" جھوپاں سالگرد نمبر

فروری ۱۹۴۰ء)

فرحت و ارشیہ

جلوہ وارثہ

کرم اتنا تو مجید پر اے مرے سرکار ہو جائے
کہ جب میں سر جھکا گوں آپ کا دیدار ہو جائے
مرے وارث کی جو مجھ پر نظر اک بار ہو جائے
بہت آسال مری ہر منزل دشوار ہو جائے

نہ پوچھو جلوہ وارث کی عظمت مختصر ہے
 مرے دل سے کوئی پوچھے حقیقتِ عشق دارث کی
 یہ وہی ہے کہ جو پی لے وہی مشارب ہو جائے
 عنایت کی نظر سے دیکھیں مجھ کو اگر وارث
 مری سوتی ہوئی قسمت ابھی بیدار ہو جائے
 رواں ہے بحرِ غم میں مذوقوں سے کشتی فرحت
 کرم کر دیں اگر وارث تو بیڑا پار ہو جائے

نادر حسین قدوالی وارث

تضمینِ ضریبِ غزلِ حضرتِ شیدم شاہ دارِ نثار

بِدْكَ اللَّهِ فِي الْقُرْآنِ خَسِيرُ الْبَيَانِ پنجتنٌ آیَةٌ تَطْهِيرٌ وَصَفَتٌ دُورٌ مَانٌ پنجتنٌ
 إِنَّمَا جَاءَ إِلَّا عَزَّزَ وَشَانَ پنجتنٌ حَضْرَتُ وَارثٌ حَسَرَاغٌ خَانِدَانٌ پنجتنٌ
 يَادِ گَارِ پنجتنٌ نَامٌ وَنَشَانٌ پنجتنٌ
 کر دیا تلقین یوں عشقِ حقیقی کا شفعت کل مذاہب پا گئے رشد و مدایت ہر طرف
 رہیں برحق ہے تو شہزادہ شاہِ شفعت نیتر بمحی سیادت گو ہر تاجِ شرف
 اے گل زہراً بہار بہستان پنجتنٌ
 پر تو وحدتِ مجتمیں پسکرِ نورِ خدا جانشینِ مصطفیٰ ارث علی مرتفعٌ
 مرضیٰ حق سب پر فائق آپ کا مسلک رہا شاہِ تسلیم درضا ابن شہید کربلا
 خواجہ گل گوں قبا رُوح رواں پنجتنٌ
 دھوم تیری فرش سے ہے لے کے تاہوش بیں قُوبٰ چمکا دھریں مہرِ نبوت کا نگیں
 مریج شان و شکوہِ رحمتِ العالیٰ سبزِ گنبد کے مکیں اے دارث دنیا و دین
 راحتِ قلبِ حزیں اے جاں جاں پنجتنٌ
 حبتِ آںِ مصطفیٰ کا یہ بڑا فیضان ہے جس کو ان سے عشق ہے کامل دہی انسان ہے
 اک نادر کیا فدائی دو جسال قربان ہے خاکِ بیدم کے ہر ک ذرۃ کریم ارمان ہے
 کاش، ہم ہوتے غبار کاروانِ پنجتنٌ

روشن وارثی شاہ بھمان پوری

دل بتائے دارث جان بے فدائے دارث
بے جان دل کا حاصل اک اک اداۓ دارث
دُنیا کی کیا ہے مہتی عقیل کیا حقیقت
ایمان کی تو یہ ہے ہم میں گدائے دارث
اسے یعنی حورہ غلام تجہ کوتیرے مبارک
ہم کو نہ چھپر خالم ہم میں گدائے دارث
اک کافر محبت کی رہبری سے روشن
حاصل کیا ہے ہم نے فخر گدائے دارث

(ماخذ از جلوہ گاہ لکھنؤ ۱۹۶۱ء)

وحشی وارثی

اپ کا نام فضل الدین خال اور وحشی تخلص کرتے تھے۔ آباً اجداد اگرہ کے باشندے تھے۔ اپ کے والد محبوب خال صاحب دارثی تھے۔ ریاست بھر پور میں شیکیلاروں کی خدمات انجام دیتے تھے۔ وحشی وارثی صاحب نے ابتدائی اردو اور فارسی کی تعلیم گھر ہی پر حاصل کی۔ اس کے بعد کٹوڑیرہ ہائی سکول میں انٹرنس تک پڑھتے رہے، میکن بعض ذاتی وجہ کی بنابر شریک امتحان نہ ہو سکے اور تعلیم ترک کرنا پڑی۔ ذوق شاعری طالب علمی کے زمانے سے ہی پیدا ہو گیا تھا؛ چنانچہ ۱۹۲۰ء سے جو کچھ کتنا شروع کیا اُسے لمحاظ کی وجہ سے مدت بہت کمی کو مندرجہ کیا۔ آخر جب یہ سمجھ لیا کہ اپ ترک شرگوئی نہیں کر سکتے تو ۱۹۳۳ء سے فیض فیض الدین صاحب مفید اکبر آبادی سے شرف تلمذ حاصل کیا جو شارک اکبر آبادی کے شاگرد تھے۔

نمونہ کلام

دل تو پہلو میں تھا سیکن امتیازِ دل نہ تھا اضطرابِ دل نے بختا امتیازِ دل مجھے
تم نے سر رکھتے دیا اپنے پائے ناز پر تم نے کب سمجھا نیازِ عشق کے قابل مجھے

تمہاری دید کے مشائق سر بسجدہ ہیں نقابِ اب تو اُٹ دیکھیے خدا کے یے

حُسن ہی تو ہے حقیقت میں بنائے الْفت کافرِ عشق یہں جو حُسن کو سجدہ نہ کریں

مائل صدیقی الوارثی

میرے پاس ایسی زبان کہاں تیری شان جل جلال
 تیری حمد کو جو کرے بیان تیری شان جل جلال
 یہ چون میں سینکڑوں بھیلیاں مجھے کون جز تیرے دے اماں
 میرا چار تنکوں کا آشیاں تیری شان جل جلال
 جہاں شیطنت کا ظہور ہے جہاں ظلمتوں کا دفور ہے
 تیرا حُسن ہے وہیں ضوفشاں تیری شان جل جلال
 نہ ماسکیں نہ مٹا سکے مجھے کائنات کے خادشے
 میری زندگی کی ہے پاس بیان تیری شان جل جلال
 جو تھے ظلمتوں میں گرے ہوئے جو تھے تیرے دین سے پھرے ہوئے
 اُنہیں راہ حق کے ملے نشاں تیری شان جل جلال
 تیرا حُسن ہے میرا معا تیرا عشق ہے میرا رہنمایا
 تیرا ذکر ہے میری داستان تیری شان جل جلال
 مجھے ہر قدم تیری جستجو مجھے ہر نفس تیری آرزو
 مجھے اپنا غم ہے نہ غم جہاں تیری شان جل جلال
 غم وہ جہاں سے بچا کے تو مجھے اپنی حفظ و اماں میں رکھ
 میرے رہنمایا میرے پاس بیان تیری شان جل جلال
 جو غم وہ جہاں سے اُدا س ہے جسے صرف تیری ہی آس ہے
 میں دہی ہوں ماں خستہ جاں تیری شان جل جلال
 (رہنمائی فتنی دہلی "جلد نمبر ۲: شمارہ نمبر ۳)

اعجاز وارثی اٹاوی

آپ سلسلہ عالیہ دار شیعی میں داخل سلسلہ تھے، کس کے ذریعے ہوئے یہ نہیں حعلوم۔ سرکار
 عالم پناہ بانی سلسلہ دار شیعی حضرت حافظتید وارث علی شاہ علیہ الرحمۃ کے سالانہ نعرس مبارک پر رکھا رہ
 کیا گیا ان کا کلام۔

وہ جس کے دل پر تیری بندہ پروردی ہو جائے
یہ آرزو ہے کہ مسراجِ زندگی ہو جائے
تمارے دست عنایت سے اے مرے وارث
دُم آخر تیرے در پر جیں ہو
تجلیتاتِ الہی سے اے مرے آتا
سیاہ خانہِ استی میں روشنی ہو جائے
خدا کے واسطے اپنا جمالِ دکھلا دو
جوتم کو دیکھ لے بیٹک وہ جنگی ہو جائے
مرے بھی حال پر اب بندہ پروردی ہو جائے
خدا کرے مرے وارث وہ دن بھی آئے کبھی
نشار آپ پر اعجاز وارثی ہو جائے

ہم سے اعجاز کوئی پوچھے تو بتائیں اسے
اُن کے دیوانہِ اُفت اُنہیں کیا کہتے ہیں
لیکن ہم اُن کو محبت کا خدا کہتے ہیں

تماری ذات ہے وہ پاک ذات یا وارث
کہ جس میں سب ہیں خدا کی صفات یا وارث
تمارا ہاتھ انہی کا ہے ہاتھ یا وارث
کچھ ایسا لگتا ہے اُک تیرے ساتھ رہنے سے
کہ جیسے ساری خدائی ہے ساتھ یا وارث
بیٹک رہا تھا سر رہا کاروان حیات
دکھائی تم نے ہی راہ نجات یا وارث
سر نیازِ محکما کر سلام کرتی ہے دل و نگاہ کی گل کائنات یا وارث
اُتیڈ وار ہے اعجازِ چشمِ رحمت کا
ادھر بھی ہونگاہِ التفات یا وارث

حیات وارثی لکھنؤی

آپ کی بیعت سلسلہ عالیہ وارثیہ میں تھی۔ آپ زیادہ تر نعمت شریف لکھتے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے
والسانہ محبت تھی۔

نعمت شریف

بلا لو سرکار اپنے در پر دُودھ تم پر سلام تم پر سلام تم پر
کرم ہو مجھ پر بھی بندہ پروردہ دتم پر سلام تم پر

ذکر ہے سرچشمہ صداقت زبان ہے گنجینہِ رضاحت
 تمیں ہو شمع حرم دا در دُرد تم پر سلام تم پر
 یہ تم سے دوجہا منور درود .. .
 گزر ہو گیا جانب مدینہ قمری جانب سے باقیرینہ
 پھر ارب کس کے در پر جائیں، کسے غم زندگی نہ میں
 تمیں ہو جب بکیوں کے یادوں .. .
 راہ ہری سے ہٹائے گا کیا زمانہ اُس کو مٹائے گا کیا
 کبھی تو آئے گا وہ زمانہ کبھی تو ہو گا مدینہ جانا پڑھوں گا روضہ پر سرچشمہ کا کر .. .
 جو قبر سے اٹھوں روزِ محشر کی ہونمی حیات لب پر
 شفیعِ محشر قسم کوثر درود تم پر سلام تم پر

دل میں ترے خیال کی دولت یہ ہوتے
 بیٹھا ہوں دو جہاں کی دولت یہ ہوتے
 آ، اے نیم کونے مدینہ ادھر بھی آ
 دولت سرائے ساقی کوثر پر جسبریل
 اک اک چڑاغ بزم سالات ماب کا
 جب سے خیال قبلہ کو نین دل میں ہے
 فیض جمال ماءِ نبوت نہ پوچھیے
 چھائی ہوئی حرم پہ گھٹائیں میں نور کی
 اُس دل کی قدر و قیمت و عظمت نہ پوچھیے
 سرکارِ خود بلا کے سُنیں کوئی تازہ نعمت
 دل میں حیات ہوں یہی صرفت یہ ہوتے

حسن و اخلاق و محبت کا ستارہ چمکا
 آج کو نین کی قیمت کا ستارہ چمکا
 ابن مرجم نے کبھی جس کی بشارت دی تھی
 ارض بھٹا پہ وہ رحمت کا ستارہ چمکا
 جلوہ افرید ہوئے ناذش بزم کو نین :
 آج عالم میں بدایت کا ستارہ چمکا
 زینت بزم ہوئے ختم رسول سرورِ دین
 اے زمیں اب تری غلطت کا ستارہ چمکا
 شانع روز جزا آئے میں ساقی بن کر
 تشنہ کامان محبت کا ستارہ چمکا
 سایہِ دامنِ سرکار میں ہوں آج حیات
 اب مرے اشکِ ندامت کا ستارہ چمکا

شیئے میں حسین بادہ گلگام حسین ہے
محراب کی رونق ہے کوئی زینتِ بمبر
فردوں کے باخوں کی بہاروں سے نیادہ
اللہ رے تنوریہِ رُرخ دزلفِ محمد
اے صل علی عارضِ ساقی کی بہاریں
زَلغوں کا تصورِ سلاموں کی ہے بارش
مشے خانہ متقد ہے ہر اک جام حسین ہے
جیبورِ غم عشق کی ہر شام حسین ہے
کوئین نے پائی ہے حیاتِ اس سے تجلی
وہ عرش سے بھی جلوہ گہہ عام حسین ہے

شامِ مدینہ نورِ بدماں
مل گئے تم تو مل گیا سب کچھ
شانِ کریمی ، شانِ جبیبی
دین کا پرچم زینتِ کعبہ
فرش کے سلطانِ عرش کے مہاں
بزمِ وحدتِ بزمِ تجلی
کفر و جہالتِ چاکِ گریاں
ساغرِ عرفانِ رقصانِ رقصان
ہر غنچہ فردوسِ بدماں
نورِ الٰہی رخشانِ رخشان
عشقِ حیاتِ اللہ بنی کا
میرا مذہبِ میرا ایمال

ہر چھوٹ ہر گلی ہے جنتِ بدماں آج بھی
سوئے طیبہ کھینچتا ہے کوئی داماں آج بھی
ذرتہ ذرتہ ہے چڑاغ راہِ عرفان آج بھی
اٹھ رہے ہیں ہر طرف ساحل سے طوفان آج بھی
کچھ ستارے یہی مری بلکوں پر ارزان آج بھی
آنتابِ نور وحدت ہے درخشان آج بھی
جلوہ نکلنے ہے عرب کا ماہِ تباہ آج بھی
خاکِ طیبہ میں وہی جلوے ہیں پہنال آج بھی

ہے بہاروں پر مدینہ گلستان آج بھی
باد جود بے کسی رہ رہ کے اٹھتے ہیں قدم
آن کا کیا کہنا جن کے آستانِ ناز کا
اس پر بھی اک نظر اسے ناخداۓ بحرِ غم
مرجا اے سورِ غم اے حاصلِ عشقِ بنی
اس کے بعد اے ذوقِ نظارہ تیری تقدیر ہے
نور کے چشمِ آبلتے ہیں حرمِ ناز سے
کار فرمانی جن کی نظر آئی تھی طور پر

جس کو نسبت ہے سراج اسلامیں سے اے حیات
بزم عالم میں میں وہ شمع فرشتوں آج بھی

صاحب درد تو ملتا نہیں انسان کوئی
دل میں رہ جائے جفا کا۔ نہ ارمان کوئی
ہو کے دیکھے تو سر بزم نمایاں کوئی
میں نفس میں بھی بناؤں گا گلستان کوئی
پھیر تو دے مری جانب رخ طوفاں کوئی
لوٹ کے نہ گیا سرمایہ ایساں کوئی
لاکھ پردوں میں بھی رہ کر نمایاں کوئی
بے پتے بھی کہیں ہوتا ہے مسلمان کوئی
اب سنائے کے حال دل سوزاں کوئی
خاک کر کے مرے ذرول کو پریشان کر دے
امتحان بھی نگہ شوق کا ہو جائے گا
مرے صیاد کو باوصفت اسی ہے یہ خوف
بے کسی پر بھی میرا خوصلہ دل دیکھئے
ہم سنبھلنے بھی نہ پائے تھے سر محفل ناز
شمع فالوس میں ہے نور سے روشن ہے جہاں
بادہ عشق سے پرہیز ستم ہے زاہد
اس قدر یاد ہے بس عشق کی رو راد حیات
جیسے دیکھا تھا کبھی خواب پریشان کوئی

ستاروارثی

جانب ستاروارثی سے میری اکثر ملاقاتیں کچھی میں ہوئیں۔ وہ جب بھی طے والہاڑہ انداز میں ہے۔ اُن کے
نگہ ڈھنگ اور شکل و شبہت سے کوئی بھی خس اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ یہ فیرنٹ آدمی نعمت عبی کہہ سکتے
ہے۔ ہال اپنے کام سے کبھی کبھی ضرر کچھ نہ کچھ تبرکات سنائیا کرتا تھا میری اور ان کی ملقاتیں ۱۹۴۰ سے لے کر
۱۹۹۹ تک برابر ہیں۔ ملازمت کے سلسلے میں جب میرا تبادلہ لاہور ہو گیا تو وہ کیا چھٹے خط و کتابت بھی چھوٹ
گئی۔ میرے اُن کے ساتھ سلطنا علیہ وارثیہ کے تعارف کے ناطے سے بھی تعلقات تھے اور وہ سرے میرے
اُتاد بھائی بھی تھے۔ جس بزرگوار شخصیت سے انہوں نے شاعری میں اصلاح لی اُن کا اسم گرامی قبلہ مزراحت میں
بیگ ظفر بریلوی تھا۔ انہیں سے راقم الحروف نے بھی مشورہ سُخن کی۔ اُن کی ذات بھی اہل سُخن حضرات کے نے
ایک نغمہ کی جیشیت رکھتی تھی۔ اُن کی دیرینہ خواہش تھی کہ اُن کی زندگی میں اُن کا کلام چھپ جائے مگر یہ آزوف زندگی
میں پوری نہیں ہوئی۔

تارواڑی کے والد ماجد قبلہ سیدنا شاہ غفارشاہ وارثی جن کی بیعت بقول آن کے حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ
کے دست حق پرست پر ہوئی تھی۔ وہ سرکار پاک کے پنج عاشق اور احرام پوش تھے، فقیر تھے۔ تارواڑی صاحب
شاید انہیں سے بیعت تھی۔ تارواڑی صاحب ۱۹۲۸ء میں بولی (بیوپی - بھارت) میں پیدا ہوئے۔ پاکستان بننے
کے بعد بھرت کر کے کلام آگئے اور یہیں پستقل طور پر سکونت اختیار کر لی۔ بنگال دین کی مخالف میں شرکت
کرنا آن کی وضعیت میں شامل تھا اور یہ درستہ انہوں نے اپنے بزرگوں سے پایا۔ تارواڑی صاحب کا نقیہ کلام
“معطر مطر کے نام سے شائع ہو گیا ہے اور اس کو مدینہ پیشگ کہنی ایم اے جناح روڈ کراچی نے چھاپا ہے۔

تارواڑی صاحب کی پیدائش ۱۹۲۸ء میں بولی میں ہوئی اور وفات ۸ مارچ ۱۹۸۵ء کو کراچی میں ہوئی۔

مجہ پر اتنا تو کرم خاتی اکبر کر دے
آن کے جلوؤں سے میرا قلب تذرکر دے
تاج والے تیرے ادنی سے بھکاری بن جائیں
ٹو جو چاہتے تو گداوں کو سکندر کر دے
مُکْمُم دریا کو جو دیدے تو وہ صحرابن جائے
لگک ہو جائیں بس اک آن میں سب اہل زبان
ایک اُنی کو جو تو علم کا مصدر کر دے
اسے حسین توجہ اُن دے رُخ تباہ سے نقا۔
سارے عالم کو ابھی بے خود و شذر کر دے
عشق کا نشہ ہوا ایسا کہ مٹا دوں ہستھ
ہرنظر کو منے تو حسید کا ساغر کر دے

الجما ہے ترے تار کی تجھ سے یا رب

اب میرا عشقِ محمد ہی مقدار کر دے

اللہ سے شادابی گلکسازِ محمد
ہر پھول پر ہے بارش انوارِ محمد
قریان کر دل گلشنِ جنت کی بھاریں
مل جائے اگر سایہ دیوارِ محمد
وکھلا دے خدا مجھ کو بھی وہ عارض تباہ
دل میں ہے مرے حسرت دیدارِ محمد
سرشار ہوں پی کر منے توحید کے ساغر
کہتا ہے زمانہ مجھے منے خوارِ محمد
انسان تو انسان فرشتے بھی ادب سے
میں صبح دماسا حاضر دربارِ محمد
دیدار کے عوض بہاں خود بکتے یہ عاشق
دیکھئے تو کوئی گرتی بازارِ محمد
تار اُنہیں جھوم کے رحمت کی گھٹائیں
کھلن جائیں اگر گلسوے خم دارِ محمد

بہاں صبح ازل ہے جمالِ ردمے رسول
عوچ فکرو نظر شرح گفتگوئے رسول
کمالِ لطف و عطا ہے کمالِ خوئے رسول

بُرائیک ذرہ دل میں اُن کا عکس جمل
نگاہِ شوق کو پھر بھی ہے آرزوئے رسول
ہے اُن کا حُسنِ تبسمِ چمن میں عطر فشاں
ہر ایک غنچہ درگل میں بھی ہے بُرے رسول
ملی ہے مجذ کو عجب لذتِ سجود و قیام
زہے نصیب کہ کعبہ ہے میرا کوئے رسول
میرے حضور سے میرا سلام کہہ دینا نیم صبح گزر ہو جو تیسا سوتے رسول
خدا مدینے میں ستارِ مجذ کو پہنچا دے
تو نعمت پاک پڑھوں جا کے رو برقے رسول

مسئلوں کا آپ کے ہے عجیبِ مطیعِ نظر
کرتے ہیں سجدہ آپ کی چکھٹ کو چوم کر
یہ بارگاہِ حُسنِ عدمِ المشال ہے
روحِ الامینِ بُحکماتے ہیں اس آستان پر سر
عاشقِ خدا ہے خود بھی تمہارے جمال پر
ٹھانی نہیں تمہارا کوئی شاہِ بکسر و بدر
وکیوجہ ہے طالبِ دیدار آپ کا
لاکھوں سلام آپ پر یا سیدِ البشری
نبیوں کے پیشوں ہو خدا کے جیبیں ہو
تم سا ہوا نہ ہو گا کہیں کوئی خوب تر
تم رونقِ ازل ہو تمہیں حُسنِ کائنات
تم سے ہے فیضِ یابِ برآئینہ نظر
ستارِ دارِ اُثر ہے یہی میری بندگی
نعمتِ رسول پاک ہے میری زبان پر

عجب پُرکشش ہے بہادرِ مدینہ
جسے دیکھیے ہے نثارِ مدینہ
شب و روز ہوتی ہے رحمت کی بارش
معطرہ ہیں لیل و نہارِ مدینہ
ہر کسی نہیں نقشِ کفت پا کے جلوے
متذہ ہے سر دہ گزارِ مدینہ
بہت ناز ہے تجھ کو جنت پر رضوان
بُحکماتے ہے سر کو بیان سب خدائی
بُحکماتے ہے مسکنِ تاجدارِ مدینہ
دہی انتسابِ نگاہِ محمد
بُروا باعثِ افخارِ مدینہ
جمال پین پلتے ہیں سب غم کے مارے
وہ ہے اللہ اللہ دیارِ مدینہ
وہ چڑہ الگ سب سے چلکے گا جس پر
قیامت میں ہو گا غبارِ مدینہ
تُظہرتا ہے فرقہ میں ستارِ ماضی
نگاہِ کرم شہزادِ یارِ مدینہ

شاہ محمد عمر وارثی

حضرت مولانا شاہ محمد عزیز صاحب کی بیعت سلسلہ عالیہ و ارشیعہ میں ہوتی۔ زیادہ تر آپ نے حضور رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار ہو کر نعمتیہ کلام لکھا۔

کی وقت مبارک ہوتا ہے کیا خوب ۹ ساعت ہوتی ہے

جب ذکر اللہ ہوتا ہے جب نعمت رسالت ہوتی ہے
یافڑش زمیں پر محفل میں اس نور کی عظمت ہوتی ہے
وال عرش بریں پر ملائکہ میں مذاہوں کی محنت ہوتی ہے

ایمان بھی تازہ ہوتا ہے دل کو بھی مسترست ہوتی ہے
سب نعمتیں حاصل ہوتی میں جب دل میں محبت ہوتی ہے

تحفہ اُور الٹی صفات عیال ابلیس مگر متنکر ہی رہا
او صفات نظر آتے ہی نہیں جب دل میں کلدشت ہوتی ہے

بوجمل کے تم سب سے بُرے صدیقی کے تم سب سے بُلٹے
آنئیں میں ہو جاتی ہے عیال جس طرح کی صورت ہوتی ہے

اس حسن تصور کے قرباً اس فیض محبت کے صدقے
بردم ہے وہ روضہ انکھوں میں ہر وقت نیارت ہوتی ہے

ہر کوئی صحابی یا کہ دلی سب میں ہے عمر خوشبوئے بنی
کھلتی ہے جو اس گلگشن میں کلی سب میں نکست ہوتی ہے

کسی شب خواب میں جلوہ دکھا دیا رسول اللہ مری سونی ہوتی قسمت جگا دو یا رسول اللہ

گناہ میرے خلاست بخشوا دو یا رسول اللہ مری بگوئی ہوتی باتیں بنا دیا رسول اللہ

ابھی تو آپ کے سودا نیوں کو ہوش آجائے جو اپنے گیسرے مشکلیں سنگھا دیا رسول اللہ

کرم کر دو شہید کر بلکی پیاس کا صدقہ مجھے دیدار کا شرہبڑ پلا دو یا رسول اللہ

اگر آنکھیں مری دیدار کے قابل نہیں آتا مجھے آواز ہی اپنی سُنا دو یا رسول اللہ

ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کے عشق کا صدقہ

عمرؓ کو درد فرقہ کی داد دیا رسول اللہ

وہ نور خدا ہے جلوہ نما کس شان سے اپنے پیاروں میں
 سورج ہے چکتے ذرتوں میں یا چاند ہے روشن تاروں میں
 حیرت ہے جن کو درج بھی آئی نہ کتابِ حق میں نظر
 ہم کو تو ملی نعمتِ احمدؐ قرآن کے تمیسوں پاروں میں
 کیا کہیے رُخ دندمال کی چک اولنِ سی نظر آتی ہے جھک
 کچھ دن کو چکتے سورج میں کچھ رات کے روشن تاروں میں
 بوکڑہ دعمرہ دعثمان و علیؑ سوجان سے تھے شیدتے بھی
 تھی ایک تڑپ ان چاروں میں تھی ایک چک ان تاروں میں
 اس سرورِ دینؑ پر جان فدا کی جس نے نمازِ عشق ادا
 تواروں کی جھنگاروں میں اور تیروں کی بوجھاؤں میں
 گوست میں افت ہوں مگر مذہب کا بھی ہے احسان عمر
 دلیاں بھی ہوں دیوانوں میں بہشیار بھی ہوں بہشیاروں میں

معراجِ قادر وارثی

آپ کی بیعتِ سلسلہ عالیہ دارشیہ میں ہے۔ آپ کے خیر میں عشق و محبت کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ اُن کا کلام
 زیادہ ترغیبات کے علاوہ نعمت و سلام کا ہے۔

نمونہ کلام

شاہِ بطی اور اُن کے ہم نشینوں پر سلام جنتِ الفردوس کے سارے مکینوں پر سلام
 سورۃِ داشمس جن کی خوش نما تفسیر ہے ان سیسی چھروں پر ان روشن جینوں پر سلام
 آج بھی روشن ہے جن کی زندگی کا آفتاب بیچع اے دل ان محبت کے امینوں پر سلام
 عشق میں ڈوبی ہوئی مخمور نظروں پر درود
 شوق میں کھوئے ہوئے پر نورِ سینوں پر سلام

آج بھی جن سے چھکتی ہے شرابِ معرفت بادہ توحید کے ان آنگینوں پر سلام

لے اُڑی تھی جن کی تھوڑی سی جھلک صبح اzel
 معدن خوبی کے ان دلکش نگینوں پر سلام
 جن سے شرمندہ ہیں نظریں کو شروع تسلیم کی
 باخلوں ان پاک سیرت پاک بینوں پر سلام
 جگہاتے ہیں جو زیرِ خاک باصد آب وتاب
 ان دفینوں پر درود اور ان خزینوں پر سلام
 جن سے چھپتی رہتی ہے اب تک شعاعیں نور کی
 سینئے گئی کے ان نوری دفینوں پر سلام
 جن کا سونا بھی عبادت جاگنا بھی بندگی
 ان جہاں افروز ان خلوت گزینوں پر سلام
 اب بھی ہیں معصوم جلوے بن کے پیغام حیا
 سیدہ کی گود کے ان نازینوں پر سلام
 اب بھی معراج جن کے نقش پا نقش عمل
 صحیح ہیں اہل دل ان مد جینوں پر سلام

یا بُنیٰ سلام علیک - یا بُنیٰ سلام علیک
 یا عبیّب سلام علیک - صلواۃ اللہ علیک
 آپ کی ذات مکرم باعث تعلیقِ عالم آپ پر فخرِ ادم ہو سلام پاک پیغم
 یا بُنیٰ سلام علیک " " " "
 صبح صادق کا وہ منظر اور وہ میلادِ پیغمبر
 بُلْبُلِ سدرہ کے اب پر تھا یہ نغمہِ درج پر در
 یا بُنیٰ سلام علیک " " " "
 رُخ بسارِ صبح قدرتِ لطفِ شیگوں شامِ جنت دل سراسر راز وحدت آئینہ دارِ حقیقت
 یا بُنیٰ سلام علیک " " " "
 اول د آخر تمیں ہو باطن و ظاہر تمیں ہو حاضر و ناظر تمیں ہو دین کے ناصر تمیں ہو
 یا بُنیٰ سلام علیک " " " "
 بارشِ نطف و کرم خندہ زن ہر اہل غم ہے امد شاہِ امم ہے اب جو کچھ مل جائے کم ہے
 یا بُنیٰ سلام علیک " " " "
 ہر طرف جلوے نمایاں بر طرف شمعیں فروزان عرش سے تابزم امکان ہے چلغان ہی چلغان
 یا بُنیٰ سلام علیک " " " "
 سلبیلِ درج و حوض کو شرخِ خلد کا ہر اک گل تر عرشِ دکری ماه و اختر سب کے سب قم پر نجاح اور
 یا بُنیٰ سلام علیک " " " "

ہر سحر خور شید خادر اور ہر شب ماہ و آخرت سوئے روپ میں سر جھکا کر عرض کرتے ہیں برابر
 یا بنیٰ سلام علیک " " "
 کاش جاگ آئٹھے مقدر کاش ہو دہ دن تیسر سر جھکا کر آستان پر گیوں کھوں با دیدہ تو
 یا بنیٰ سلام علیک " " "
 بالکل وبا عقیدت سب میں حاضر پیشِ خدمت ہو قبل اے شاہِ آمت بدیہہ اہل محبت
 یا بنیٰ سلام علیک " " "
 اب تو رحمت کی نظر ہواب تو قسمت کو بنادو اپنے معراجِ حرمیں کو اب تو روپیے پر بلا لو
 یا بنیٰ سلام علیک - یا رسول سلام علیک
 یا صبیب سلام علیک - حسلۃ اللہ علیک

کوثرداری رام پوری

کوثرداری صاحب ایک روحانی شخصیت کے مالک تھے۔ قلبی محبت اور لگاؤ نے سرکار دارث پاک علیہ الرحمۃ
 کے سلسلہ عالیہ دار شیعہ میں مشرف بہ بیعت ہوئے۔ حالاتِ زندگی پر اٹھتے نہیں زندگی دستیاب
 ہوا قارئین کلام کی نذر ہے۔

غزل

شق میں اب نہ کیں گے دم رفتار قدم دشتِ زندگی میں ٹھہرتے نہیں زندگانی قدم
 ترسے کوچے کے ہیں ہر وقت طلب گار قدم ہو گئے کوچہ دلدار میں بیکار قدم
 میں اٹھاتا ہوں پر اٹھتے نہیں زندگانی قدم فتنہ حشر نے چوئے دم رفتار قدم
 میں جو رکھتا ہوں سروادی پُر خار قدم آٹھ کے آتے میں بگولے مری پابوسی کو
 رہ گئی منزل مقصود جو دوچار قدم خوبی بخت کہ شل ہو گئے پاؤں مرے
 ساتھ لاش کے چلیں گے جو دوچار قدم بخدا قبر کی ہو جائے گی مشکل اسال
 ہم نہ کھیں گے تری بزم میں زندگانی قدم غیر جب تک ننکل جائے گا محفل سے تیری
 سایہ تن سے ننکل جاتا ہوں دوچار قدم اللہ اللہ مجھے منزل مقصود کا شوق

میں خفا ہو کے جب آئھا تودہ بولے کوڑ
فتنہ حشر نے چُخ مے دم رفتار قدم

تم پہ قربان ایک ہو تو کھوں جان پہچان ایک ہو تو کھوں
دل دیا جان دی خدا گو نے تیرا احسان ایک ہو تو کھوں
سینکڑوں محبو جب سانی ہیں اس کا دربان ایک ہو تو کھوں
جھوٹے وعدے تو روزہ کرتا ہے تیرا ایمان ایک ہو تو کھوں
لاکھوں آتے میں تیری محفل میں تیرا مہمان ایک ہو تو کھوں
جس کو دیکھو وہ جان دیتا ہے تجھ پر قربان ایک ہو تو کھوں
ہے زمانے سے دوستی ان کی جان پہچان ایک ہو تو کھوں
سینکڑوں چھپتے ہیں دل میں تیر تیرا پیکان ایک ہو تو کھوں
پوچھتے ہیں دل میں آرزو کوثر
دل میں احوال ایک ہو تو کھوں

(بہفتہ دار "سمازیانہ" عید نمبر لاہور۔ ۲۹ مارچ ۱۹۲۹ء)

قیصر وارثی لکھنؤی

اپ کو سلسلہ عالیہ دار شیعہ میں شرف بیعت حاصل ہے۔ اپ کی شاعری حضور پاک نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
مدحت تک محدود تھی۔

نعت حشر لفیض

مدینے کے جس شام دسحر کی بات کرتے ہیں بالفاظِ دیگر خلدِ نظر کی بات کرتے ہیں
ستاروں کی نہ ہم حسن قمر کی بات کرتے ہیں جمالِ حضرت خیرالبشر کی بات کرتے ہیں
مبارک ذکرِ جنت آپ کو اے حضرت واعظ
دو دیوانے ہیں جوشیں و فرق کی بات کرتے ہیں مقابلِ نعمتِ ختم المسلمين کے چاند کیا شے ہے
ہم اس مشکل کشاں چارہ گر کی بات کرتے ہیں کہا ہے جس کو رب العالمین نے رحمتِ عالم

نظر میں ہے جہاں گنبدِ حضرتی کی رعنائی
فک رفتت بنتی کے پاک در کی بات کرتے ہیں
و جس کی ذات عالی نازش کوئی ہے قیصر
اسی فخرِ الرسل خیر البشر کی بات کرتے ہیں

اہمکوں سے پی نظر سے نظر کو ملا کے پی
پی اور نقابِ حسن زد عالم اٹھا کے پی
تو بھی حرم ناز کے پردے اٹھا کے پی
میخانہ اذل میں کچھی ہے شرابِ عشق
تو ہستی جہاں کو ساغر بنایے پی
کعبہ ہو بُت کدھ ہو کہ وہ کوئے دوست ہو
دل تیراچا ہے جس میں اسی گھر میں جا کے پی
اللہ کے حبیب کی الفت کی ہے شراب
ان منزوں میں عقل و خرد کا نیس ہے کام
اسے بیخود جمال ذرا ہوش اڑا کے پی
جلوے پلا رہے ہیں جو قیصر شرابِ عشق
اسے مرد پاک باز تو گھر میں خدا کے پی

اللہ رحم اب کیا دیر ہے تنزیلِ رحمت میں
مد فرما مد کا وقت ہے ہم میں ہم صیبت میں
گھر کار آنکھیں بھر لائے ہیں آنسوندِ رحمت کے
نہ اب آیا تو کب جوش آئے گا دریائے رحمت میں
تو یارب غرق ہو جائے گی دریائے بلکت میں
کرم تیرا نہ ہوگا اسے خدا اگر میری کشتی پر
تجھ ہی پر ناز ہے مجھ کو تو ہی میر امعاون ہے
تیری رحمت ہی کام آتی ہے میری ہم صیبت میں
خداوند اتیرے بندے تیرے بندوں سے عاجز ہیں
مد کر عاجزوں کی ہم بھی ہیں تیری حکومت میں
سو اتیرے کہاں جائیں کہ هر جائیں کے ڈھونڈیں
سو اتیرے تیرے قیصر وارثی کا کون ہے یا رب
بچا لے شری اعداء سے تو رکھ اپنی حفاظت میں

ذکی وارثی بھوپالی

جناب ذکی طرفی صاحب کے حالاتِ زندگی پر وہ اخفا میں ہیں۔ سرکار وارث پاک علیہ الرحمۃ کے سلسلہ عالیہ
دارشیہ میں داخل سلسلہ ہیں۔ بھوپال کے رہنے والے تھے۔ ایک دفعہ آل انڈیا مشاعرہ بھوپال زیرِ صدارت نوابزادہ
رشید الظفر خاں صاحب یہاں متفقد ہوا جس میں مقامی شعرا کی شرکت کے علاوہ باہر سے شعرا نے بھی شرکت کی۔

آن کے نام حسب ذیل ہیں :-

حضرت احسن مارہروی، حضرت مرزا یاس، یگانہ لکھنؤی، خفیظ جالندھری، جگ مراد آبادی، شوکت تھانوی، احسان وانش، ساغر نظامی، تبسم نظامی، فراق گورکھپوری، روشن صدقی، کیفت مراد آبادی، قمر جلال آبادی، بمنزد لکھنؤی، ادیب مالیکانوی، ارشد تھانوی، ذکی وارثی بھوپالی، اصغر شعری بھوپالی، احمد اللہ خاں بھوپالی، مرزا یگانہ چنگیزی۔

نمونہ کلام

عشق جنوں مزاج نے حسن کو گردگرا دیا
پھر اُسی دردِ عشق کو وجہ سکون بنا دیا
میں نے سوال کیا کیا اُس نے جواب کیا دیا
حسن کو عشق کر دیا عشق کو دل بنا دیا
عشق کا دلوار دیا درد کا حوصلہ دیا
جلوہ رنگ رنگ نے کیفت جنوں بڑھا دیا
ذوق طلب نے کیوں مجھے جلوہ الہجا دیا
میری فضائے قلب کو عشق نے جگھا دیا
عشق کا ماجرا ہی کیا، جس نے متاثنا دیا
چار قدم ہٹا دیا، چار قدم بڑھا دیا
کتنی لطیف ہے ذکی کیفیت جنوں کی
ہنسنے لگا رلا دیا، روئے لگا ہنسا دیا

(روزنامہ "ندیم" بھوپال - جشن سالگرہ فوری ۱۹۳۹ء)

وہ نظریں کیا ملیں راحت کی دنیا ہو گئی اپنی
منا کر جی رہی اس سنگدل کو خامشی اپنی
زبان بے زبان نے دکھا دی نغمگی اپنی
ز چھوڑی شوق کی وارنگی نے کچ روی اپنی
جھوڑ منزل نہ تھی وہ راہ منزل بن گئی اپنی

نگاہ شوق کی گستاخیوں میں چھیرتھی اپنی
زندگی اور ہم پر صرف کرتے بڑھی اپنی
جوابِ عشق میں ہم نے حقیقت دیکھ لی اپنی
نظر افروزی شمعِ تجلی اے زہے قسمت
نگاہ بزم جمال آن کی کمال پروانگی اپنی
خوشی سے وہ ہماری ہر خوشی پامال کر دالیں
یہ غم یہ بچکیاں یہ اشک پیم چیزیں ہی کیا ہیں
غدار کھے تجھے اے مسکرا کر دیکھنے والے
کسی کا نقش پا ہے ہم میں ذوقِ سجدہ ریزی ہے
ترے کعبہ کو اے زاہد سیمیں سے بندگی اپنی
دل وحدت نما نے منظرِ کثرت بدل ڈالا
اس آئینہ میں صدرت ہے وہی آن کی وہی اپنی

رشید خال وارثی

آپ کا اسم گرامی رشید خال دلہنگیر خاں تھا اور قصبه لکھنال تعلیم و ضلع آنادہ (یوپی) بھارت میں پیدا ہوتے۔ آپ نے قبلہ حرم شاہ وارثی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت کیا اور سلسلہ عالیہ دار شیر میں داخل ہوتے۔ سرکار پاک حضرت داراث علی شاہؒ سے ارادتمندی اور عشق و محبت نے شری دنیا سے لگاؤ پیدا کر دیا۔ راتِ الحروف سے آن کی ملاقات بتاریخ ۶ رب جب ۱۹۰۹ھ کو بمقوع عُرس پاک خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ اجمیر شریف میں ہوئی اور آپ کے کلام سے مشفیض ہوا۔

نمونہ کلام

عشق کی کائنات میں عمر تمام ہو گئی
باگنا فرض ہو گیا نیند حرام ہو گئی
ڈوب رہا تھا آنابِ نُورِ تھی منزل مراد
اب وہ غریب کیا کرے راہ میں شام ہو گئی
ہر ہر قدم میں یاس و غم کا شے بچھے ہیں ہر قدم
زندگی ایسی راہ میں محو خدام ہو گئی
عشق تھا اپنے زدم میں عشق کو ضمہ بنی رہی
قصہ ہوا نہ مختصہ عمر تمام ہو گئی
لاکھ چھپایا رازِ دل لیکن رشید کیا کریں
ابل نظر سمجھ گئے بات یہ عام ہو گئی

منزلِ عشق میں ہستی کا پتہ کچھ بھی نہیں
پسین ہی چین ملا تم سے محبت کر کے
دولتِ عشق ملی گھر کا کی کچھ بھی نہیں
ایک کھنکا سامنے دل کو لگا رہتا ہے
اور پوچھو کہ ہوا کیا تو ہوا کچھ بھی نہیں
اُن کا خط آنسے سے تسلیم ہوئی تھی دل کو
جب یہ دیکھا کہ لکھا کیا تو لکھا کچھ بھی نہیں
اسے رشید ہم کو تجتب ہے کہ ساز ہستی
جھن جھناتا ہے مگر اس کی صدا کچھ بھی نہیں

جب ستم کرتے ہیں وہ غم آزمانے کے لیے
ذوقِ سجدہ جب ہوا تصویرِ جاتاں کھینچ لی
مشکرا دیتا ہوں اُن کا دل بڑھانے کے لیے
گر مکمل ہو گئی خود دارستے ذوقِ نظر
خود بخود آجائیں گے جلوے منانے کے لیے
کرتی ہے فطرت یہاں تک ناز بردار نے حسن
بڑھ گیا ہے اس قدر آب خانہ درباری کا ذوق
بجلیاں لاتی ہیں تکے آشیانے کے لیے
آگیا ہے وقت میرے آخری دیدار کا
آپ بھی آجائیے صورتِ دکھانے کے لیے
ہو گئی ساکن زبال اب تھمرٹھر کر رہ گئے
جب ملا موقعِ طاغیں الگفت سنانے کے لیے
رخِ غم میں مشکلنا کھیل سمجھے ہو رشید
چاہیے تھمر کا دل صدے اٹھانے کے لیے

منقبت سرکار وارثہ پاکھڑ

سرے پاک لگ رہے ہیں منظہ انوار سے ہو بھوپیں مرے وارث سید ابرار سے
دور میں دُنیا کے غم سے اور ہر آزار سے جن کی آنکھیں میں مشرف آپ کے دیدار سے
جن کو حاصل ہے حضوری نسبت سرکار سے وہ گزر جاتے ہیں ہر ایک منزلِ دشوار سے
یہ درِ وارث ہے ملتا ہے یہاں حد سے سوا آئے کوئی ماہگ کر دیکھے میرے سرکار سے
آپ کے قدموں پر سر ہو رُوح جب پرواز ہو
ہے رشید وارثی کی آرزو سرکار سے

دفا جب نیپائی شناسائیوں میں پلٹ آئے ہم ابھی تنسائیوں میں
میری زندگی کو تماشا بنا کر کھڑے ہو گئے وہ تماشا یوں میں

میر ولی وارثی

جناب میر ولی وارثی امر تسر (مشترق پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ عالیہ دار شیعہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ شعرو شاعری سے کافی ذوق و شوق رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے ہندو پاک کے ٹپوارہ سے بہت زیادہ متأثر ہو کر ناول بھی لکھے جس میں معاشرہ کی اصلاح کے لیے قلم اٹھایا گیا۔ آپ نے نظم اور نشرونوں میں کتابیں لکھی ہیں۔ ان کتابوں میں مجملہ معاشرتی برائیوں کو اور سماجی نقائص کو منظر عام پر لایا گیا ہے تاکہ معاشرہ ان پر سنجیدگی سے غور کر سکے اور اصلاحی سپلواختیار گر سکیں۔ میر ولی وارثی صاحب کا مقصد دیر تھا کہ معاشرہ صاف مستھرا ہو اور انسانی ہمدردی کو دلوں میں جگھے۔ انہوں نے پاکستان بننے کی دیکھا۔ پاکستان کو وجود میں لانے کے لیے جن قربانیوں کو پیش کیا گیا۔ وارثی صاحب نے ان قربانیوں اور ایثار و جذبہ کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ آپ کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد دہلوی اور حضرت اختر شیرازی فرماتے ہیں۔

آپ کی شاعرانہ حسن کاریوں سے ہندوستان اور علی الخصوص صوبہ پنجاب کے ادبی حلقات عالم طور پر باخبر اور متعارف ہیں۔ اس نوجوان شاعر کا وطن فخر سر زمین امر تسر کو حاصل ہے اور وہ امر تسر کو "روح بہ تماشا گہنا زا اورم" کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی مندرجہ ذیل کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ان میں ایک نسخہ "بہار جاؤ داں" جس کو پنجاب اکادمی ہاں بازار، امر تسر (مشترق پنجاب) نے چھاپا ہے۔ اس بہار جاؤ داں سے وارثی صاحب کا نمونہ کلام فارمین کرام کے پیش نظر ہے۔ ان کی کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) گرداب سے ساصل تک (۲) قحبہ خانہ میں ایک رات (۳) ادھورے گیت (۴) بہار جاؤ داں

میر صاحب امر تسر کے ایک ممتاز گھرانے کے فرد تھے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اور امر تسر کے سربراہ درودہ اہل علم کے تلمذہ میں سے تھے دینی اور عربی علوم استاذ الکل حضرت محمد عالم آسی سے حاصل کیے تھے۔ فنِ شاعری میں عکیم الشعرا فیروز الدین فیروز طغراقی سے فیض یاب ہوئے تھے۔

تقسیم ملک کے بعد موہنی روڈ پر قیام پذیر ہے۔ غالباً ۱۹۹۰ء میں وفات پائی۔

گلشن میں جل کے داغ جگر جب دکھا دیا پھولوں کو ہم نے پسیکر ہیرت بنا دیا
کھلنے لگی اگر کوئی اُمْسید کی کھلی برقِ الہ ترپ کے گری اور جلا دیا

اُف بارے کر شمہہ ہائے خیال جمال دوست
میں ہول وہ رہرو رہ الفت کے ضعف میں
ہرشے نے اُن کا روپ بدل کر دکھا دیا
جب گر پڑا تو دردِ جگرنے آئھا دیا
واقف میں رازِ عشق سے اب چن کہ گل
سُن کر مرا افسانہ غم مسکرا دیا

میں تیرے جوش کرم پر نگاہ کرتا ہوں
تیرے فراق میں ہر وقت آہ کرتا ہوں
برس خدا کے لیے مجھ پر اے سحابِ کرم
سمٹ سمٹ کے اُترتے ہیں جلوے سینے میں
یہ قلب ہی لے پہنچتا ہے اُن کے کوچے میں
جبھی تو عمر کو وقت گناہ کرتا ہوں
تیرے یہ میں جوانی تباہ کرتا ہوں
کہ تیری اُس پہ پھر اک گناہ کرتا ہوں
جھبک جھبک کے جو ان پر نگاہ کرتا ہوں
اگرچہ لاکھ اس کو انتباہ کرتا ہوں

دل میں خیالِ نگسِ مستانہ چاہیے
ہے مرگِ عشق ہستیِ جادید کی دلیل
کیوں اس حُسن سادہ کو سمجھا ہے بے دفا
کب تک دبا رہے گا دلی رُعبِ حُسن سے
یعنی حرم کعبہ خستانہ چاہیے
اے دل جفانے یار کاشکوازن چاہیے
اے شوق منفعل تجھے ایسا نہ چاہیے
آخر کبھی تو جرأتِ زندانہ چاہیے

تیرے ناز میں وہ اثر کہاں جو اثر ہے میرے نیاز میں
تیرے حُسن میں وہ ترڑپ کہاں جو ترڑپ ہے میرے گذاز میں
یہ کمال ہے یہ طسمِ مرے عشق شعبدہ باز میں
نہ کشش رہی تیرے حُسن میں نہ اثر ہا ترے ناز میں
مجھے عیش و غم میں غرض نہیں اگر آرزو ہے تو ہے یہی
کہ اُنگ بن کے چھپا رہے کوئی دل کے پردہ راز میں

تیری برقِ حُسْن نے کیا کیا کہ مٹا دی لذتِ زندگی

نہ رہیں وہ پہلی حرارتیں میرے دل کے سوز و گداز میں

میں جو رہیں یادِ بُتال رہا مجھے زندگی کا مزا ملا
کہ پچھی حقیقتِ عشق ہے اسی کائناتِ مجاز میں

جورِ محظوظ سے ہم مائلِ فریاد نہیں نغمہ عیش ہے یہ شکوہ بیداد نہیں
عمر پیمانِ محبت جو ہوتے تھے ہم سے مجھ کو یادِ سبھی آپ کو گو یاد نہیں
لوگ کرتے ہیں محبت میں خدا ملتا ہے لیکن اپنی ہے یہ حالت کہ خدا یاد نہیں
اکھوں اکھوں ہی میں کھل جاتے ہیں لاکھوں لا اسرار درسِ افت کے یہ حاجتِ اُستاد نہیں
گرستِ مجھ پر نہ کرتے تو ستم تھا مجھ پر مجھ پر بیدادِ جو کی ہے تو یہ بیداد نہیں
کیوں تَعَجَّب ہے اُسے دیکھ کے تجھ کو اے دل جلوہِ حُسْنِ ازل ہے تجھے کیا یاد نہیں
اے دلی دیکھ کسیِ مست کے دامن کو نہ پھیڑ اے دلی دیکھ کسیِ مست کے دامن کو نہ پھیڑ
بے خبر اپنا گریاں تجھے ماد نہیں بے خبر اپنا گریاں تجھے ماد نہیں

کوں کیا دحشتِ دیرانہ پیائی کہاں تک ہے کوں کیا دحشتِ دیرانہ پیائی کہاں تک ہے
اگرچا ہوں نظامِ دہر کو نیر و زبر کر دول مرے جذبات کا طوفاں زمیں سے آسمان تک ہے
تیرے ٹھنے میں اے دلِ زندگی کا رازِ مضمرا ہے ہر اس نیتی آغاز و قوتِ امتحان تک ہے
ستانا ہے مجھے صیادِ ظالم اس یہ شاید کہ رونق اس کے گلشن کی مرے شغلِ فناں تک ہے
فرود غر حسرت و غم سے جگر میں داغ رکھتا ہوں مرے گلشن کی زینتِ دورِ ہنگامِ خزان تک ہے
دلی شامل نہیں ہو تم ابھی زندوں کے حلقوں میں دلی شامل نہیں ہو تم ابھی زندوں کے حلقوں میں
تمہاری بادہ نوشیِ محفل پیرِ مغال تک ہے تمہاری بادہ نوشیِ محفل پیرِ مغال تک ہے

شیداوارثی

محمد سعادت حسین خاں صاحب شیداوارثی کے والد کا نام محمد خادم حسین تھا۔ محلہ کھاڑا پیر تحصیل والاں بربیلی دیو۔ پی بھارت) کے رہنے والے تھے۔ آپ حضرت سرکار وارث پاک علیہ الرحمۃ کے مریدین میں سے تھے، اہنہ اسلامی عالیہ وارثیہ سے نسبت رکھتے ہوئے وارثی کے نام سے مشہور و معروف تھے اور آپ میں صبر و فناعت کا جذبہ بہت زیادہ رکھتے تھے۔ ان کی اولاد نہیں تھی۔ زیادہ تر گزرا اوقات کے لیے پیشہ زرگری کرتے تھے۔ محض گزر بسر کی حد تک اپنے پیشے سے دلچسپی رکھتی شاعری سے کافی دلچسپی تھی۔ بربیلی کے مشہور اُتاد منشی علی حسین ضمیر بربیلی (م ۱۹۶۲ء) کے شاگرد تھے۔ ان کا تمام کلام غیر مطبوعہ تھا جس کو انیں احمد نوری صاحب نے ترتیب دے کر چھاپا ہے۔ ان کے کلام میں زیادہ تر نتیجی، منقبت اور قطعات درج ہیں۔ شمال ہندوستان میں جب سے اردو نعت کا آغاز ہوا ہے اُس وقت سے ہی بربیلی میں اردو کے صاحبِ دیوان نعت گو ملتے ہیں۔ بربیلی ایک مدت سے علماء و فقراہ کی بستی ہے جن کے فیض سے اردو نعت کو ترقی ہوتی۔ بربیلی میں عظیم ترین نعت گو مولانا حسن رضا صاحب بربیلی (م ۱۹۰۸ء) نے اپنی نعتیہ شاعری سے اردو نعت گوئی کو ایسی رفتار دی کہ بربیلی میں اردو نعت گوئی کو حیاتِ جادوال مل گئی۔ نعت میں زبان اور جذبات دونوں کی اہمیت ہے کیونکہ عشق کا اظہار اس ذاتِ گرامی سے کیا جاتا ہے جو اللہ کا محبوب ہے۔ شیداوارثی کا انتقال ۱۲ فروری ۱۹۶۹ء کو بربیلی میں ہوا اور تکمیلہ کھاڑا پیر بربیلی میں مدفون ہوئے۔ عمر تقریباً ۷۳ برس تھی۔

نعت

میری سمت مشکلوں نے جو کبھی نظر سُلطانی وہیں یاد فخرِ رحمت میری رہبری کو آئی جمالِ ان کا ذکر چھیڑا وہیں جھومِ اٹھانی جیا ہے وصفِ فخرِ عالم یہ ہے شانِ مصطفائی	میری تکرح جھومِ اٹھانی میری مسیما دل ہوا منور تیری خلد تک رسانی میری عرش تک رسانی تو فدائے خلیلِ زاہد میں ہوں نیا اُمر مدنیہ
میں کہاں ہوں اور کہاں تک مری ہوگی رسانی مجھے ان کا ہے تصور میرے سامنے ہے روشنہ دہ مئے جمالِ دحدت مجھے آپ نے پلانی	تیری زندگی میں ہوں نیا اُمر مدنیہ تو فدائے خلیلِ زاہد میں ہوں نیا اُمر مدنیہ میری تکرح جھومِ اٹھانی میری مسیما دل ہوا منور

مجھے دیکھ کر یہ بولی سرِ شرحت کی رحمت ترے واسطے ہے جنت تو نبی کا ہے فدائی
جہاں راہِ حن سے شیدا میرے پاؤں دلگشاہی
وہیں اُن کی رحمتوں نے میری کی ہے راہنمای

کریں کیوں نے عاصم دیں پر بسیرے	جہاں اُن کی رحمت نے ڈالے میں ڈیئے
قسم ہے خدا کی وہ اُن کی گلی ہے	جہاں تاج والے لگاتے ہیں پھیرے
تصور کی راہوں سے ہے آنا جانا	مدینے کے ہر دم لگاتے ہیں پھیرے
مجھے کیا کمی میں بھکاری ہوں اس کا	جو پل میں زمانے کی تقدیر پھیرے
پئے نسبت سرکار شبتم سے غنچے	وضو کر رہے ہیں سویرے سویرے
میں بھیارِ عشق پیغمبر ہوں شیدا	
میری شام غ پر ہیں سویرے	

فردوس میں اُن کے دیوانے صرف اس یہے پائے جاتے ہیں
روضے کے حسین دلکش نقش جنت میں دکھائے جاتے ہیں
ہر سمت فضاۓ محشر پر انوار جو چھاتے جاتے ہیں
پیغم یہ صدائیں ہیں دل کی سرکار اب آئے جاتے ہیں
یہ موجود طاطم کشتی کو ساحل کی طرف خود لا تی ہے
ہم نام بھی کا لے لے کر طوفان پر چھائے جاتے ہیں
ہے نور بدرامان ہر ذرہ ہے خلد برامان ہر کانٹا
اب روضہ والا کے نائر آثار سے پائے جلتے ہیں
پُر نوریں آنکھیں قسمت سے روضے سے زیارت سے جن کی
فردوس کے جلوے نظرؤں سے کب اُن کے سماتے جاتے ہیں

اب دامن شافعِ محشر میں جنت سے بڑھ کر راحت ہے
کیوں مژوہ بخششِ محشر میں سب مجھ کو سنائے جاتے ہیں
ہم سجدے نظر سے کرتے ہیں ہاتھوں میں سنہری جالی ہے
اس عالم کو بس ہم ہی جانیں جس کیف میں پائے جاتے ہیں
یہ اُن کی عنایت اے شیدا یہ اُن کا کرم اللہ اللہ
وہ اپنے مسکن ہی سے مرا ہر کام بنائے جاتے ہیں

حامد لاوارثی

کیا بتائیں قربِ د بعد منزل جانا نہ ہم	بڑھتا جاتا ہے سفر یہ جتنا جاتے جائیے
دے کے ذوقِ آرزو کو مستقل پہنائیاں	لطیفِ جلوہ ذرے ذرے سے اٹھاتے جائیے
اہلِ محفل ہوں نہ ہوں دل تو مجسم گوش ہے	قصہ غم رات بھر حامد سُناتے جائیتے

(شاعر۔ اگرہ دسمبر ۱۹۳۸ء)

واجد وارثی

ازادیوں کی دہر میں کوئی کمی نہیں ہندوستانیوں میں سلامت روی نہیں
یہ زندگی ہے یا کہ ہے تو یہ نہیں حاصل برائے نام بھی واجد خوشی نہیں

جور و جفا کا مجھ سے گلم بھی نہ ہو سکے	پاسِ ادب سے ترک بھی نہ ہو سکے
اک دہ کہ بے کے ہمیں دیتا ہے نعمتیں	اک دہ کہ بے کے ہم سے شکر ادا بھی نہ ہو سکے
برق غضب نے خمین ہستی جلا دیا	ہم کامیاب سیر و قضا بھی نہ ہو سکے
توہہ کا ٹوٹنا تھا کہ رخصت ہوتی بہار	احسان مند جرم و خطا بھی نہ ہو سکے
مجھ سے شبِ فرقان کی مجبوریاں نہ پوچھ	ناظریت سے نالہ سرا بھی نہ ہو سکے

حسن اندوری وارثی

مولانا محمد حسین آزاد کی آب حیات کو اگر آدمی سمجھ دیا جائے تو حسن اندوری وارثی اس کا ادبی نام ہو گا۔ شعراء کے جس قدر تذکرے اب تک پھیے ہیں یا علمی شخصوں کی صورت میں غیر مطبوعہ موجود ہیں وہ انہیں زبانی یا وظیفہ۔ لکھر گئے شرفیت میں قیام ہے۔ اجیر کے عرس میں شرکت کے لیے اعتقاد کے پورے خلوص سے آتے تھے۔ سلسلہ عالیہ وارثیہ سے منسک ہونے کی وجہ سے اور درویشی اختیار کرنے کی وجہ سے زرد احرام کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں پہنتے۔ طوپی اور جوتا بھی استعمال نہیں کرتے تھے۔ مزار خواجہ کے پائیں بیگنی والان میں ٹھہر تے تھے۔ ہوش و جذب دنوں عالم سے دن میں کئی باگزرتے تھے۔ اپنا سبی تعلق ادھر کے شاہی خاندان سے بتاتے تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ وہ صوفی ایمانداری کے ساتھ معرفت آگاہ نہیں ہو سکتا جو سب کی بولی کو یار کی بولی مان کر ہر بولی سے پیار نہ کرے۔ اُن کی مجلس بسا اوقات مجلسِ وعظ ہو جاتی تھی جس میں وہ علمی اور روحانی امور پر کتابی علم سے زیادہ صدری نکالت بیان فرمایا کرتے۔ اُن کی تحقیقات نے یہ ثابت کرنے کی بارہا کوشش کی کہ ہندوستان میں صوفیانے روحاںی خدمتوں کے ساتھ عوام کی اصلاح نفس اور نظام تہذیب و تبلیغ کو خالص ہندوستانی نقطہ نگاہ کے مطابق سنوارا۔ کبھی کبھی پر جوش لفظوں میں کہا کرتے تھے کہ اگر صوفی ازم عام کر دیا جائے تو ذات پات کے جھگڑے اور لسانی قضیے ہیشہ کے لیے ختم ہو جائیں۔

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کے چشتیہ مسک میں قولی رنگ اور عرس کے دوسرا مراسم کی ترویج مغض اسی اصول کے ماتحت تھی۔ امیر خرد جن کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب اللہی کی حیثیت میں وہ سب سے پہلے شاعر ہیں جنہوں نے فارسی ادب کی ہر لفظ کو پڑھ کر ترجمان فطرت بنایا تھا۔ مسک حیثیت میں وہ سب سے پہلے شاعر ہیں جنہوں نے فارسی ادب کی ناصلات تکمیل کے لیے ہندوستانی بول چال کو عشق و محبت کی چاشنی دے کر اُس راستہ پر گامزن کر دیا جمال کل انسانیت کام کر کر مقام انسانی سے مل سکتا ہے۔ مولانا حسن وارثی نے بھی "مزاج خزوی" کو شیراۓ عمل پنا کر اپنی زبان وہی رکھی ہے آج اُدو کہا جاتا ہے۔ نمود کلام ملاحظہ فرمائیتے۔

ساری دنیا کی نگاہوں سے الگ رہتے ہو ایسا ممکن ہے کہ وہ میری نظر بن جائیں

ساغر وارثی شاہ جہان پوری

ترے جلوے تھے نظر میں مر و کشان سے پہلے میں تھا راز دارِ فطرتِ گل دلکشان سے پہلے
تراتذکرہ تھا لب پر ترے ہرنشان سے پہلے مجھے تری آرزو تھی ترے اس جہاں سے پہلے
تری سرزی میں سے پہلے تیرے آسمان سے پہلے

نہ تھا کوئی تجدی سے واقع نہ تھے ترے جلوے ظاہر نہ تری تجلیوں تک کبھی پہنچی فنکر شاعر
غم ماسوا مُبلایا فقط ایک تیری خاطر نہ حرم نہ دیر ہی تھا نہ یہ دل نشیں مناظر
میں ہوں بندگی کا خوگر ترے آتاں سے پہلے

ہے کبھی کایہ تقاضا کوں راز ہائے غم کو بے کس کا اب یہ ایما کہ نہ نوائے غم کو
تلے کچھ قرار شاید دل بستائے غم کو کوئی پوچھتا ہے مجھ سے مرے ماجراۓ غم کو
میں یہ غور کر رہا ہوں کہ کوں کہاں سے پہلے

تو ہی جانِ مُرعا ہے تو بی مرے دل میں ساکن ترا التفاتِ پیغم مری زندگی کا ضامن
مری جانِ دول کے مالک میرے دوستِ میرے حسن ترے وعدہ وفا کا ہے یقین مجھ کو لیکن
ذر امشورہ تو کروں دل بدگماں سے پہلے

نہ کوئی مزاجِ دال تھا نہ کوئی وفا کا محروم نہ کوئی شرکِ غم تھا نہ کوئی تھامیرا ہدم
کبھی اشکِ آنکھ میں تھے کبھی لب پر آہِ پیغم مری داستانِ غم سے بنی داستانِ عالم
کوئی داستان نہیں تھی مری داستان سے پہلے

نہ یہ انقلابِ پیغم نہ یہ حشرِ غم بپا تھا نہ یہ دل شکن ادا تھی نہ زبان پر یہ گلا تھا
نہ یہ حدشے وفا کے نہ وفا کا کچھ صلا تھا نہ جفا کا تذکرہ تھا نہ سلیقہ جفا تھا

نہ یہ رسمِ امتحان تھی مرے امتحان سے پہلے
نہ ملے گا یہ ترم نہ ملے گی یہ حلاوت ہے مری نوایں شامل اثرِ نوائے فطرت
مرے ہم زبانِ ابھی تک نہ سمجھ سکے حقیقت ہے چون کی مجھ سے عظمت ہے چون کی مجھ سے زینت
نہ تھی یہ بہارِ ساغر مے آشیاں سے پہلے (آجکل دہلی دسمبر ۱۹۶۶ء)

دیکھیے تری نگاہ الْفَت کب ہم پر پڑے
ساقیا مدت ہوئی ہم کوتیرے در پڑے
واعظوں سے کوئی پُرچھے تو خدا کے داسٹے
میرے پچھے کس لیے ہاتھ یہ دھوکر پڑے
منع کرتا ہے مجھے عشق بُتاں سے کس لیے
عقل پر اے ناصح ناداں تیری پتھر پڑے
خاک کو اکسیر کر دے جو غلط انداز سے
کاش وہ چشم فسوگر ایک دن مجھ پر پڑے
کوئی کیا سمجھے تری زلف دُتاکے پیچ دتاب
اس بلا کو تو دہی جانے جس کے سر پڑے
یہ محبت کی کشش ہے یہ عقیدت کا ہے جوش
اس کے کوچ میں جو ہم رہتے ہیں اے ساغر پڑے

شرف الدین صوفی وارثی

جانب صوفی شرف الدین صاحب وارثی میر بڑھ کے رہنے والے تھے۔ آپ کو حضور قبیر و کعبہ شیخ الشفیق والمحبت امام زندال طریقت حضرت حافظ پیادی صاحب وارثی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و احرام کا شرف حاصل ہوا۔ بڑے پاک طبیعت نیک سیرت بذرگ ہیں۔ اخلاق و محبت کا آپ نمونہ تھے۔ باوضن صاحب ذکر دشمن درویش تھے۔ تقیم بند کے بعد میر بڑھ سے بھرت کر کے لاہور میں سکونت اختیار کی اور وہیں پر آپ کا وصال ہوا۔ حضرت وارث پاک کی محبت نے آپ کو شاعر بنایا۔ آپ صاحبِ تصنیف تھے۔

نام شرف الدین احمد اوصوفی تخلص ہے۔ والد ماجد کا نام شیخ علاء الدین ہے جو "طوطائینا" نامی تصنیف کے مصنف ہیں۔ نزہت میر بڑھی اور مولانا عبد الغفور اکبر آبادی سے کسب علم نارسی اور دو کیا۔ ماستر و حرم سنگھ سے انگریزی کی تحصیل کی۔ شاعری کا شوق ہوا تو حضرت نوح ناروی سے تعلق شاگردی پیدا کیا اور ان کے خاص المخاص شاگردوں میں شامل ہوا۔ تقیم مک کے بعد صوفی صاحب لاہور پڑے آئے اور رام گلی میں مقیم ہوئے۔ ۱۹۰۰ء میں حج کے لیے حاضر ہوئے تو دہل شیخ سنوی سے بھی بیعت و تربیت کی۔ اس کے بعد مولانا بہاء الدین شاہ چونہی و ضلع بلند شریر سے بھی قادری خاندان کے فیض در بركات حاصل کیے۔

تصنیفات: شعروقافیہ، تاریخ اسلام، عملیات جہاگیری، تعبیر نامہ خواب، دربار بہوت کے فصیلے، عملیات صوفیہ، طب صوفی، طب جہاگیری، رقعت شرف الدین، میلاد صوفی، بولتا مدعا (نادل)، گرم مصالحے کی چاٹ (لطائف) کلام: آپ نے تین دیوان مرتب کیے۔ ایک نعمتیہ اور دو ادبی

بِشِير وَارْتَى

اپ سلسلہ عالیہ دار شیر میں بواسطہ حضرت میاں حیرت شاہ وارثی علیہ الرحمۃ داخل سلسلہ ہوئے۔ شاید ۱۹۷۳ء میں یعنی
ہوئے۔ سرکار عالم پناہ علیہ الرحمۃ کے عشق و محبت نے شعروشاعری میں ذوق پیدا کر دیا۔

نحوتہ کلام

وارث علی جسیب خدا پیر دستگیر
یہں ان کے در کا ایک گدا وہ مرے امیر
دل عرش ہے بغفل خدا آج اے بشیر
اس دل میں ہیں مقیم مرے پیر بے نظر

حق تعالیٰ جنہیں اسرار بتادیتے ہیں
حق نماں کے رہ حق وہ بتادیتے ہیں
جلوہ دوست سے دل ان کا چکتا ہے بشیر
مشیح توحید وہ عالم میں جلا دیتے ہیں

فقیر مصور شاہ وارثی

اختر میر وارثی کی پوری زندگی درویشانہ متھر ک جذبے کی زندگی رہی ہے۔ اپ کی شخصیت انسانوں کی خدمت میں
ہمیشہ مشغول رہی ہے۔ اس لیے اپ کا نام بے شک تاریخ کی کسی کتاب میں بھی ہر لوگوں کے دلوں میں محفوظ رہے گا۔
اختر میر وارثی امر تسریکے ایک اچھے مตھول کشمیری خاندان میں پیدا ہوئے۔ ہندو سمجھا انٹر کالج امر تسریک تسلیم پائی۔ اپنے بڑے
بھائی محمد رضا حمد میر کے ساتھ مل کر اس کالج میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی بنیاد رکھی۔ وہاں انٹرمیڈیئٹ کا امتحان پاس کرنے
کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ دورانِ تعلیم بھی مسلمانوں کی خیر خواہی کا یہ عالم رہا کہ ملک کرم دین جو اس وقت
سنٹرل ٹیلی گراف کے پرنسپنٹ تھے ان کے ساتھ مل کر مسلم انجمن اسلام بھی ترتیب دینے کے لیے روزانہ کچھ نہ کچھ
وقت دیتے تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ۱۹۲۸ء میں دہلی مسلم لیگ کے بنیادی ممبر بنے۔ گورنمنٹ آف انڈیا کے
ماتحت ریاست ہائے کوہستانی کے قانون کے اچارج تھے۔ اس وجہ سے اپ کو سلیے سرکاری منصب سے دست بردار
ہونا پڑا مگر مسلم لیگ کا دامن نہ چھوڑا۔ اس کی بخربجت قائد اعظم کو ہوتی تو اختر میر کو داد دی اور مسلم لیگ کا استاذ

سیکھی مقرر کیا گی۔ اخترمیر وارثی آں اٹھیا مسلم ایمپلائز ایوسی ایشن اور سلم لیبر نویں کے بھی صدر رہے۔ ۱۹۷۸ء میں آپ شملہ میں مقیم تھے اور کالت کرتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کی سرگرمیاں مہاجرین کی آباد کاری کے مسئلہ پر خصوصی توجہ دینے لگیں۔ میاں افتخار الدین وزیر مہاجرین نے آپ کو انفریکار فاصل مقرر کیا۔ آپ اس عنده پر تقریباً ڈیڑھ سال تک کام کرتے رہے مگر کوئی معاوضہ نہ لیا۔ اس دوران آپ نے بڑی تنہی سے کام کیا۔ کئی ملازتیں پیش ہوئیں مگر ساف انکار کر دیا۔ اس دوران وارثی صاحب کے ہاتھوں بہت سے مکانات اور دکانیں تقسیم ہوئیں، مگر اپنے لیے نہ کوئی مکان لیا تھا۔ ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۰ء تک آباد کاری کے محکمہ سے مندک رہے اور اس طرح کام کیا کر خود کو بھول ہی گئے۔ اپنے لیے کوئی کلیمہ تک داخل نہ کیا۔ اپنی ساری زندگی خدمتِ خلق میں گزار دی۔

آپ نے سلسلہ عالیہ وارثیہ میں حضرت میاں قبلہ ادھر شاہ وارثی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پریعت کی اور احرام پوش فیقر ہو گئے۔ آپ کو واقعی حضرت وارث پاک سے والہانہ بحث تھی اور اس سلسلے میں آپ نے دربار وارث کی بنیاد رکھی۔ پاکستان کے قیام کے بعد حضرت میاں ادھر شاہ وارثی لاہور تشریف لائے تو انہوں نے اسی دربار وارث میں قیام فرمایا۔ آپ نے سلسلہ عالیہ وارثیہ کی تبلیغ داشاعت کے لیے کافی کام کیا۔ آپ کا وصال ۲۶ ستمبر ۱۹۸۹ء میں ہوا۔ آپ کا مزار دربار وارث میں مرچ غلائن ہے۔

رضاء وارثی

بیا حسن رضا وارثی کا تعلق روسا سلطان پور سے تھا۔ آپ نے ۱۹۵۹ء میں سلطان پور اپریڈیش ہی میں جنم لیا۔ ان کے والد جو سرکار روزارت پاک سے مرید تھے بیا حسن رضا کو ادائی عمر میں حاجی صاحب قبلہ کی خدمت میں سلام کرنے کے لیے لائے۔ وارث پاک نے انہیں بیعت فرمایا اور کچھ عرصہ اپنی خدمت میں رکھا۔ اور ریاضت روحانی کا حکم دے کر بیان کے جنگلات میں جانے کی ہدایت فرمائی۔ آپ سات برس تک برمائے جنگلات میں عبادتِ اللہ میں مشغول رہے۔ انہیں جنگلات میں آپ کو دارث پاک نے اور حکم دیا کہ حسن رضائم اب کلکتے چلے جاؤ۔ آپ نے کہا وہاں کیا کروں۔ سرکار نے فرمایا جو کام سب سے پہلے ملے وہی کرنا۔ چنانچہ آپ رنگوں ہوتے ہوئے کلکتہ آگے آپ کی محنت بہت اچھی تھی۔ پولیس کمشنر کی آپ پر نظر پڑ گئی۔ اُس نے کہا تو کوئی کرو گے۔ آپ نے فرمایا کریں گے۔ چنانچہ آپ کو پولیس میں بھرتی کر لیا گیا۔ آپ کا مزارِ فقیرانہ تھا۔ تاحیات مجرد رہے اور خوب و نیکی کے عالم میں رہتے تھے۔ اسی پلے پولیس کمشنر اور دوسرے حضرات آپ کو پاگل بیا کے نام سے لکھتے تھے۔ اتفاق سے انہیں دنوں پولیس کمشنر کے اکھر تے بیٹے کا چھٹت سے گر کر انتقال ہو گیا۔ پولیس کمشنر بہت رنجیدہ تھا۔ ڈاکٹر

جباب دے چکے تھے۔ بیان کی طرف پولیس کشٹر نے ملتوی نظروں سے دیکھا۔ ببابا لے بڑے کو گود میں لے کر کہا اس کی تو سانس چل رہی ہے۔ لڑکا دا قمی زندہ تھا۔ اس واقعہ کا پولیس کشٹر پر ایسا اثر ہوا کہ اُس نے حسن رضا کی فائل میں لکھ دیا کہ یہ تاما佐ست کمبوی ڈیلینٹ نہیں کریں گے اور نہ ہی وردی پہنیں گے۔ چونکہ ببابا صاحب اس سے قبل دو مرتبہ اپنی وردی گروئی رکھ کر دو بھوکوں کو لکھانا لکھا چکے تھے۔ حسن رضا شاہ پولیس کی ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد کلکتہ ہی رہتے، مگر اپنا کسی کو مرید نہیں کیا۔ اکثر عرب میلر کے موقع پر دیوبی شریف آتے، سینکڑوں معتقد ہمراہ ہوتے۔ سرکار کے مزار مبارک کی چادر پکڑدا کر آنسیں سسلہ و ارشیں داخل کرتے اور کتنے آج سے یہ تمہارے پیر ہیں۔ تم ان کے مرید ہو ہم گواہ ہیں تم بھارے پیر بھائی ہو، تم انہیں ماذان سے محبت رکھو گے تو سب کچھ حاصل کر سکتے ہو۔

حضرت ببابا حسن شاہ وارثیؒ کے سینکڑوں عقیدت مندوں کے گوشے گوشے میں موجود ہیں۔

ہرداشتو صوفی کی طرح ببابا حسن رضا شاہ صاحب وارثیؒ نے بھی اپنے جذبات روحانی خیالات اور سلسلہ کے عقائد کو شعر کا جامہ پہنایا اور اس میں کافی کامیابی حاصل کی۔ آپ کا کلام تقریباً ایک ہزار نظموں وغیروں پر مشتمل ہے۔ ۱۹۶۵ء میں اس کا ایک انتخاب فرموداں رضا کے نام سے شائع ہوا تھا جس نے کافی مقبولیت حاصل کی۔

بابا حسن رضا دارثی بہت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ گرتہ اور ٹنگی آپ کا خاص لباس تھا جوز ردنگ کا ہوتا تھا۔ وسط اپریل ۱۹۵۲ء میں آپ کی طبیعت اچانک خراب ہوئی۔ معتقدین کو گھبراہیت ہونے لگی۔ ڈاکٹروں نے علاج چشمیزی پر زور دیا، مگر آپ نے گریز کیا۔ آخر، اپریل ۱۹۵۴ء کو صبح، بجکر ۱۵ منٹ پر واصل حق ہو گئے۔ معتقدین نے نمبر ۱۷ اصلد سطریٹ پر آپ کا دربار اور نمبرا رائٹے چرچ پال کلکتہ پر مزار مبارک بنایا جو غالیشان مقبرہ کی صورت میں ہے۔

سید وزیر علی شاہ آپ کی روحانی اولاد میں سے تھے۔

کلام

تو ہی ہے مالک ہر دسرا اے قادر مطلق	تراثانی کوئی اے بندہ پرور ہو نہیں سکتا
مکال ہے لامکال تیرا، نشاں ہے بے نشاں تیرا	کرنی تجھ سا دد عالم میں مگر ہو نہیں سکتا
کرم تیرا نہ ہوتا گر خدایا تیرے بندوں پر	تو اپنے بخت کا کوئی سکندر ہو نہیں سکتا
یر ممکن ہی نہیں بندہ کرے دعوی خدائی کا	یر ثابت ہے کہ تجھ سا کوئی برتر ہو نہیں سکتا

زبانے میں حسین تو سینکڑوں ہم نے بھی دیکھے ہیں
ہمارا دل تو وارفتہ کسی پر ہو نہیں سکتا

آپ ہی دانی آپ ہی پولنی آپ ہی بنہ مولیٰ آپ ہی دولت مال خزانہ آپ ہی بائیں والا
ہر کا کھیل نزاں سادھو ہر کا کھیل نزاں
آپ ہی اپنا آپ گروہے آپ ہی اپنا چیلا آپ ہی اپنے روپ میں اُکرا آپ کرت جھیلا
ہر کا کھیل نزاں سادھو ہر کا کھیل نزاں
آپ ہی کعبہ آپ ہی کاشی آپ ہی کشت شوالا آپ ہی اپنی راہ بتایا آپ ہی ڈھونڈ نکالا
ہر کا کھیل نزاں سادھو ہر کا کھیل نزاں
آپ ہی مندر آپ ہی مسجد آپ ہی بنا گٹشاala اپنی پوجا آپ کرت ہے آپ چوت ہے مالا
ہر کا کھیل نزاں سادھو ہر کا کھیل نزاں
کہت رضا وارث رے بیبا کھیل ہے واکا نزاں وہ تو ہے ہر زنگ میں سماں پر کھے پر کھن والا
ہر کا کھیل نزاں سادھو ہر کا کھیل نزاں

(دارش علیھ کے دوار)

چلو ری گوئیاں وارث علی کے دوار
دیوانگ میں دھوم مجی ہے دولہا بنے ہیں وارث پاک بل جمل نسب سکھی سہرا گاہیں بھجوت ہے سنوار
چلو ری گوئیاں وارث علی کے دوار
جامس اقدس اتنی انا کا عرفان کام سر پر ہے تاج عین سرایا سر حقیقت محمد و ملک بلہار
چلو ری گوئیاں وارث علی کے دوار
آل بنی اولاد علی ہیں رب کی سرایا میں شان دیوانگ میں آکے براجت دلیوں کے سردار
چلو ری گوئیاں وارث علی کے دوار
اسخدا کا باجا باجن لاگے عرش سے آئی برات دولہا بن مورے مشرشد وارث تا پر رضا بلہار
چلو ری گوئیاں وارث علی کے دوار

آنکھ وہ آنکھ جو قدرت کا تماشا دیکھے
 چشم باطن سے اگر دیکھنے والا دیکھے
 تاب کس کو ہے جو اس کا رُخ زیادیکھے
 تجھ کو دیکھے یا کوئی تیرا تماشا دیکھے
 جس طرف آنکھ اٹھائے دل شیدا دیکھے
 کور باطن سے یہ کہہ دو کہ مٹا کر ہستی
 ہم اسی طرح رضا دیکھ رہے ہیں اس کو
 جس طرح پیاس کا مارا کوئی دریا دیکھے

بھی میں آتا ہے بُت کافر تری پوجا کروں
 آئینہ تجھ کو بناؤں اور میں دیکھا کروں
 کیا یہی ہے منصفی کہ عمر بھر ترپا کروں
 دیسر میں مسجدیں کعبہ میں تجھے ڈھونڈا کروں
 جس کی حضرت ہے مجھے ملتا نہیں وہ ماہرو
 یہ بھی اک ڈر ہے کہیں رسول نہ ہوتا میرا
 ہے یہی اپنی تمنا اے رضائے وارثی
 رو برد پیرِ مغل ہو اور میں دیکھا کروں

میری شان وہ ہے کہ میں جا بجا ہوں
 جہاں ڈھوئیتے ہر جگہ برتلا ہوں
 جہاں تھتسس میں نورِ خدا ہوں
 خدائی ہے میری میں عقدہ کشا ہوں
 ہر اک روپ میں ہوں میں ان روپیا ہوں
 میرا روپ گویا ہے اک نورِ وعدت
 کہاں نور میں سایہ آدمیت
 سمجھ کون سکتا ہے میری مشیت
 جو میرے میں میں ان کا مشکل کشا ہوں
 ہر اک روپ میں ہوں میں ان روپیا ہوں
 میں ستار ہوں اور غفار ہوں میں
 میں جبار ہوں اور قمار ہوں میں

سمجھ میں نہ آئے وہ اسرار ہوں میں جو سمجھے مجھے اس کے دل کی صدای ہوں
 ہر اک روپ میں ہوں میں ان روپیا ہوں
 میرے فُرستے دللوں عالم پیں روشن ستاروں میں روشن نلک ہے مژین
 چمکنے لگا مجھ سے دُنیا کا گلگاشن میں ہرشے میں ہوں اور جلوہ نما ہوں
 ہر اک روپ میں ہوں میں ان روپیا ہوں
 عقیدت سے جس نے مجھے جب پکارا دیا میں نے ہر ڈوبتے کو سما را
 میری رحمتوں کا دہ بہتا ہے دھارا کہ منجھدار میں سب کا میں ناخلا ہوں
 ہر اک روپ میں ہوں میں ان روپیا ہوں

سعید وارثی

جناب سعید صاحب وارثی میرے ایک دیپیٹہ اور ہم مشرب سلسلہ عالیہ دارشی سے منڈاک شراب وارثی کے مست بادہ پت سید تارشاہ دارثی کے صاحبزادے ہیں۔ قبلہ تارصاحب وارثی سے میری اکثر محفلوں میں ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ بڑی پیاری شخصیت تھی۔ تار طارثی صاحب مرزا راحت علی بیگ ظفر بر بیوی سے شعر و شاعری میں اصلاح لیتے تھے۔ جب جب ملاقات ہوتی، اکثر ظفر صاحب مرحوم کا ذکر خیر نہایت ادب و احترام سے کرتے تھے۔ ظفر مرحوم صاحب راقم الحروف کے بھی اُتاد تھے، لہذا تار وارثی صاحب کا شمار میرے نزدیک بزرگوں میں ہوتا ہے۔ ویسے بھی وہ ایک بزرگ اور قابل احترام شخصیت سید غفارشاہ وارثی کے فرزند ارجمند تھے۔ شاعری انہیں وارثے میں ملی یا نہیں اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا، لیکن جس سلسلہ عالیہ دارشی سے انہیں نسبت تھی اس میں سوائے درسِ محبت کے کوئی دوسرا درس ہے ہی نہیں۔ وہ اسی عشق و محبت کے درس سے سرشار ہو کر اپنے عشق و محبت کا اظہار شعروشاوری میں کرتے تھے۔ ان کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دالانز عشق تھا۔ ان کا نعتیہ کلام "معطر معطر" سعید وارثی صاحب نے چھپوا ہے۔

سعید صاحب کو شعروشاوری کا ذوق درثہ میں ملا ہے۔ ان کا کلام نعت کی صورت میں "درثہ" مجھے ملا ہے۔ اس کے علاوہ غزل وغیرہ کا کلام میرے پاس نہیں ہے اور نہ ہی سر دست دستیاب ہوا۔
 فاز تم کو اگر ہے زرب عالم پر ہم بھی بے بس نہیں ہے سارا نہیں

زورِ بادِ مخالفت سے گھبرائیں وہ جن کو ان کے کرم پر بھروسہ نہیں
کیا ہوا چاک اگر بادبान ہو گئے اور حالات نامہ باب ہو گئے
تیری چشم کرم جب ہو سایہ نگن دُور کشی سے اپنی کتنا را نہیں

قمروارثی

جناب قمروارثی صاحب کا اصل نام ارشاد حسین ہے۔ پیدائش ۵ جنوری ۱۹۵۰ء بمقام فرخ آباد (یونیورسٹی جات) میں ہوئی۔ والدین سمیت گھر کے سبھی افراد اٹاواہ کے حضرت حاجی میال محمود شاہ دارثی علیہ الرحمۃ حن کا وصال ۱۹۶۱ء میں اٹاواہ ہی میں ہوا اور وہ نقیر تھے حضرت قبلہ سید ابو الحسن شاہ دارثی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی بیعت درنگیں پیشی سرکار عالم پناہ حافظ حاجی سیدوارث علی شاہ علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست سے ہوئی۔ ہندوستان سے بھرت کر کے پہلے سکھ بھر بعد میں کراچی سکونت اختیار کی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ملازمت اختیار کر لی۔ شعرونشاعری میں سب سے پہلے حضرت رئیس امروہ ہوئی سے اصلاح ہوتی رہی۔ بعد میں حضرت رشید النجم سے تلامذہ رہا۔ رقم الحروف کے پاس قمر صاحب کا مجموعہ کلام جو کہ نعمتوں کا مجموعہ ہے۔ "شمس الفتحی کی صورت میں پہنچا۔

نمونہ کلام نعمت شریف

وابستہ رکھ حضور سے دامن حیات کا اے دل یہی ہے ایک ذریعہ نجات کا

نعمت احمد لکھوں مجھ میں قدرت کہاں	میں کہاں میرے آقا کی محنت کہاں
سمیرتِ مصطفیٰ کا احاطہ کرے	دامنِ لفظ میں اتنی دسعت کہاں
اس اعتقاد پر ہم اعتماد رکھتے ہیں	حضور اپنے غلاموں کو یاد رکھتے ہیں
بزرگ نم ہوں مگر دل کوشاد رکھتے ہیں	بیسیں غم ہے ہم مصطفیٰ کر ہم بیسے

جبیں شوق اسی کو تلاش کرتی ہے قسر دیار ہے جو ہر دیار سے بالا

فقیر سید عنبر علی شاہ وارثی

حضرت عنبر شاہ وارثی صاحب خواجہ غریب نواز کی نگری اجمیر شریف (راجھستان بھارت) کے باشی میں تھیں۔ ہند کے بعد بھرت کر کے کراچی آگئے اور ہمیں پر سکونت اختیار کر لی۔ آپ کی بیعت حضرت قبلہ میاں حیرت شاہ وارثیؒ کے دست حق پرست پر ہوتی۔ آپ نے سلسلہ عالیہ دار شیری کی اعلیٰ پیمائے پر خدمات سرانجام دی ہیں۔ صاحب تصنیف ہیں۔

(نحوہ کلام)

مٹا دیا ہے جو تھا فرق کفر دیں میں نے
کہیں یقین کہ کیا حُسن کا حسین میں نے
بنایا خود ہی زمانہ کو نکتہ چیز میں نے
بنایا ہے گریبیں کو آستین میں نے

تیرا جاب نہ پایا مگر کہیں میں نے
چکتے زردوں پر رکھ دی اگر جیسیں میں نے
سُنی زبان سے جو قاتل کے آفسریں میں نے

ترا خیال کر کے دل نشین میں نے
کہیں یہ دہم کہ میں کیا میرا دجور ہی کیا
محبت اور محبت میں دسوے دل کے
جنونِ عشق پر اب دکھیں کیا کہے دُنیا

ہزار ہے مرد انجم میں جبلو نگیں
سبود شوق پر دُنیا کو کیوں یہ حیرت ہے

ہزار بار میں مرمر کے جی اُھٹا عنبر

نہ کیوں ہو فخر مجھے اپنے بخت پر عنبر
کے سجدہ ریزی کو پایا درِ معین میں نے

یاڑا وارث وارثی

پنچ گیب جد مینے گناہ گار نہیں
غم حسین میں جد آنکھ اشک بار نہیں
کہ تیری آنکھوں نے دیکھا ہی کئے یاد نہیں
کہ اس دیار سے بہتر کوئی دیار نہیں
زمیں پر عرش کی تصویر ہے مزار نہیں
سواری الیسی نہیں الیسا شسوار نہیں

ہزار جرم دخطا ہوں سیاہ کار نہیں
نگاہ داؤں میں اُس کا کوئی شمار نہیں
گو کیوں نہ کوچھ جنت پر جان دے زاہد
ہر ایک ذرہ خاکِ مدینہ کستا ہے
مدینہ تاج سر خلد کا نگینہ ہے
رسول درا کب دوشِ رسول کیتا ہے

بلا رو جلد مدینے ایا ز کو شاہا :
کہ زندگی کا جہاں میں کچھ اعتبار نہیں

رحمتِ کبریا تاحدبارِ حرم اس طرف بھی نگاہِ کرم کیجیے
اشرفتِ انبیاء خنزیر کوں و مکالِ میری بگڑی سہری کو بنا دیجیے
اے جبیبِ خدا نور رب العلام فرش سے عرشِ نک آپ کی ضیا ہے
ظلمتوں کو تجلیٰ بنا دیجیے دل کی دُنیا میری جسمگا دیجیے
اک غلامِ علامانِ حسین ہوں اور خطا کار ہوں میں گناہگار ہوں
میری لاج و شرم آپ کے ہاتھ ہے اپنی کملی میں محمد کو چھپا لیجیے
وارثِ در جہاں کا تصدق ملے مالکِ انس و جہاں کا تصدق ملے
آج خیرِ النادم کا تصدق ملے میں بھکاری ہوں صدقہ عطا کیجیے
سدۃ المنشی سے بھی آگئے گئے اور مقامِ دن کا نظارا کیا
ربِ سلم علی اے رسولِ خدا یا محمد ہماری خبرِ یلحیے
کشتنی دل ہے اور غم کا طوفان ہے بس خدا ہی ہمارا نگبان ہے
رحمتوں کے سارے پر ہے اُسرا پار بسیڑا ہمارا لگا دیجیے
خاتمِ انبیاء شاہِ جن دلسرایے شفیعِ اُممِ هادی دوسرا
ہے ایا زِ کمیتہ غلام آپ کا اپنے قدموں میں آتا بلا لیجیے

سعدِ ایا ز وارث دارثی حضور قبلہ میاں بیدم شاہ وارثی کے صاحبزادے ہیں ۔

قیصروارثی

حاجی مولانا حکیم عبد الغنی شاہ قیصروارثی مولانا سید منیر علی صاحب کے فرزند احمد ندی تھے۔ آپ کے والد احمد ندی شاہ کے مشور عالم و بزرگ حضرت مولانا الطفت اللہ صاحب علی گڑھی کے شاگرد خاص ہونے کے شرف کے ساتھ خداداد ذہانت و قابلیت رکھتے تھے۔ آپ نے مراد آباد میں مستقل سکونت اختیار کی اور نعلہ آشیان فواب کلب علی خان والی رام پور کے دور میں مدرسہ عالیہ رام پور میں مدرس اول (ہسٹریکسٹر) رہے حضرت سید قاسم علی صاحب رام پوری کی دختر نیک اختر سے آپ کی شادی ہوتی اور انہیں کے بطن سے مراد آباد میں قیصروارثی ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ پاکستان بننے سے تقریباً چھ سال پہلے ہی بعد خاندان کرامی میں آگر سکونت اختیار کی تھی اور بقیر خاندان مراد آباد ہی میں رہا۔

آپ کو ابتدائی ہوش ہی سے ذہب و تصوف سے لگاؤ تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا مولیٰ محمد گل صاحب مدرس اول مدرسہ امدادی مراد آباد کی توجہ اور بیکاٹ درس سے آپ پر خصوصی توجہ رہی۔ ۱۹۰۳ء سے درویشی اور ۱۹۰۹ء سے شاعری کی ابتداء ہوتی۔ اس دوران آپ سیر کنال رہے۔ مہاک اسلامیہ اور بلاڈ پاک و سینڈ کی سیاحی فرمائی اور حیدر آباد کوں میں بھی رہے۔ پھر مراد آباد گئے۔ ۱۹۲۰ء میں سلسلہ عالیہ وارثیہ میں بیعت سے مشرف ہو کر احرام پوش فقیر ہو گئے۔ آپ کا وصال شریف کرامی میں ہوا اور دیہ پر مدفن بننا۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیے۔

غزلیات

ہوش اڑا گیا کوئی مست بنا گیا کوئی
عشق کی ایک آگ سی دل میں لگا گیا کوئی
ہوش اڑا گیا کوئی آگ لگا گیا کوئی
حس جو پرده ڈال کر جلوہ دکھا گیا کوئی
مجبد کو ہنسا گیا کوئی مجبد کو رلا گیا کوئی
چاہے جلا گیا کوئی چاہے مٹا گیا کوئی

جب سے مری نگاہ میں آ کے سما گیا کوئی
زیست کی منزلس نئی مسجد کو دکھا گیا کوئی
آپ پس نقاب بری طور پر آگیں کوئی
میرے جزوں عشق میں ہے وہ لطیف سی جھلک
میری خوشی خوشی نہیں میرا الم الہ نہیں
حس کا ایک ناز ہے رازِ فنا بقا ہے کیا

آج تو قیصرِ حزین زیست کی راہ مل گئی
اکے خیال و خواب میں شکل دکھا گیا کوئی

یہ کسی لوٹ ہے یا رب تری خدائی میں
کمال ہے یہ تیری شانِ خود نہائی میں
بھری ہے نئے جو مرے جام پار سائی میں
اٹھی جو موج کہیں بحسرہ درباری میں
بڑے مرے سے کٹی زندگی جہادی میں
خدا ملا ہے مجھے بُت کی آشنائی میں
ہر ایک جلوہ ہے مشتاقِ درباری میں
بھڑک رہے ہیں ہر اک سمت طور کے شعلے
بسیارِ مست نگاہی چشم پیتا ہوں
دیہیں پر ڈوب کے دل رہ گیا خدا کی قسم
اوھر تو آنکھوں میں آنسو ادھر خیال میں وہ
چھپا ہوا کہیں کعبہ بھی بُت کہہ میں تھا
وہی زمانہ میں قیصر بنا خدا کی قسم
کہ جس نے عمرِ گزاری تیری گدائی میں

اُن کی آواز یہ آتی ہے کہ میں آتا ہوں
تو جو آتا ہے تو میں ہوش میں آ جاتا ہوں
سجدے کرتا ہوا میں سب کو یہیں پاتا ہوں
طورِ خاموش سی جلوے تو خاموش نہیں
بجلیاں کوندی پاتا ہوں جہر جاتا ہوں
اب اُسے ڈھونڈنے والا نہیں بھٹکے گا کوئی
میں رہ دوست میں اک نقش بن جاتا ہوں
کون آواز دیتے جاتا ہے مجھ کو قیصر
کہ میں ہر گام پر کہتا ہوں ابھی آتا ہوں

یہی فرقِ روز ازل سے ہے ترے نازِ میرے نیاز میں
کہ میں ہوں تلاشِ جمال میں کہیں ہوں تجویزِ ناز میں
ما عشق منظرِ عام پر ترا حسن پر روزِ راز میں
ذِ حقیقتوں سے مجھے غرضِ نقدم ہے میرا مجاز میں

میرے سجدہ ہائے جنوں کو اب کسی درست کچھ نہیں واطر
کہ ہزار کعبہ و دیسیں مری اک جبینِ نیاز میں
زروہ ہوش ہے زروہ بے خودی زخرازی زجنوں رہا
یہ تری نظر کی یہ شوخیاں یہ کمال ہے ترے ناز میں
مجھے کیا خبر کہ بقا ہے کیا مجھے کیا خبر کہ فنا ہے کیا
کہ میں دوجمال سے ہوں بلے خبر ترے عشق فتنہ فازیں
یہ دعا ہے قیصر وارثی کہ مدینہ میرا مقام ہو
مری زندگی کی جو شام ہو تو سحر ہو اس کی حجاز میں

جس کو دیکھو وہ نظر آتا ہے دیوانہ ترا
واہ کیا انداز ہے اے چشمِ ستانہ ترا
اے حسیں جلوہ ہے ہر سو بے جمانہ ترا
ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے مجھ سے افانہ ترا
گل ترے، گلشن ہے تیرا سب بماریں یہ تیری
آشیان و برق سب کتے یہ افانہ ترا
لطف اُس کا ہے خمار اُس کا ہے متی اُس کی ہے
پی لیا جس نے ازل کے روز پیمانہ ترا
اب کی کیا ہے مرے ساتی پلاتے جا مجھ کو
شیشہ تیرا، منٹے تری ہے جام دیمانہ ترا
ٹونے کچھ ایسی پلانی اے نگاہ چشمِ دوست
روز اول سے ترا قصر ہے ستانہ ترا

منقبتے

مقامِ رحمت حق ہے ترے در کی زمین وارث^۱
ادا ہو جائے میرا بھی کوئی سجدہ یہیں وارث^۲
ذرا جنیش میں آئے تیری چشمِ ناز نیں وارث^۳
یہ بیٹھا ہوں سب ہوش و خود قبان کرنے کو
مقاماتِ تعین سے جدا ہے عشق کی منزل
بماریں گل سچھا در کرنے آئیں باغِ عالم میں
تمہاری مسکراہٹ بھی ہے اُن کتنی حسین وارث^۴
یہ فرمادیں کہ تو میرا ہے اے قیصر کہیں وارث^۵
اسی اُمید پہ بیٹھا ہوں دامنِ تحام کراؤں کا

پندرہت نایاب شاہ وارثی

حضرت قبل پندرہت صاحب کا اسم گرامی جو والدین کی طرف سے عطا ہوا تھا پندرہت سچ رام دیکھت تھا۔ آپ کا مولہ دلن دشیں پور تحریل فتح پور ضلع بارہ بنکی یوپی بھارت میں ہوا۔ سن ولادت کے متعلق معلوم نہیں کہب ہوا۔ موضع ذمیش پور قصبه دیوبی شریف سے تقریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ آپ گرسجواہت میں تحصیلداری کے معزز عنده پر فائز ہیں۔ آپ بلند کردہ بلند اخلاق و خیالات کے مالک ہیں۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ مقام دیوبی شریف قبصے میں جزویانیت کا مرکز ہے۔ ہندوستان بلکہ تمام مذاہب بلا تفرقی کے لوگ حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ پر حاضری دینا غیر محسوس کرتے ہیں اور مخلوق خدا و عالم نینس سے ہمکار ہوتی ہیں۔ بغرض زیارت و حاضری شریف لاتے ہیں۔ اس آباجگاہ سے کوئی بھی آج ہمک تھی دست نہیں گیا، بلکہ در دارثی سے تھی دست جانا کسی سائل کاشان وارث کے منافی ہے۔ اس عاشقوں کے مرکز سے ہر درد کا علاج ہوتا ہے۔ بقولہ:

او ہمہ درد را دوا دارہ

حضرت سرکار وارث پاک علیہ الرحمۃ کے روضہ اقدس کی حاضری نے آپ کی کایا پلٹ دی، دولت فقر سے نوازے گئے۔ غالباً ۱۹۵۶ء میں سرکار وارث پاک کے فیقر قبلہ شاہ بہیاں جو اتنا نہ دارشیہ پر فرا نظر منصبی ادا کرتے ہیں کے دست حق پرست پرتبیلی مذہب اور پھر بیعت سے مشرف ہوئے اور شرع محمدی پر گامزن ہو گئے اور آپ کا ابھی عام تبدیل کر کے پندرہت نایاب شاہ وارث رکھا گیا۔ شاید یہیں آپ نے تحصیلداری جیسے معزز عنده سے استغفی امتعلق گورنمنٹ آف انڈیا کو دے دیا۔ اس کے بعد ۱۹۶۰ء میں حضرت بابا قبلہ شیر شاہ وارثی بہاری سے مکمل فقیری عطا ہوئی اور احرام پوش ہو گئے۔ وارثی فقیروں کے لیے نظام تعلیم علیحدہ ہوتا ہے جو خاص طور پر ایک فیقر کے لیے ہی ہوتا ہے۔ فیقر نے معاشرے کی اصلاح کا بوجھ اٹھانا ہوتا ہے۔ انسان کو مقام انسانیت سے روشناس کرنا ہوتا ہے۔ اس کا جو بھی قوم اہم تر ہے راہ راست پر ہوتا ہے۔ اندھیرے سے اجائی میں لانا ہوتا ہے۔ وارثی تعلیم میں درسِ محبت کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ کسی کے دلک درد کو اپنا دلک درد سمجھنا پڑتا ہے۔ فقیری اختیار کرنے کے بعد صحیح معنوں میں راہ فقیر پر گامزن ہونا پڑتا ہے۔

لہذا آپ کو جب لباس فقر سے نواز گیا تو بابا شیر شاہ وارثی نے فرمایا کہ یہ لباس فقر دراصل جیتے جی کفن پوشی ہے لہذا مردے کی کوئی خواہش آز و باقی نہیں رہتا چاہتے۔ فقیر دعا بدعا سے مستثنی ہے۔ بڑی فقیری یہ ہے کہ ہاتھ نہ پھیلے۔ رام الحروف کی پہلی ملاقات مارچ ۱۹۸۷ء میں اجیر شریف راجستان بھارت میں دربار سرکار خواجہ غیرب نواز میں ہوئی تھی۔ آپ کی گفتگو اور انداز تکمیل فقیر از نہ ہے۔ ارشادات دارشیہ کے سخت پابندیں۔

شah صاحب کی تعلیم کے زیر اثر وہ کر صدق کو اپنا تو شہر بنایا۔ سلاسلِ روحانیت میں مرشد پاک رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدا سے عشق کی مختلف منزلوں سے گزار کر ہی ساک کو اکمل بنایا جاتا ہے۔ اس لیے ہر دانشور صوفی اور ساک اپنے عشق کی شدت کا انہصار کرتے کرتے شعر کئے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ "تصوف برائے شعر گفتگو خوب است" کے مصداق اگر شاعر صوفی بھی ہر تو عقیدت اور محبت دست و گریاب ہو کر شعری قوتوں اور روحانی محسوسات میں اتصال پیدا کر کے اضطراری کیفیت پیدا کر دیتے ہیں اور ان کی تخلیقات ادب عالیہ کا درجہ رکھتی ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں۔

قطعاتھ

یہ کاتب قدرت کی بے مثل یہ تحریریں
یا حسن حقیقت کی پُر کیف یہ تفسیریں
وہ ساکن بطاہیں یہ والی دیوی یہیں
یہ ایک ہی صورت کی بدلتی ہے تصوریں

مسیراً دارث ہے کیا شمع طور ہے
میرے وارث کا گھر بقعہ نور ہے
دیوی دیوی غیرت طور ہے
کیسا نورانی نور العسلی نور ہے

غزل

پس تقاضہ محبت نہ اٹھے سر آستان سے
چہاں عقل تک نہ پہنچے میں گزر گیا وہاں سے
تو ہے جانشین حیدر تو ہے مرکز سخاوت
تو نے کس قدر نوازا مجھے لطف بے کراں سے
مجھے دی ہے اپنی چاہت یہ کرم یہ میریانی
میں اداۓ شکر تیرا کرول کون سی زبان سے
دہی خوب جانتا سے مسیراً مقصدِ تمنا
نہ اٹھائے کوئی چلن میرے اُن کے درمیان سے
مجھے جب سے ہو گئی ہے دریار سے محبت
میں نایاب دارثی ہوں کہ سر پا رازِ الافت
میرا حال ہو گا ظاہر کبھی مرگ ناگہاں سے

سرور شاہ وارثی

جناب قبلہ سرور شاہ وارثی برار (خانہ لیں بھارت) کے رہنے والے تھے۔ قوم افغان سے تعلق تھا۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کے محکمہ پریس میں ملازمت کی۔ پاکستان کے معززی وجود میں آنے کے بعد بھرت کر کے کراچی اکر سکونت اختیار کر لی۔ سب سے پہلے خواجہ سن نظامیؒ کے دست حق پرست پر مشرف بر بعیت ہوئے۔ بعد میں سلسلہ عالیہ وارثیہ میں قبلہ بزرگوار میاں حیرت شاہ وارثیؒ سے الکتاب فیض کیا اور بھر انہی کے احرام پوش فیقر ہو گئے۔ عمر کا آخری حصہ سیاہ میں گزارا۔

ذیرے کوچے میں قرار سے نہ اپنی گلی میں قیام ہے
ذیرے زلف و درخ کافر لفۃ کیس سبع ہے کہیں شام ہے

نندگی میں فریدر جع میں ادا کر لیا تھا، مگر اس کے باوجود بھی ان کے دل میں ایک بار پھر جع کرنے کی امتنگ پیدا ہو گئی تھی۔ شریعت کے سخت پابند تھے۔ بحکم مرشد پاک طریقت اور وضع داری کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ جب کسی درسرے کو راہ راست سے بھٹکتے دیکھتے تو مزاج کو ناگوار گزرتا مزاج عموماً جلالی تھا جو ایک قدرتی کیفیت تھی۔ آپ صاحب دیوان تھے۔

نمونہ کلام

پھر عشتِ حقیقی کی وہ شان دکھا ڈالی
پھر ہستی دُنیا میں کیا بلچل مچا ڈالی
جو بات نہ ہوتی تھی وہ کر کے دکھا ڈالی
ایک جام پلا کر ہمیں الفت بھی سکھا ڈالی
جو بات پتے کی تھی وائلہ بتا ڈالی
اتنا تو بتا وارث کیا اس میں ملا ڈالی
یعنی میں محبت کی تصویر بنا ڈالی
جب وارث قدرت نے خود اس کی بنا ڈالی
سرور نے جو محفل میں مدحت سُنا ڈالی

وارث نے محبت کی جب بنا ڈالی
کیا سحر کیا وارث معلوم نہیں ہم پر
ناکام ہوئے گو سب لیکن تیری ہمت نے
واقف ہی نہ تھا کوئی اسرار محبت سے
وہ درس دیا تم نے اخلاق و محبت کا
وہ اک جام کے پتے ہی سب ہو گئے دیوانے
وارث سامصوّر کیا دُنیا میں کہیں ہو گا
وارث کے سفینے کو کیا ڈر ہے حادث کا
ہر سمعت سے شور اٹھا تھیں دستائش کا

ابرشاہ وارثی

قبلہ ابرشاہ وارثی کا اصلی نام اللہ درتہ تھا۔ جالندھر شہر کی، ایک بستی (مشرقی پنجاب بھارت) میں سکونت پذیر تھے۔ حضور میال قبلہ بیدم شاہ وارثی علیہ الرحمۃ سے بیعت و زینگین پوشی تھی۔ جب ہندوپاک کا بٹوارہ ہوا، ہجرت کر کے ملکان میں آگر سکونت اختیار فرمائی۔ ملکان ہی میں ۱۹۶۳ء میں وصال ہوا۔ وہیں پر دفن ہوئے اور مزار بننا۔ آپ کو سرکار وارث پاک علیہ الرحمۃ سے والمالان عشق و محبت تھا۔ اس عشق کے جذبے سے سرشار ہو کر اور دل کی کیفیات کا اظہار کرنے کے لیے شعرو شاعری کی طرف مائل تھے۔ آپ کا سارے کاسارا کلام پنجابی زبان میں اور نعتیہ ہے۔ آپ کا ہندوستان کی تقسیم سے پہلے کلام بعنوان ابرکرم، ابر بھار اور ابر رحمت تقریباً ۱۹۳۲ء میں چھپا۔ پاکستان معرض وجود میں آنے کے بعد ابر باراں، ابر جمال، ابر افواز، ابر کمال، ابر مرینہ اور ابر محبت کتابیں چھپیں۔

نحوتہ کلام

ہزاراں محمد ذاتِ کمبیریا نوں	دُرود اس دے محمدِ مصطفیٰ نوں
چوہاں یاراں ٹوں میں قربان جاداں	انہاں دی خاکِ پا سُرسہ بناداں
جنابِ فاطمہ غاتوں جنت	برائے عاصیاں رحمت ہی رحمت
حسن و حسین پیارے مصطفیٰ دے	رہے ثابت قدم جو درج رضا دے

دو جگ دے مختارِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم	غالق دے ہن یارِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بے سایہ نے ہوئے پیدا حسن تے ہو گیا ہر کشیدا	نبیاں دے سالارِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دو ہمرا

ڈبیاں بیڑیاں نوں بننے لاون وائلے یلہ سن لے ایہہ درد کھانی میری
ذرائع الفال نوں چا کے دید بخششو دُور کر دیو ایسہ پریشانی میری

دستے کون آئینہ روجا تینوں میں قربان جاوائیں ایمہ حسیرانی مسیری
تیرے، بھروچہ رو رو کے ابر فانگوں حدود و دھنگئی اے ناتوانی میری

جہدی کملی نے کیتی اے خلق کملی دس اُس دی پیندی اے مدینے دے وچہ
لے دارود جماعت فرشتیاں دی صبح دشام اے لندی مدینے دے وچہ
ادھھے بگڑیاں سب دیاں بنیدیاں نے آس کے دی نہیں ڈھیندی مدینے دے وچہ
ہے وجود پنجاب وچہ ابر میرا اتے رُوح ہے رہندی مدینے دے وچہ

بِلَه شَاهُ أُمُّمٌ هُو نَكَاهٌ كَرْمٌ سُنْ لَوْ مِيرِي صَدَا
وقت آخر ہے صورت دکھا دو مجھے دیسجو بگڑی بنا
آپ کے، جرنے ہے تایا مجھے دردر جستجو میں پھیرایا مجھے
ہوں پریشان میں اور حیران میں کر دو مجھے غم سے رہا
بِلَه شَاهُ أُمُّمٌ هُو نَكَاهٌ كَرْمٌ سُنْ لَوْ مِيرِي صَدَا

غلام رسول افضل وارثی

ڈودہ معشوق کے عاشق ہو یزدال تیسا	دہ کیا حُسْنِ اتم اے شہ خوبیں تیسا
غلق عاجز نہ ہو کیوں حتی شناخانی سے	مالک الملک ازل سے ہے شناخواں تیرا
انبیاء احمد رسول سب یہن مکرم سیکن	مرتبیہ سب سے بڑا خُمُم رسولان تیسا
ذاتِ باری کی تحبلی کا سراپا مظہر	ایک اک جلوہ حُسْنِ رُخ تباہن تیسا
ہادی کون د مکاں کوئی بجز تیرے نہ کیا	دین تیرا ہے شریعت تری قرآن تیسا
اس قدر کامل و امکل ہے مبارک ہستی	ہو فقط عارف باللہ ہی کو عرفان تیسا

حق نے پیدا نہ کیا ہمسر کوئی انسال تیر
 سر بسر قدسی صفت حلقة یاراں تیرا
 گو وہ سلطان کہ جریلی ہے درباں تیرا
 لغڑہ دعوت حق بر سر فاراں تیرا
 سایہ رحمت حق یا سایہ داماں تیرا
 مشک افشاں وہ سیہ گیسوئے پیاں تیرا
 ہے گل تر سے حسین خار مغیلاں تیرا
 نوع انساں پہ ہے کتنا بڑا احسان تیرا
 راستہ خود ہی تعین کر لے طوفاں تیرا
 شب کو سونے نہیں دیتا غم ہجران تیرا

چل در شافع محشر پر بعلت افضل
 ہو دہاں خوب علاج غم عصیاں تیرا

لہ یہ الحاج میاں حیرت شاہ صاحبؒ کے مریدیں۔

جگروارثی

حضرت حليم شيخ محمد انتخار علی جگرسد لقی الوارثی بمقام فصیلہ بوان ضلع سیتاپور ۱۲۸۹ھ بـ طالبی، ۱۸۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ آبائی سلسلہ نسب نامہ حضرت سیدنا و مولانا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اول سے طبابے شجرہ نسب یہ ہے۔ عکم شیخ محمد انتخار علی جگرسد لقی الوارثی بن شیخ امید علی خال بن شیخ اشرف علی خال بن شیخ محمد سعیدت خال بـ بـ سادرن بن شیخ محمد نعمت خال نظر جنگ بن شیخ محمد شیر خال بن شیخ محمد مرتضی خال بن شیخ محمد جبیب خال بن شیخ محمد سعید خال بـ سادرن المرووف بـ اسد جنگ بن محمد نصرت اللہ قاضی القضاۃ دربار دہلی بن شیخ محمد عالم بن شیخ محمد امجد بن شیخ محمد نصیر اللہ بن شیخ محمد علم الدین بن شیخ محمد احمد دین بن شیخ محمد شمس الدین بن شیخ محمد جلال الدین بن شیخ عبد الملک بن شیخ محمد حمزہ

تیرے اوصافِ حمیدہ سے تو ہے یہ ظاہر
 تیرے صدیق و عمر زادہ اور وہ عثمان و علی خون
 سلطنت تیری ہے محیطِ حد ہر دو عالم
 سینہ کفسر میں پیوسٹ ہوا تیر تضا
 گئی حشر میں کام آئیں تو بس یہ دونوں
 باعث زینتِ دزیالش باغِ عالم
 رشکِ فردوس نہ کیونکہ ہوں فضائلیں تیری
 اشرف المخلق ہوا ہے یہ بدولت تیری
 کشی زیست کا رُخ موڑ لے جو تو سوتے حرم
 مضطرب یاد میں رہتے یہ دل وجہ دن بھر

بن شیخ محمد عبد الجید بن شیخ محمد قاسم بن بن شیخ محمد بن حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
حالات حزندگی ۱-

میں کلاس تک بسوال میں انگریزی تعلیم حاصل کی۔ لکھنؤ میں انٹرنس کلاس کا امتحان دینے کے بعد بعض دلی صاحب کی وجہ سے انگریزی تعلیم سے دل بہت گیا اور پھر ہمیشے کے لیے سکول سے علیحدگی اختیار کر لی۔ آپ کے والد شیخ امید علی خال مرحوم کا تخلص جنتا خا اور خواجہ حیدری آتش مرحوم کے شاگرد رشید تھے، مگر جگہ وارثی صاحب نے خدا نے شیخ حضرت امیر دینا تی کی شاگردی اختیار کی اور ۱۸۹۶ء میں رام پور جا کر شرف تند حاصل کی۔ بعد میں ایک حصہ تک وقتاً فوتاً اصلاح کی غرض سے اگر قدم بوس ہوتے رہے۔ راجہ نوشا علی خال مرحوم تعلق دار جہاں گیر آباد پرشاہی نے اثر کیا۔ اس کی وجہ سے تمام دنیا کا سفر کیا۔ اس دلکش سفر میں بھتی کی بہار کا جوبن علیورہ ہی تھا۔ واپسی کے بعد مجنونے لکھنؤ میں بدستور قیام کیا اور حضرت نوشا دکی راحتوں کے شریک رہے، لیکن بھتی دیکھنے کے بعد لکھنؤ کا خن ایکھوں کو نہ جایا۔ پھر بھتی چلتے گئے، لیکن دہل سے پھر نامناعد حالات کی بنا پر اور راجہ نوشا علی خال مرحوم کی دستی نے محنت کا ختم کیا اور بھتی کو لکھنؤ آگئے۔ یہاں آکر مرحوم نے ذوق کے شرپ پر صرع رکانے کی فراش کی۔

وہ محل یتے ہیں جس دن کوئی نئی تلوار

لگتے پہلے مجھی پر میں امتحان کے لیے

مجنونے مندرجہ بالا مصرع لگا کر راجہ مرحوم کو سنا دیے جیسے بے حد سراہا گیا۔

۱۸۹۱ء میں مجنونے بخارت کی لائی اختیار کی اور رسول لائی حضرت آنچہ لکھنؤ میں ”اف جگر برداری کپنی“ کے نام سے جزل سور کے نام سے کھولا۔ اس فرم کو بہت نفع ہوا مگر روز بروز انکار بڑھ جانے سے اور لاپرواہیوں سے کاربار پاٹھ پا اور کار و بار بند کر دیا۔

مجنونے ایک بار پھر ۱۹۰۱ء کو مستقل طور پر بھتی میں قیام کرنے کے لیے ارادہ کر کے چلتے گئے۔ دہل پر سر قسم کی کامیابی بھی رہی، لیکن غنی دل، قانع طبیعت اور گوشہ نشیقی کی خود ترقی کے راستے میں مانع ہوتی۔ پھر یاں ہو کر ۱۹۱۴ء کو وطن واپس آگئے۔

آپ کو آغاز شباب ہی سے شاعری کا شوق ہے اور مندرجہ ذیل تصانیف اشاعت کرائیں۔

(۱) دیوان جگر حصہ اول (۲) دیوان جگر حصہ دوم (۳) درود جگر (نامل) مکاتیب جگر (غیر مطبوع)

(۴) تذکرہ الشعرا (۵) درود شیخ

آپ کے شاگردی کی تعداد سو کے لگ بھگ ہے جن میں شیخ احمد صاحب داہ وارثی خیری، ماسٹر سید باسط علی صاحب باسط زین الدین ربوال سیکرٹری بزم جگر، فرشی محمد سرفراز خاں صاحب مروف زین الدین رستی غزال جالندھر پنجاب مولیٰ محمد عظیم صاحب داٹن بسوان، لالہ ملکن ناٹھ پرشاد صاحب شاد، سیمھ بدوعل صاحب جوہری میں کان پور، سیمھ پریم محمد صاحب وفاتا جرج بھتی، فرشی سید قادری بگھٹی، فرشی واجد علی صاحب دا جد بلگرامی فرشی

شبیر حسین صاحب شبیر فتح پوری۔ نیز اندھہت سے احبابِ مشنِ سخن کی منزل طے کر چکے ہیں۔
وفات، ربیعہ ستمبر ۱۹۵۸ء کو واقع ہوئی اور بیوان ضلع سیتاپور (یوپی بھارت) میں پسرو خاک ہوتے۔

غزلیات

طرحِ مصرعہ: قربان ہوئی اس بُت کافر پر خدائی

یاد بُت کافر میں ہمیں نیند نہ آئی ہم جاگتے تھے رات کو سوتی تھی خدائی
ساتھی بھی چھٹے منزلِ مقصد بھی نہ پاتی روتی ہے مقدر کو مسیری آبلپاتی
دل خاک ہوا جل کے مگر ہم یہ نہ سمجھے کب آگ لگی کیسے لگی کس نے لگائی
امال بدو نیک پر پروہ نہیں پڑتا انسان کی چھپتی ہے بُتی نہ بُلا دی
گل پسلے وہ بہنس بہنس کے چڑھتے شب کو پھر شمعِ میری قبر پر رو رو کے جلانی
تم کیسے مسلمان ہو جگہ سکیوں نہیں قائل کہتی ہے خدا اس بُت کافر کو خدائی

(الناظر، لکھنؤ۔ جون ۱۹۳۵ء)

طرحِ مصرعہ: پھر زندامن نظر آیا تھا گریاں مجھ کو

داورِ حشر یہ ہے حشر میں ارمائیں مجھ کو بدلے جنت کے ملے کوچہ جاناں مجھ کو
لے گئے لے گئے دل کر گئے بے جاں مجھ کو دے گئے دے گئے داعیِ غمِ بجراں مجھ کو
لے چلا دل طرف کو چھپر جاناں مجھ کو میں تو کبھی کی طرف دل کو چلا تھا لے کر
اٹک شرمنی غم فرقہ میں یومنی ہوتی ہے ہنس دیا کرتے ہیں وہ دیکھ کے گریاں مجھ کو
نظر آتے ہیں اُدھرِ موت کے سلام مجھ کو جس طرف کو چھپر قاتل میں گزر ہوتا ہے
مری تقدیر کہ تم ساتو میسا پایا اور پھر بھی نہ ملادرو کا درماں مجھ کو
یوں اکبیلے ترا جانا نہیں اچھا سیرِ حشر ساتھ ییلے بُت غارت گرایاں مجھ کو
کافر عشقِ بُتاں ہوں میں تعجب ہے جگہ سکیوں مسلمان سمجھتے ہیں مسلمان مجھ کو

طرحِ مصرعہ: ہرض کریں گے ہم بھی کچھا سجن نیاز میں

رات کو بے خبر رہے آپ تو خواب ناہ میں نیند نہ آئی صبحِ عک ہم کو شبِ دلماز میں
اور گئی کافر ہے اس مدنیا میں عکس کو دیکھ بے خبر آئینہ محباز میں

دیکھیے فیصلہ ہو کیا ناز اور نیاز میں
جانیں گے بے بلائے پیر یار کی بزم ناز میں
آپ ادھر سبھی آئیے خلوت ناز سے کبھی
عرض کریں گے جم بھی کچھ انجمن نیاز میں
اور بھی طول بڑھ گیا مری شب دراز میں
قصہ زلف چھڑ کر دل نے بڑا کرم کیا
دیکھ کر آسمان کو ہم تو زمین میں گڑھ گئے
جب نہ کہیں مگر ملی آپ کی بزم ناز میں
کچھ بھی نہ فیصلہ ہوا ناز اور نیاز میں
نہ میں جا کے بیٹھتے روز اٹھاتے جاتے ہیں قدر بہت ہے آج کل یار کی بزم ناز میں
قلب و جگہ پر اے جگہ کیا کہیں کیا گزرا
دونوں جہاں لُٹ گئے اک نگاہ ناز میں

میں نے راحت سے ترسے، بھر کی رائیں کاٹیں
چارا سازاں بر انداش کی باتیں کاٹیں
دل کو تڑپا تیری فرتت میں تو آلام رہا
رات دن ترسے تصور سے مجھے کام رہا
کیا گلا خواب میں صودت نہ دھکائی مجھ کو
نیندہ ہی جب ن شب غم کبھی آئی مجھ کو
ہرستارے میں تیرا نہ نظر آتا ہے
ہر جلوہ مستور تیرا پھیلا ہے
رات کو جلوہ مستور تیرا پھیلا ہے
شب کو دادیہ بیدار رہا کرتا ہے
ہرستارہ مجھے حیرت سے تکا کرتا ہے
ساختہ میرا تیرا اے آئینہ رہتا تھا
وہ بھی دن یاد ہیں جب سامنے تو رہتا تھا

(الناظر، کھنڈ)

بکلایا ہے کس نے کہاں جا رہے ہیں
ہم اس بزم میں مہاں جا رہے ہیں
وہ دفاتر کے ہم کو کہاں جا رہے ہیں
اٹھیے ہیں جو خوش خوش کوئی ان سے پوچھے
مرے بعد اتنا خیال ان کو آیا
ہم اس جلوہ میں جا رہے ہیں
ہم اس بزم میں مہاں جا رہے ہیں
کہی سے نہ پوچھا کہاں جا رہے ہیں
خدا ہی پیچائے ان کو تو پہنچیں
کہی سے نہ پوچھا کے کتنے ہیں بہن کر
کوئی ان سے پوچھے کہاں جا رہے ہیں
مجھے درس اٹھوا کے کتنے ہیں بہن کر
بڑے لطف سے ہم چلے ہیں قفس کو
یہے دوش پر آشیاں جا رہے ہیں
کہاں سے ہم آئے کہاں بارے ہیں
کہی نے نہ اے موت ہم کو بتایا
خجل ہوں گے میخانے میں شیخ صاحب
مرے ساختہ حضرت کہاں جا رہے ہیں

اُن کے مزار دیکھنے والے بھی رو دیئے
سینے میں سوزدل میں بے کاوش جگر میں درد
سب پر طوافِ کوتے خرابات فرض ہے
اُن کی یہ ہے وہ بُٹے خوش نصیب یہیں
مشکل ہے میرے ٹونے ہوئے دل کا خروزنا
منہ پھیر کر چلے یہیں جگر اُن سے پوچھ دو
دل خاک میں ملا کے ارادے کہاں کے یہیں

حکیم جگر وارثی بسوانی نے اپنے قصبہ بسوان ضلع بارہ بنکی میں ایک بزم کی طرح دُنیا دُنیا تھی جس کا نام بزم
مگر بسوال رکھا تھا۔ بسوان میں ماہزا اور سالانہ مشاعرے منعقد ہوتے تھے۔ اس مشاعرے میں پورے شہرستان
کے شاعر شرکت کرتے تھے۔ ایک سالانہ مشاعرے کی رواداد

انتخابجہ مشاعرہ سالانہ بزم جگر۔ بسوانی (الاظہر۔ لکھنؤ)

مصرع طرح، جان لے کر اُس نے بیماروں کو اچھا کر دیا

حکیم جگر صد لقیح الوازن

ما رُوا اَمْ كُو دُنْيَا بُهْر میں نزدہ کر دیا
ہنس کے دروازہ قفس کاؤں نے پھردا کر دیا
ہنس کے کہتے یہیں مریضوں کا ملادا کر دیا
حُن کی نیرنگیوں نے زنگ پیدا کر دیا
یہ طرفداری نہ تھی تو کیا تھا قاسم ازال؟
فاتح پڑھتے رہے بنتے رہے بعتے رہے
قبسہ پر آکر انہوں نے قول پُورا کر دیا
دیرست بگرے ہوئے بیٹھے یہیں اس بات پر
کیا سمجھد کر شمع روئے یار پر تم نے جگر۔

صورت پر دانہ دل قربال اپنا کر دیا

ما سُطْر باسْط بسوانِ خ سکنی بزم جگر۔

بے خودی میں رازِ الافت اُن پر انشا کر دیا آپ میں آئے تو سوچے ہم نے یہ کیا کر دیا

خیر ہم تو ہو گئے بنام اپنے عشق سے
تجھ کو لیکن حسن والے کس نے رسو اکر دیا
جان لینا ہی مریض حق کے غم میں خوب تھا
تم نے یہ اچھا کیا دراصل اچھا کر دیا
میں ترسے راز الافت کو چھپتا ہی رہا
دیکھ افشا ہو گیا یا میں نے افشا کر دیا
اشک حسرت رات دن رویا کیے پونچھا کیے
آشیں میں جذب ہم نے الکر دیا کر دیا
کیا بتائیں مٹھن نے ہم سے لیا گیا سول
جو نیچ چاہیئے تھا دہ نیچ کر دیا
خون کے آنسو جو تم روئے ہو باستر رات دن
کیا کسی بے درد نے خون تمنا کر دیا

ایجاد لسوالن

شمع کے اشلوں میں شامل تھا مگر آبِ حیات اپنے پروانے کو پھر محفل میں زندہ کر دیا

احمد خیر آبادی

اپنی آنکھیں کھوں غافل اور فیض علم دیکھ علم والوں کو خدا نے ملک والا کر دیا

لبشیر لسوالن

جو کہ اچھے تھے ہوتے بیمار اُس کو دیکھ کر اور بیماروں کو اُس نے آ کے اچھا کر دیا

بکیس بلگرام

کامیاب آزدہ ہنتے ہیں میرے حال پر تم نے ایسا مجھ کو ناکام تمنا کر دیا
سب اُنہی کو دیکھتے ہیں اہل محشر حشر میں سب انہی کو کہتے ہیں اک خشر بپا کر دیا

خبر لسوالن

تریتوں میں بھی رہیں گے بارا حان سے ربے جان لے کر اُس نے بیماروں کو اچھا کر دیا

شاعرہ پردہ نشیر حجابت صاحبہ شاہ بھما پوری

تھکلڑی ٹوٹی کہ بیسٹری کا ارادا کر دیا ختم یوں دست جنوں نے سب کا جگڑا کر دیا
کر دیا حسرت بھری صورت نے رسو اکر دیا ہانے راز غم کا دل سے رُخ پہ جا پنچا اثر

بر محل تعاریف حسن و عشق آگے کیا کہوں
کس کے قابل کون تھا قائم نے کس کا کر دیا
تباہ حکم جوں ہیں ہم کو کیا پاس مقام بارہا صحا کو گھر اور گھر کو صحراء کر دیا
ہم کلام اس سے ہونے کیوں ول میں تعجب جو شعن ہم نے خود ہر حرف کو حرفِ تمنا کر دیا
گو کلامِ عاشقانہ سے ہے اب نفرتِ جهاب
پھر خاطرِ جگر صاحب کا کہنا کر دیا

خرد بسو انحضر

کچھ بھی تو ہستی بے تھی ادم کی اے یہرے کیم خاک کا پتلا تھا ربہ تو نے اعلیٰ کر دیا

سرورِ جاندھ حضر

دستِ زنگینِ دیکھتے ہیں آج وہ پھر بار بار
آج پھر قتل دو عالم کا ارادہ کر دیا

شور بسو انحضر

کیوں مقدار سے نہ پہنچے عرش پر اس کا دماغ تری ژلفِ غربی نے اُس پر سیا کر دیا

خلیل بسو انحضر

مست آنکھوں سے جو ساقی نے اشارا کر دیا پھر شے دل میں بھارے جوش پیدا کر دیا
اس طرح فارال کی چوپان پر چمکا نورِ حق کُفر کی تاریک و نیا میں اجلا کر دیا
جلوہ دلدار و موکل سامنے تھے طور پر عشق نے آکر بیچ میں دونوں کے پروار کر دیا
وہ سُنا کہ مجھ پریشان حال کو کہتے رہے ایک سوداگی نے ہم کو خوب رسوا کر دیا
آئے تھے کعبہ سے بُت خانہ میں اُمّہ کر ہم خلیل
آج بُت خانہ سے کعبہ کا ارادا کر دیا

نشاط بسو انحضر

دل کو جیراں اُن کو ناخوش خود کو رسوا کر دیا کیا کیا میں نے کہ اظہارِ تمنا کر دیا
بعد مرنے کے بھائے اشک اس کی خاک پر شمع نے پروانہ کا تھنڈا لکھج کر دیا

اُس نے پُوچھا حال ہم نے ایک تھنڈی سانس لی
خُن گرہتا نہ دُنیا میں تو یہ بے کیف تھی
ہاں اسی اک چیز نے دُنیا کو دُنیا کر دیا

سوزلسوالنھ

جان دیتا ہوں اُسی پر جس نے رسوا کر دیا
اس پر میں قربان جس نے دد پیدا کر دیا
حرکتِ دلِ موجود ہے اور زندگی دریا کی موجود
جب اجل آئی تو دریا نے کھڑا کر دیا
کیا بدِ قسمتِ ہر دل میں یارو کمیرا رازِ عشق
گرچھا پایا دل نے تو آنکھوں نے افشا کر دیا
دہر میں تنہا ہے عقبنی میں بھی تنہا رہوں
گوشہ تبریت میں بھی یادوں نے تنہا کر دیا
سوزر پروانے جیسے لیکن نہ رسوانی ہوئی
شمع نے خود جل کے رازِ الْفَت افشا کر دیا

راملبسوالنھ

رام ہی کے نام سے یہ جان دل میں شادماں رام آن کے نام میں احسان کیا کیا کر دیا

سندرلسوالنھ

جو ہماری قبر کو پامال کر کے ہنستے ہیں ساری دُنیا میں اُنہیں نے خشنپا کر دیا

ترخ اوونگھ آبادنھ

ایک ہی ترھی نظر سے ہستے یہ کیا کر دیا تم چکاتھا درد جو پھر دل میں دُفننا کر دیا
آپ میں آنا ہمیں دشوار پسروں ہو گیا جب کسی نے ذکر کچھ ہم سے تمہارا کر دیا

صلقیللسوانھ

لہ ترانی کی صدا آئی تو موسی غش میں تھے یہ نہ پُوچھو یار نے کیا کہہ دیا کیا کر دیا

مالخیر آبادنھ

اُس نے شاید غیر کے ہو کے میں پُوچھا تھا جیسیں کیا سمجھ کر ہم نے اظہارِ تھتا کر دیا

چار جانب کی فضائیں منقلب ہونے لگیں
پسیر کر آنکھیں اُنہوں نے کیا اشارا کر دیا
کیا ہوئیں وہ شوخیاں، بیباکیاں، خود بیشاں
حشر میں کیوں آج کتے ہو کہ رسوایا کر دیا

ماہر شاہ آباد حصر

خونِ حسرت کر دیا خون تمنا کر دیا
اے تغافل کیش تو نے کام دل کا کر دیا
مور دِ الزام اُفت ہم سے ناصح گو
عشق پر دانہ کے دل میں کس نے پیدا کر دیا
کوہ کن نے سر کو پھوڑا غاک چھلان قیس نے
تو نے چاہا جس کو جیسا اُس کو دیا کر دیا
بات توجہ ہے کہ خود پُرچیں وہ دل کی آرزو
طف ہی کیا ہے جو اطمینان تمنا کر دیا

ناصر تمہور حصر

وہ کیا ہم نے جو کچھ تم نے اشارا کر دیا
نا خدا جس کو بنایا تھا وہی دشمن ہوا غرق اُس نے آخرش دل کا سفینا کر دیا

طالبِ حسن در آباد حصر

کیا کیا اے عشق آخر تو نے یہ کیا کر دیا اُن کے حُس بے وفا کا ہم کو بندا کر دیا

قیس کا کور و حصر

پھر مرے ظالم نے اک مجھٹا سادھدہ کر دیا
پھر مرے مرمر کے جینے کا سہارا کر دیا
اک نظر دیکھا تھیں جس نے تماشا بن گیا
اک نظر دیکھا جسے تم نے تماشا کر دیا
یا محمد ایک انعام بنت کے سوا ہر خبلی نے تری کتنوں کو موسیٰ کر دیا

قرار بسوائی حصر

ویکھیے اس شوخ کی جادو نگاہی کا اثر درد مرے دل جگر دنوں میں پیدا کر دیا

نظرِ جاندھی حصر

موت کی سُن کر خبر احسان اتنا کر دیا
مرچکے تھے ہم اُنہوں نے آکر زندگی کر دیا
سر بھکائے دیر سے پچھا رہے ہیں حشر میں ہم نے نا حق خون کا قاتل پہ دعویٰ کر دیا

دامرخ لسوالنخ

قتل کر کے ان پر احسان اے میجا کر دیا جان لے کر تو نے بیگاروں کو نندما کر دیا
یہ ہوا انجام بیسا برالم کی موت میں عمر بھر کا ختم اک ہچکی میں قصہ کر دیا

ہمسر باڑویں

گل کھلاتے آکے چشم خون فشان نے اس قدر خلدہم نے کوچھے قاتل میں پیدا کر دیا

یوسف خ محمود آبادی

حسن اپنا ہر طرح سے آشکارا کر دیا واہ کیا پردہ کی خود کو ہویدا کر دیا
عاشقِ جان باز لاکھوں تھے یہ ہے ان کا کرم سرہمارے ناز برداری کا سسر اکر دیا

طریق لسوالنخ

ہو گئے یہ اس قدر فرقت میں ہم غم آشنا درد اپنے دل میں ہم نے آپ پیدا کر دیا

امیر مینائی

۷، جون ۱۸۹۱ء

حکیم برہم صاحب اڈمیر ریاض الاخبار - گورکھ پور

پیارے برہم دعائیں لو ! نورِ حیمِ ممتاز نے الممتاز سے متعلق تمارے حکموں کی تعمیل کر کے کارڈ اطلاعی تم کو لکھ دیجیا
اب اس خطیں کوئی جواب طلب بات نہ رہی، البتہ وہ قطع جس کا ایک مصروع تم نے لکھ کر تین مصرع اور پر کے مانگے
یہ وہ بھیجنے ہے ٹھیک ٹھیک وہی لفظ جو عذر و احمد علی شاہ مرحوم میں کے تھے یاد نہیں رہتے اس لیے کہ عذر شاہی تک
جو کلام مرتب ہوا تھا وہ غدر میں تلفت ہو گیا۔ اس وقت خیال کرنے سے جو مصرع یاد آتے وہ یہ ہیں :

مجھ کو حق دے کے طالا غیر کو بوسہ دیا
دیکھتا جا او مرے دم باز اپنے طور کو
حضرت کس کو دے دیا کس کو ذرا انصاف کر
دو دبے حلوا مجھے حلوا ٹے بے دُود اور کو

وسمیم ایک برس سے اس دفتر میں نہیں ہیں۔ راجہ جون پور کی سرکار میں نوکر ہیں۔ سال بھر کے بعد کل آن کا ایک خط آیا ہے۔

(امیر فقیر)

رام پور۔ ۸ ستمبر ۱۸۹۷ء

پیارے برمیم!

اس وقت سلام و دعا سب ندارد اس لیے کہ ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ رائے سین کے انسپکٹر ہو گئے۔ اگر یہ پس ہے تو ہم سخت ناچار و مضطرب ہو گئے۔ اب درد دل کریں کوئی، کس کی رسائی ذہن کے امیدگاہ میں رسائی تقدیر کی امید رکھیں۔ معلوم نہیں کیا مصلحت ہے کہ آپ نے پہلے تحصیلداری سے انکار کیا، اب انسپکٹری قبول کر لی۔ یہاری نظر میں آج وہ شہر سونا ہو گیا خیر! غریبوں کا اللہ والی ہے، خدا سے دعا ہے کہ آپ جمال ریس خوش ریں اور ہمیشہ اپنی خوشی سے خوش ہونے والوں کا دل خوش کیا کریں اور ہم کو بتا دیں کہ اب ہم تحریریکات خاص کی کیا سبیل نکالیں اور کوئی مطلب اس خط میں لکھنے کا موقع نہیں۔ ایک خط اور کلام تمہارا کئی روز ہونے بھیجا ہے۔ اس کی رسید کا منتظر ہے۔

(امیر فقیر)

۳۱ مارچ ۱۹۸۹ء

میرے پیارے کوثر!

میں نے کس خط کا جواب تلم انداز نہیں کیا۔ وسمیم گواہ ہیں کہ خیر آباد کو خاتون کی مزاج پر سی کا خط فرراً بھیجا صاحب گفت سے جر آیا تھا اس کا جواب بھی دوسرا یا شاید تیسرا دن روانہ کیا خدا جانے کوں ڈشمن راہ سے اڑا لیتا ہے۔ یہ خط مورخ ۲۵ ربیع کو اس وقت آیا اگرچہ فصلتِ زندگی مگر سب کام چھوڑ کر غزلیں دیکھیں بنانا تو کمال ہو سکتا ہے، ایک دو جگہ عیوب پر آگاہ کر دیا۔ ایک دو جگہ آہستہ آہستہ والی غزل میں بننا بھی بنادیا اور انتخاب کے صاد کر کے وسمیم کو غزلیں دے دیں کہ لکھو اکر نشار کو آج ہی بیچ دیں اور مسودے کو داخلِ ذخیرہ مسودات کر کے آپ کو بھیج دیں۔ امید ہے کہ آپ روانہ کریں۔ میری طاقت روز بروز گھشتی جاتی ہے اور مکروہات بڑھتے جاتے ہیں۔ لغت میں مصروفی اور محنت کی بہت حاجت ہے۔ شاعری بہت چھوٹی ہے اصلاح کو کلام بکثرت آتا ہے کوں بنائے کوں جواب لکھے۔ انقلابات و تغیرات جو ریاست میں ہو رہے ہیں وہ اور پریشان کر رہے ہیں۔ مولوی محمد عبدالحق صاحب کے اعزاز و امتیاز و ترقی مرتب سے بہت جی خوش ہوا۔ خدا خوش رکھے اور توفیقات نیک دے۔

(امیر فقیر)

مجتیٰ و مکرمی :

سلام و شرق و اخلاص دنیا زوپاسِ یاد اوری کے بعد التماں ہے کہ نزارش نامہ آیا۔ آپ کی غزل پیام یار میں نہ چھپنا سیرے قصور سے نہیں ہے میں نے جلد دیکھی تھی۔ وسیم و نسیم و اصغر وغیرہ کی غزلیں بھی گئی تھیں۔ عابد کی غزل بھی روانہ ہوتی تھی۔ کسی کی نہیں چھپی خدا جانے کیا سبب ہوا پھر غزل انہی آئی بھی دیکھی اور آپ کو بھیجا ہوں تاکہ آپ بھیجن، اللہ تعالیٰ وبا کو وہاں سے دفع فرمائے۔ باش ادھر کہ ہے، آب وہاں میں اب تک وبا یت نہیں ہے۔ رسید لکھیے گا تاکہ اطمینان ہو۔ انتخاب الانتخاب بھیجیے گا۔

(امیر فقیر)

پیارے کوثر: ترکیب استعمال دو اکی معلوم ہوتی سفوف پھاٹک لینا آسان، مگر یہ عقایت کی تدرج پیانا محال کوئی سل راہ نکالیے۔ غزل تو دیکھی ہوتی رکھتی تھی۔ تمہرے اس وقت دیکھا اور جو شعر پسند آیا اس پر صاد کیا۔ لگپیں میں جو مجھ سے طرح کی فرمائش ہوتی تھی میں نے یہ مصرع کھکھ کر صحیح دیا ہے۔ ”کتنی ہیرے کی نیم یہ بڑی ہے“ سب اعزہ و احباب تسلیم رسال ہیں۔
فقط (امیر فقیر) ۱۳ ستمبر

رام پور، ۸ مارچ ۱۸۹۸ء

مجتیٰ حکیم صاحب! سلام منون دعا مشخون۔ مہربان نامے نے پہنچ کر شکرگزار یاد اوری کیا۔ صر اے وقت تو خوش کہ وقت مانخش کر دی

خداوند عالم آپ کا ارادہ اور میری تمنا بعنوان احسن پوری کرے۔ پرانے مہربان دوستوں میں آن کا دام باقی ہے۔
اللہ تعالیٰ اُن کے انفاس میں برکت دے۔

محب ساتی کوثر سلامت کل محبت نامہ آیا ممنون کیا

سید صاحب مہربان و کرم فرمائے مخلصاً سلامت

حضرت زاہد کو ایک رند آلودہ گناہ کا سلام پہنچے۔ اور خالی خاطر محبت مائش ہو۔

دنواز! سلام و نیاز۔ درنہ آپ کا شوق چک جانا۔

سعید و رشید داریں عزیزی! الٰی پیارے زادبُکو مکروہات سے محفوظ اور مرغوبات سے محفوظ رکھ۔
شادی، بخیر و خوبی ہو گئی۔

جو ان کی راتیں مرادوں کے دن
دلن کا ہو کیوں طلب گار سرا
چمکتی ہیں کیا بجلیاں نور رُخ سے
ہوا سے جو ہلتا ہے ہر بار سرا
یہ ہم نگ کی دون اللہ رکھے
طرحدار نوش طرحدار سرا

فداوارتی

ہمیں آیا اگر کچھ ذوق اپنی خود نمائی کا
پکار اٹھئے گا خود ہی ناز اس کی کبریائی کا
مزہ میں دم بھرا وارث کی سچی آشنائی کا
یہ کیا معلوم تھا ہم کو کہ غم ہو گا جدائی کا
کیا آخر کو ٹوٹنے ناٹش پر فدہ پارسائی کا
خدا سمجھے تجھے ناصح ملامت پر ملامت کی
تمہاری چشم پُر فتنہ کے یہ سارے کر شمہر ہیں
چڑا لائے کسی کا دل مرض ہے دلربائی کا
تمہاری چشم پُر فتنہ کے یہ سارے کر شمہر ہیں
خلک خود پیر ہے گردش تماں اپسے اس کو
اسی سے آہ کو شکوہ ہے اپنی نارسائی کا
دلھا دو جلوہ وارث کہ ہم مشتاق مرتے ہیں
اگر کچھ بھی تمہیں دعوی ہے اپنی خود نمائی کا
کیا کرتے ہیں کافر اور مومن وارث سجدہ
فدا کس آنکھ سے دلھیں تماشہ ہے خدائی کا

ماہنامہ "صحیفہ وارث" جادی الاول ۱۳۶۶

دیوبخش شریف ص

اصغر وارثی

آنکھوں میں آئے دارث دل میں سمائے دارث
تیرے یہ مٹھکانے کیا کیا بنائے دارث
تو بتلائے لیلی ہم بتلائے دارث
یوسف کا اے زلیخا تو نام بھی نہ لیتی

اکیر عاشقون کی ہے فاکپائے دارث
خاک شفا سے بہتر کھل البصر سے پڑھ کر
سایہ نگن ہے ہم پر ٹلی ہمائے دارث
اے آفاتِ محشرِ محشر سے مت ڈرا تو

کیونکہ نہ یاس سے میں چلاؤں ہائے دارث
اب ڈوبتی ہے اپنی بحرِ الٰم میں کشتی
اصغر کی یہ تمنا برآئے یا اللہ
دل کو نشار دارث جاں ہوفدائے دارث

"صحیفہ دارث" جمادی الاول ۱۴۳۶ھ احمد دیوبی شریف

اختر قدوائی وارثی

شاہوں کے شاہ تم ہو حق کے ولی تمیں ہو
تم منظیرِ خدا ہر مرستِ حقی تمیں ہو
موسیٰ نے تھی جو دیکھی وہ روشنی تمیں ہو
تم کو بنت یاحن نے شمع رُفِہ بیات
جانِ حزین تمیں ہو دل کی خوشی تمیں ہو
جو مدعا ہے اپنا وہ معنی تمیں ہو
تم ہو شکر یا شکایت سب ہے تمیں سے مجھ کو
جاںِ حی تمیں ہو جانِ علیؑ تمیں ہو
دیکھا جمالِ احمدؑ پایا جلالِ حسیدؑ
روحِ نبیؐ تمیں ہو کوئی جو چشمِ حق بیں دیکھا بشر ہو لیکن
جن ولک فلک کیا سب کچھ تم ہو تمیں ہو
دیکھا چھپا خدا کو ہے کسوت بشر بیں
ظاہر ہوا وہ آخر نورِ نبیؐ تمیں ہو
پاتے ہیں نور جس سے شمسِ دفترِ فلک پر
شورِ آتا تمیں ہو رمزِ خلقی تمیں ہو
وہ اخترِ درخشانِ مسیرِ جلی تمیں ہو

(ماہنامہ "صحیفہ دارث" دیوبی شریف)

جرہ بڑشاہ وارثی

اے میرے دارث میرے مولا سلام
 السلام اے سید عالم مقام
 اور محمد کے دلارے السلام
 السلام اے حق کے پیارے السلام
 السلام اے نورِ عین مرتفعے
 السلام اے فاطمہ کے لادے
 آپ پرسجوان سے قربان السلام
 کبھی مقبول مسیری الحبا
 آپ کا لطف و کرم درکار ہے اک اشارے میں تو بیٹا پار ہے
 آپ کا ہے دارث ادنی غلام
 کبھی قبول عاجز کا سلام

رئیس وارثی

خشک صحرا ہوں مگر عشرتِ دریا مانگوں
 ہر مسافر سے میں خاکِ رہ طیبہ مانگوں
 نظر ملتے ہیں نہیں عرضِ تمنا کے یہے
 مل گیا تو جو مجھے اب میں دعا کیا مانگوں
 لوث آیا ہوں مدینے سے مگر میں ہر دم
 دہی روپہ دہی منظر دہی جلوہ مانگوں
 میں جلاتا ہوں تیری یاد کی شمعیں مولا
 اپنے تاریک گھر دندرے میں اجala مانگوں
 دیکھتے یاں یہ فرشتے مجھے حیرت سے رئیس
 جب میں اللہ سے محبوب اُسی کا مانگوں

بے خود واریٰ ش

سلام اے مرے دارث سلام اے سرکار
 خدا کے نور بنیٰ کے ظہور پر انوار
 مئے است کے پر کیف میدے کی بہار ریاض حن کے ملکتے ہوئے گل بے خار
 علی کے ادر خدا کے جیب کے دلدار کیا ہے تم نے ددعالم کو بے خود مرشار

سلام اے مرے دارث سلام اے سرکار
 خدا کے نور بنیٰ کے ظہور پر انوار
 علی کے لخت جگ فاطمہ کے نور العین بہار باغ حسن پر تو جمال حسین
 سرور قلب حزین عاشقون کے دل کے چین برائے غلنِ خدا اک وسیلہ داریں

سلام اے مرے دارث سلام اے سرکار
 خدا کے نور بنیٰ کے ظہور پر انوار
 جمال عشق کے سلطان پاک باز ہو تم حرمِ حسن کے محبوب دل نواز ہو تم
 ازل کے نغمہِ رنگیں کے سوز و ساز ہو تم رموزِ معرفت حن کی شرح راز ہو تم

سلام اے مرے دارث سلام اے سرکار
 خدا کے نور بنیٰ کے ظہور پر انوار
 بہت دول سے ہے بیمار بے خود ضطر نہ چارہ ساز ہے کوئی نہ کوئی چارہ گر
 تری نگہ کرم سے ہے اس کو آس مگر چلے گا بسترغم سے یقین ہے وہ اٹھ کر
 سلام اے مرے دارث سلام اے سرکار
 خدا کے نور بنیٰ کے ظہور پر انوار!

اختر محمود وارثی

سلام اس پر جودا لی ووارث ہے محمد کا
کیا ہے نام روشن جس نے اپنے جدا مجد کا
سلام اس پر جو روح پختن جان پیغیر ہے
وہی مند نشین ہے سید عالم کی مند کا
سلام اس پر محبت کا سبق جس نے دیا ہم کو
کیا تازہ مذاق عشق منصور اور سرم کا
سلام ہے سرقہ سجدہ اس کے شگ در کالازم ہے
جو آنکھیں ہول تو نظارہ ہواں کے سبز گنبد کا
گداں میں ملی شاہی مجھے اس کی عنایت سے
بھلا کیوں نکارا ہو شکر اس کے لطف بے حد کا
سلام اس پر جو ہم رندوں کا ہے پیرِ معالِ اختر
پایا جامِ رنگیں جس نے سب کو حبِ احمد کا

ہمدم وارثی

السلام اے نورِ زیوالِ السلام	السلام اے مهرِ تاباںِ السلام
السلام اے نورِ بخشش خاصِ دعا	السلام اے سیدِ عالی مقام
السلام اے سرورِ عالی گھر	السلام اے زورِ حقِ شکلِ بشر
السلام اے وارثِ جانِ بتول	السلام اے جو ہر کانِ بتول
السلام اے داقفِ سرِ رضا	السلام اے دستِ گیرِ باصفنا

بعدَمْ حاضرَ أَمَدَ بِسْرَ سلام
يَا بِدِ اِيْنِ مُقْبَلِيْتِ شاهِ اِنَام

مہتاب شاہ وارثی

السلام اے دارثِ عالی مقام	السلام اے رحمتِ ربِ الانام
السلام اے سرورِ عالی خشم	السلام اے منبعِ جود و کرم

السلام اے عاصیوں کے میریان السلام اے مریم دل خستگاں
 میری اب سن یلچیے یہ التجا آپ کے در پر ہے یہ سائل کھڑرا
 رحم کن شاہاں بحال بے کسائی رحم کن اے دارث فخر زمال
 عمر بھر ہوتا رہے مجھ کوششا رات دلن نظارہ اس درگاہ کا
 زندگی بھر ہو ترے در پ قیام ہوتا ممتاز دربار صبح و شام

سلام اے عاشقِ وحدتِ سلام اے پیر میخانہ پلا کر بادہ عرفان کیا عالم کو مستانہ
 سلام اے ربِ عالم سلام اے مرشدِ دربار سجا کر فقر کی مسندِ دکھائی شانِ شاہزاد
 سلام اے گنج عرفان سلام اے یوسف شانی سلام اے جانِ محبوبی سلام اے جانِ جانا نہ
 سلام اے مرشدِ کامل سلام اے دارثِ ذیشان سلام اے عارفِ حق کوشِ مقدسیِ شریکِ ندانہ
 عطا ممتاز خستہ کو رہ عرفان ہر شاہا تمام عمر تجد پر ہی رہے قربان و دلیلانہ

لطیف شاہ وارثی

السلام اے شاہِ تسلیم درضا السلام اے مظہرِ ذاتِ خدا
 دارث ارش علی مرتفعہ السلام اے جانِ نشیں و مصطفیٰ
 السلام اے گھشنِ زہرا کے چھوپول السلام اے سرو بستانِ رسول
 سیرت و صورت شہ خیر الانام السلام اے دارث عالی مقام
 رحم کر دارثِ رحیم بے کسائی چھوڑ تیرا آستاں جاؤں کہاں
 السلام اے دارثِ آںِ رسول ہوتا مئے دل سب کی حصول
 در پ حاضر ہے لطیف ادنیٰ غلام کیجیے مولیٰ قبول اس کا سلام

حیدر شاہ وارثی

السلام اے وارث عالم نواز
 السلام اے تاجدارِ اولیاء
 السلام اے رہنمائے اصفیا
 السلام اے نور پاک ذوالجلال
 السلام اے مثال دلانوال
 السلام اے بُلبلِ باغِ رسول^۲
 تم کرم کر دو تو بسیڑا پار ہو
 حال پر ہو اب مریدوں کے کرم سب بھرم
 از طفیل حضرت خسیر الانام
 کیجیے قبول حیدر کا سلام

ابوالکاظم وارثی

السلام اے وارث سرمایہ جان وجہاں
 السلام اے وارث ہر سجدہ گاہ عرشیاں
 السلام اے وارث دنیا دین کون و مکاں
 وارث فرمان و انجیل و ہمہ آیات رب
 وارث ہر ممکنات و کائنات روذ و شب
 عاصیاں را عذر خواہا دلنوزا چارہ ساز
 رحم فرما پر گناہم دارشا مسکین نواز
 (نغمہ محبوب - محبوب وارثی)

اسحاق وارثی

سلام اے دا قفت رازِ حقیقت پیرے مے خانہ
 سلام اے حُسن جلوہ ریند نور شمع کاشانہ
 سلام اے مظہر ذاتِ الٰی عارف پنداش
 سلام اے گوہر بحرِ ہدایت خسرو چوبال
 قرار آتا نہیں دل کو کسی پسلوکی عنوان
 تمہارے در پر ہر قسمت بدلتی ہے مرے دارث
 دعا اسحاق کی قبول ہو اے خالقِ الکبر
 کہ دیوی میں پہنچ کر جان دے دارث کے قدموں پر

سلیمان وارثی

شکوہِ الْفَت کو شکرانہ بناتے جائیے
 جو میں آتی ہے نئے فتنے اٹھاتے جائیے
 دل کے ذرے خاکِ گلشن میں ملاٹے جائیے
 اے جنون شوقِ منزل تو ہے سب سے مشین پیش
 کیوں نہ میرِ کاروانِ تجھ کو بناتے جائیے
 دل کے دو حروف کو افسانہ بناتے جائیے
 سلسلے میں عشق کے ہے ایک ہی مسودو زیال
 اے سلیمان درد سے جن کے مڑکی ہوں نہ دل
 چور کرتے جائیے اور مسکراتے جائیے
 جو میں آتی ہے نئے فتنے اٹھاتے جائیے
 دل کے ذرے خاکِ گلشن میں ملاٹے جائیے
 کیوں نہ میرِ کاروانِ تجھ کو بناتے جائیے
 دل کے دو حروف کو افسانہ بناتے جائیے
 جس قدر کھو جائیے اتنا ہی پاتے جائیے
 گفتہ سیماں کچھ اُن کو سناٹے جائیے

نکر اس کی نہ کر جلوہ گاؤ ناذ کمال ہے
 یہ دیکھ اب کوئی نظر باد کھاں ہے
 میں راز ہوں اس کا مراہم ز کھاں ہے
 اے سازِ شکستہ تری آواز کھاں ہے
 تقدیریہ اسیری پر پرواہ کمال ہے
 جز شاہِ فطرت کوئی دسانہ کھاں ہے
 کیوں اے دلِ مضطرب ہوئے کیا وہ ترنے نالے
 اب اپنے تصور میں اُڑا پھرتا ہے گلشن

گوئین کا حاصل یے پھرتے ہیں فرشتے یا رب یہ بھائے دل بے آذکاں ہے
 جملے سے ترے پستے تھا پسلومیں دل اور اب یہ کون بتائے نگہ ناز کھاں ہے
 خود سازی میں مصروف خُدائی ہے سلیمان
 دنیا میں کوئی مرد خدا ساز کھاں ہے

مظفروارثی

مظفروارثی صاحب حضرت قبل صوفی شرف الدین دارثی ہمیشی کے صاحبزادے ہیں اور عصر حاضر کے جن غزل گو شعراً نے زلف و رخسار کے عارضی اور فانی حسن کے سحر سے آنادی اختیار کی اور دنیا میں غزل کے علاوہ شاہکار قدرت خلاصہ حسن کا شات حضور نورِ جسم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت سرائی کو زندگی کا شعار بنتایا، آپ کا نام ان میں بڑا نامیاں اور سر برادر ہے اور حقيقة یہ ہے کہ مظفروارثی صاحب نے نعت کے ماحول اور اس کے تقاضوں کے مطابق خود کو دھال لیا۔ موضوع کی نزاکت اور عظمت کے احساس و دسیع مطالعہ اور حضرت حافظ حاجی سید وارث علی شاہ سے توسل اور عقیدت نے آپ کے لیے اس منزل کو اساسان کر دیا۔

اب تک مظفروارثی کے تین مجموعہ ہائے نعت "بابِ حرم، نورِ اول اور کعبہ عشق" چھپ کر منتظر عام پر اچکے ہیں۔
 بابِ حرم میں اپنے آپ کو شاعر بزم رسالت اور خاک پائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے پر فتح ہو کر انہی پہچان اس طرح کروائی۔ خاک پائے مصطفیٰ بھی ایک میرانام ہے
 جو زمین سے اسماں کو ہے وہ سبست بھی تو ہوں

دعائیہ شعر:

رحم افلاس پر میرے یا رب : یا محمد ہو وظیفہ مسیرا
 "نورِ ازل" سے نمورہ کلام : مرا پیغمبر عظیم تر ہے
 کمالِ خلاق ذات اس کی — جمالِ هستی حیات اس کی
 بشر نہیں عظمت بشر ہے — مرا پیغمبر عظیم تر ہے
 آپ نے نعمتوں کے علاوہ سلسلہ دار شیر کے باñی حضرت حافظ سید وارث علی شاہ کی منقبت بھی لکھی ہے۔
 "کعبہ عشق" سے نمورہ کلام :

مجھے بھی یا رب قبول کرنا
میں خاکِ پائے محمدی ہوں
امامِ عالم کا مقدمہ ہوں
مجھے فنا فی الرسول کرنا
مجھے بھی یا رب قبول کرنا

اس کے علاوہ نعمتی کلام :

شخن کی داد خدا سے وصول کرتی ہے
زبان آج شناۓ رسول کرتی ہے

سیارِ عرش نقشِ کعب پائے مصطفیٰ
کون و مرکان سفینہ دریائے مصطفیٰ

تو ابد آفریں، میں ہوں دوچار پل
تو یقین میں گماں میں شخن تو عمل
تو ہے معصومیت، میں نزی معصیت
تو گرم میں خطا، تو کب من کجا

اپ کے کلام میں تشبیمات و استعارات اور مضا میں میں بھی جدت اور ندرت کا رنگ نمایاں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ صنائع و بدائع کے بھرپور برحال اور موزوں استعمال سے کشت نعمت کو سرسبز و شاداب بنادیا ہے۔
نقطہ کہلاوں گا کٹ جاؤں لکیروں سے اگر
جدلوں سے ہی نہیں ناتا، روایت بھی تو ہوں

محمد یا میں وارثی

محمد یا میں وارثی منسک سلسلہ داشیہ کے کم عمر شاعر ہیں۔ اپ کے استاد ڈاکٹر بتاب نظری مظفر نگری ان کے مجموعہ نعمت "منیح اوار" کی تقریظ میں لکھتے ہیں "میرے ہمہ تلمذوں میں یا میں وارثی صاحب سب سے کم عمر شاعر ہیں۔ اپ اپنی دکان پر بیٹھ کر خبار و جلد اور کتب کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتے ہیں۔ بزرگوں کے نقشِ قدم پر چل کر اُنہی کے اصول فن کے تخت شعر کرتے ہیں اور ہمیشہ نعمت ہی لکھتے ہیں۔"

نمونہ کلام

اضطرابی دل کس سے جا کر کوں۔ آپ کے ماسوا میرا کوئی نہیں
یا محمدؐ! ادھر بھی نگاہ کرم آہ، دربارِ عالیٰ کی کیا بات ہے

یہ حسرت ہے دل میں یہی مدعایا ہے
بنوں مت مٹا کر غبارِ مدینہ

تن بھی میلا میں بھی میلا، کر پا کرو سر کار! :
نیا بھنوں میں آن پھنسی ہے اس کو لگا دو پار

محمدؐ محمدؐ کے جاؤ ہمدم!
کسی دن لگے گی یہ کشتی کنارے

کچھ ایسا کرم کیجیے یا میں پہ اب تو
بس آپ کی مدحت میں کلیں شام و سحر بھی

شاہ امین الدین وارثی

اُردو زبان کی مقبولیت سے پستے ہی ہندوستان کے ادب اور ملک اور دھرکی زبان بھاشایا باکھا پر تصوف
کا اثر ہو گیا تھا۔ خود مسلمان شعرا نے بھاشا میں متعدد تصانیف چھوڑی ہیں۔ مثال کے طور پر امیر خسرو اور ملک
محمد جوشی سے لے کر آج تک صد بھا ایسے مسلمان شعرا کی سوانح عمریاں بہم پہنچائی جاسکتی ہیں۔ ملک اور دھر میں تبعض
اصلاع ایسے ہیں جن میں بھاشا زبان کے شاعر اُردو زبان کے شعرا سے کہیں زیادہ ہیں۔ مثلاً ضلع سلطان پورا اور
بارہ بیکی وغیرہ میں تینی اپکھولی کی ہستی ایسی ہے جس کا کلام مسلمان کسان شام کے وقت یکجا ہو کر ہندی نعمید نخے
گاتے ہیں۔

آسنادیں تو ہے اب حال زلیخا کا ہم
اینی نگری ماں تو یوسف کا بھرت رہے دم

ڈھیر سندر مجھے دھرتی پر مُدا تو سے کم

”ہنس جو اہر بھاکھا“ اور ”پدماوت“ وغیرہ کتابوں سے حضرت حاجی سیدوارث علی شاہ علیہ الرحمۃ بجاشا زبان سے کس قدر لچھپی فرماتے تھے۔ آپ عموماً پدمادت پڑھا کرتے تھے، اور آپ کے پڑھنے پر سندو، مسلمان، پارسی، یہودی اور نصاری غرض ہر طبق و مشرب کے اصحاب خواہ زبان سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں ایک وجہانی کیفیت میں ٹوپے ہوئے نظر آتے تھے۔ آپ کے مریدین میں سے ایک معزز ہستی شاہ امین الدین وارثی احمد پوری کی تھی جو احمد پور ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے تھے اور مرشد پاک کے حسب الحکم سیاحی اختیار کی اور تمام متبرک مقامات کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا۔ ان متبرک مقامات میں بغداد شریف، کربلا نے معلمانی بھی شامل تھے۔

حضرت قبل سعیف الدین سید ابراہیم القاہری فرماتے تھے :

”امین الدین وارثی ابن تھور علی من الدرویش السالکین قدم بغداد فزار حضرت جدی قطب العارفین و مرشد

السالکین السید الشیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ“

شیخ امین الدین صاحب نے اپنے پیر کے تنقیح پر بجاشا زبان میں طبع آزمائی کی۔ آپ کے کلام میں پدمادت کا ساکیف اور ہنس جو اسر کا سا بانکپن تھا، حالانکہ بجاشا زبان میں آپ کی تعلیم و تربیت نہیں ہوئی تھی۔ جو کچھ کھا اپنے پیر و مرشد کے فیض سے لکھا۔ چنانچہ خود ہی فرماتے ہیں۔ ۱۷

امی ہوں میرے حال پفضل پیر کا : کرتا ہوں میں مقابلہ ہر دم و بیر کا !

آپ کی جاتے پیدائش احمد پور ضلع بارہ بنکی ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ پیدا ہوئے، لیکن وفات کے وقت آپ کی عمر اتنی پچاس ہی برس تھی۔ آپ کا وصال ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء میں ہوا۔ آپ کے والد ماجد شیخ تھوڑے علی تمام عمر لکھنؤ میں رہے نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کے دربار میں اکثر مصاہبین ان کے شاگرد تھے، کیونکہ ان کا شمار علمائے لکھنؤ میں سے تھا۔ شاہ صاحب نے خود اپنے ایک شعر میں والد کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے۔

تمور علی شیخ ابراڑا : عابد زاہد سدھ کرتا را

آپ کی دھیاں قصبه ایٹھی میں تھی۔ خود لکھتے ہیں :

محمد عطا میں وادا ہمارے شہر ایٹھی بسات

قااضی خدا کی پوتی بکھانی بندگی میاں کی نات

احمد پور قصبه کی تعریف میں لکھتے ہیں :-

احمد پور سوہاون گاؤں : بحقنا دین بساون تھانوں

سورج پور، پر گنہ جاناں : سنہی، گھاٹ تحصیل بکھاناں

بارہ بنسکی، ضلع کھادا : ملک اودھ، لکھنؤ بتادا

آپ کا نھیں قصہ "سدھور" میں تھا۔ آپ نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی زوجہ بسوان ضلع سیتاپور کی تھیں اور دوسری قصہ سیدرا، پور ضلع بارہ بندگی کی۔ آپ کا انتقال "ردوی شریعت" میں ہوا۔ وہیں مدفن ہوئے۔ آپ کو میلاد شریعت پڑھنے کا شوق فطرت تھا۔ مولانا غلام امام شہیدؒ سے آپ کی دو صیالی قربت تھی۔ اس لیے یہ ذوق حقیقی تھا۔ دراثت میں ملا تھا۔ آپ نے عرصت کم بینی میں قیام کیا۔

بھاشاش عری کی ابتدا آپ نے حاجی وارث علی شاہؒ کی حیات ہی سے کی۔ آپ کی پہلی تصنیف مشتمل بر شجرہ بزرگانِ دین موسویہ "وارث بیکنخ پتھادن" حافظ عبدالزاد ساکن بارہ بندگی کی فرماںش سے طبع ہو چکی ہے۔ یہ تصنیف بالکل بھاشاش زبان میں ہے۔ دوسری تصنیف یعنی "پیغم کہانی" ۱۳۰۰ھ میں نواب صولت جنگ کی فرماںش سے حیدر آباد کن میں طبع ہوئی۔
نحوۂ کلام ملاحظہ فرمائیے :-

سمرسنور من من چست لائی : الکھ الکھ لکھ سیس نوائی
دہی احی کوئی احی نزدوجا کوئی : لکھٹ گھٹ ہر گھٹ سب پجا

تعتے

پاپ ہرت سکھ دیت ادھارا : ایسا نام محمدؐ پیرا
سلام ہاتھ دست دوت پتھاوے : کھیم کوسل سب بوجھ منگالے
چاریو رتن محمدؐ ساتھا : پل پل دین بڑھا دین ہاتھا
ابو بکرؐ صدیق سیانے : دین لیں گر گیان سیانے
علیؑ علیؑ سب دیں پکارے : عرضی غرضی باٹ نہاری

آپ کی دوسری تصنیف "پیغم کہانی" جس میں بھجی، ٹھجھی، بستت، ہوٹی اور ملار وغیرہ کا جموعہ ہے۔ یہ سارا کلام عرفان میں ڈعبا ہوا ہے۔ نحوۂ کلام ملاحظہ فرمائیے :-

ہر سوں کون کہے موری باتا : پیت کروں کہہ بھانتا
ماتھے واکے چند ربراہے : لکھ پھولن کی باسا
ہر سوں کون کہے موری باتا

سروں سنت بات بھی کی : نین رہت مادھو مانا
 من موہن مونی بھر بائے : سید سماون آسا
 ہرسوں کوں کئے موری باتا
 امین الدین وارث ہر راجی : یہی ملن کی گھاتا
 ہرسوں کوں کئے موری باتا

سب ماں ہو مہاراج : من میں من راج
 چتر اپار مان گیا نی : بھانت بھانت کرتار کاج
 سب ماں ہو مہاراج
 دیو دیال دیا جگ وائی : کپا کرت کی لاج
 امین الدین وارث گروانی : بھیجا درب سماج
 سب ماں ہو مہاراج

نشت کنشٹ ڈوبے جل ساگر : دام بھئے ہر نام محمد
 روپ سروپ اجیا گر جاگر : پرم بست ہر کام محمد
 چئے چئے پر لوگ پٹھاوا : جلکیے جلکیے بھیونام محمد
 امین الدین وارث ری بھاگ : پایو سری سر نام محمد

جن چاہائیں پاؤ رے سادھو : تکان میں طاؤ رے سادھو
 نین کھول دہی صورت موت : دہی سکل پھیلا دڑ رے سادھو

تم چترائی کو جان پیائی : کوڑ چھل بل سنوار بھائی
 روپ روپ سروپ سلوتا : سکل سبھا، نسلن گن گائی
 متھرا چھانڈ برا جگ بویو : کو بر کل بیندرا بن چھائی
 انہن نین میں مکھ مونی : تاک بھاک مر جیوں جائی
 بھل مہاراج گوسائیں صاحب : چرن دھریوں سر نائی

دُکھ بُرلن کا برلن سناؤں : جانت بھیہ لکھائی
جن کی ٹور پیتم سنگ لاغی : جگت چھانڈ بھئے بیراگی

ساون بیری برکھا بھیو : ہری چھایو ہر دوار
اُن زن سیجا ناگن بھیو : دُر لاغے ادھی کار
ایمن الدین لکھدارث رہیو : جگت تارن او تار

(آردو سرماہی - حیدر آباد گن ۱۹۳۴ء)

حاجی سلیم دردوارث

حضور کلام ملاحظہ فرمائیے :

تو برمجہ بیوں پرانے ذکرِ مصطفیٰ رکھنا
درود پاک ہنڑوں پر سدا پانے سجار کھنا
کریا و مصطفیٰ میں دونوں عالم کو جھلا رکھنا
خیال اس بلے ادب کا بھی قیامت میں زرا کھنا
وہ جن کے عشق میں مزاجی سوچینے کا جینا ہے اُنہی کے عشق میں تم اپنی ہستی کو فنا رکھنا!
شرف حاصل ہے مجھ کو ان کے روضے کی حضوری کا
امیدگلشیں فردوس دل میں درد کیا رکھنا!

(دردوارث - متاع درد، ناشر مصنف، مدن پور - ممبئی)

سید عبد الغنی وارثی

حضرت مولانا سید عبد الغنی دارثی (مشترق پٹنہ المکھ) کے ایک مشہور گاؤں استھانوں کے رہنے والے تھے مگر ہما دلیش جو بعد کو مہاتما بدهی کی دھاروں کے مرکز ہونے کے سبب سے بہار کے نام سے مشہور ہوا دریائے گنگا کے نزدی ساحل کی وادی کا دھر حصہ جو دریا سے کم و بیش سات آٹھ کوس کے فاصلہ پر شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے اور شمال میں جس کی حد بندی بہار و گریگ بھیکم پورہ کوئی شیخ پورہ کی وہ پہاڑیاں کرتی ہیں جن کا شمار سلسلہ وندرھیا چل کی زنجروں میں ہے مشرقی پٹنہ اور ضلع منوگیر کا مغربی حصہ، گیا کاشمی علاقہ ان کے مجموعہ کا نام مگر یا مدد ہے جس کا مرکزی شراب وہ قصیر ہے جو کسی زمانہ میں اپنی نواعت کے لحاظ سے تمام صوبہ کا نام تھا یعنی سب ڈوڑیاں بہار المشورہ بہار شریف مگدھ کی داستان سے قدیم ہند کی تاریخ معمور ہے روحاںی و اخلاقی حیثیت سے قرن ہا قرن تک یہ سارے ہندوستان کا قلب و دماغ بنا ہوا تھا ہندوستان کی سب سے بڑی سلطنت عبد قدم میں یہیں قائم ہوئی۔ اسی سر زمین میں مولوی عبد الغنی وارثی پیدا ہوئے جس کے گرد نواح کا علاقہ دستہ گیلانی، ڈھرانوں، بازید پور، دیوکلی، رمضان پور، معانی، بچھی اور شکرانوں کے نام سے موسم ہے۔ ان بستیوں میں مسلمانوں کی مختلف قومیں آباد تھیں۔ ان میں سادات گیلانی بھی یہیں جیسے استھانوں، دستہ اور بعض میں شیدرخ کلام آبادیاں میں جیسے رمضان پور اور جاتا۔ مولوی سید عبد الغنی وارثی کا تعلق استھانوں ضلع پٹنہ عظیم آباد کے تعلق سب ڈوڑیاں بہار سے تین کوس پورہ ایک متوسط درجہ کا گاؤں ہے۔

محمد بن بختیار خلجی کے مقتولہ علاقے سے لکھی سرائے کے راجنے جب مسلمانوں کو بے خل کیا تو قطب الدین کے حکم سے سادات اور ملوک کی ایک فوج پھر بہار آئی۔ اس فوج میں جا جیزی سادات کے ایک بزرگ حضرت مولانا سید احمد جا جیزی بھی تھے جن کو وندھیا چل کی ایک شاخ ”کوہیم“ کے دامن میں جا گیری۔ اس جا گیر کا مرکزی گاؤں اکساری تھا، اس کے اردوگرد سادات کی بارہ بستیاں آباد ہوئیں جن کو بارہ گاؤں کہتے تھے۔

جا جیزی سادات کے اس خاندان سے جو اکساری سے منتقل ہو کر استھانوں میں آباد ہوئے، مولوی سید عبد الغنی وارثی کا جدی تعلق ہے۔ آپ کے والد کا نام سید واحد علی بن سید فرزند علی بن سید کرم علی تھا۔ آپ کی ولادت ۱۲۶۱ھ بمقام استھانوں میں ہوئی، اور آپ کی والدہ کا انتقال شیرخوارگی میں ہو گیا تھا۔ آپ نے بڑی مشکل سے پروش پائی۔ ان کے والد نے دوسری شادی کر لی۔ نہ فرماتے ہیں؛ ”سرما کا موسم ہم پر یوں بھی گزرا ہے کہ کھدر کی صرف ایک دوسری ہوتی جس میں ہم تینوں بھن بھائیوں نے جائزے کے چار چار بیمنوں کو کامتا۔“

یہ سب کچھ تھا، لیکن جس کو پالنے والا پالنا چاہتا تھا وہ پل رہا تھا بڑھ رہا تھا۔ اس کے قدر تی ملکات اور فاطری صفات روز بروز شگفتہ ہو رہے تھے۔ جب ذرا ہوش سنبھالا تو مکتب کی تعلیم بستی کے مختلف مکتبوں میں ہوئی۔

آپ کے ایک چھا مولوی سعیہ اللہ سہار سب طور پر آور وہ کیل تھے، ان کے ساتھ بہار چلے گئے۔ وہاں پرانوں نے تعلیم کا نکلن بندوبست کر دیا۔ چھالا لدلتھے، قدرت نے ایسا کچھ کر دیا کہ انوں نے آپ کو منزہ بولا بیٹھا بنایا۔ یہاں ہر قسم کی رفاهیت اور تنقیم مل گئی۔ مولوی سعیہ اللہ مرحوم کی آمدی اچھی خاصی تھی۔ ہر قسم کی راحت اور آسانیاں موجود تھیں۔ یہیں پر فارسی اور عربی کی تعلیم مولوی تفضل حسین صاحب سے شروع کی جو اچھے خاصے طبیب تھے اور مولوی مسیح اللہ صاحب کے بروار نسبتی تھے۔ بعد میں مولوی تفضل حسین کے ساتھ آپ گئے۔ پھر حالات کچھ ایسے پڑے کہ آپ پھر دوبارہ بہار آگئے اور مولوی ناظر حسین کے مدرسہ میں داخل ہو گئے، لیکن وہاں بھی نامساعد حالات کے پیش نظر آرہ جس کا نام شاہ آباد بھی ہے آگئے۔ قدرت کا مطلب سے مولوی وحید العین صاحب مل گئے جنہوں نے پڑھائی کا ذمہ لیا۔ خود مولوی وحید العین صاحب نے علاوہ معمولی درسی کتابوں کے عربی ادب کا مختلف طور پر سبق دیئے کا آغاز کیا اور ہر طرح سے اس میں تکمیل کی۔ پھر ملازمت بھی مل گئی اور درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔

آپ حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوتے۔

مولوی سید عبد الغنی شاہ وارثی حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ کے دو تین واقع جات بیان کرتے ہیں کہ جب حضور انور بلطفی صورہ بہار میں روئی افروز تھے تو فضیحت شاہ وارثی بھی حاضر تھے۔ اس زیارت میں فضیحت شاہ وارثی کو احرام مرحمت نہیں ہوا تھا اور نام بھی ظہور علی تھا۔ ایک روز فضیحت شاہ وارثی نے عرض کیا کہ آج شب کویرے وادا پیر صاحب کا عرس حشی پور میں ہے اجازت ہو تو ہواؤ۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

”اچھا جاؤ ایک کام اور بھی کرتے آنا“

لیکن اس وقت کچھ نہیں بتایا کہ وہ ایک اور کام کیا ہے۔ فضیحت شاہ کو کچھ علم ہوا اور وہ چلے گئے۔ دوسرے روز عرس میں شریک ہونے کے بعد جب فضیحت شاہ وارثی والپس تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ ان کے پیر صاحب کے صاحبزادہ اور جانشین شاہ غیاث الدین صاحب کے ایک مرید کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ بے روک ٹوک ہر پیغمبر اور اولیاء انبیاء کو گالیاں دیتا تھا اور اس کی زبان نہیں رکھتی تھی۔ ہر چند شاہ صاحب موصوف نے کوششیں کیں مگر اس کی حالت نہیں بدلتی۔ فضیحت شاہ وارثی نے حضور پیر نور کی مقدس روحانیت کی مدد سے فرار اس کی وہ حالت رفع کر دی، جب سمجھ میں آیا کہ وہ ایک اور کام کیا تھا۔

ایک اور واقعہ:

زمزم قیام بلطفی پور میں حضور انور نے مجھ سے فرمایا ”عبد الغنی تمہاری ترقی ہو گئی۔“ میں حضور انور کے اس اندازِ تکلم سے واقف نہیں تھا، اس لیے سادگی سے جواب دیا۔ ”نہیں حضور“ حضور انور خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد جب

میں ۱۸۹۱ء میں مرید ہونے کے بعد حیدر آباد کن پہنچا تو بغیر کسی کوشش اور دوادوشاں کے بے شان و مگاں میری تختواہ دوسروپے سے سواتین سورو پے ہو گئی اور یہی تختواہ دس بارہ سال تک ملتی رہی، لیکن جس محکمہ میں میری تعیناتی تھی وہ عارضی تھا اور اس کا کام غیر قریب ختم ہونے والا تھا اور اس بات کا بہت اندریشہ تھا کہ مجھے دوسرے محکمہ میں جگہ نہ ملے اور میں تحفیظ میں آجائوں۔ اسی زمانہ میں وطن جانے کے لیے میں نے رخصت لی اور ارادہ کیا کہ حضور میر نور سے قدم بوس ہوتا ہو اوطن جاؤں۔ چنانچہ میں آستانہ فیضِ نشاں پر پہنچا اور بعد اطلاع جب شرف باری بی حاصل ہوا تو تو پھر سوال کے لمحہ میں ارشادِ عالی ہوا: "عبد الغنی تم نوکر ہونا" میں نے (جواب طرزِ تکلم سے واقف ہو چکا تھا) عرض کیا کہ ہاں حضور نوکر ہوں۔ چنانچہ وطن سے والپس اُکر غیر مترب طور پر ایسے اسباب غائب سے پیدا ہوئے کہ میں دوسرے محکمہ میں چلا گیا اور چند میсяنے دہاں کام کرنے کے بعد میری تختواہ سواتین سورو پے سے پائی سو ہو گئی اور اب بذریعہ میری تختواہ سات سورو پے اور قائم مقامی کی چیختت سے آٹھ سورو پے ہے۔ یہ حضور انور ہمی کا صدقہ ہے۔

ایک اور واقعہ:

میں نے دیکھا ہے کہ زمانہ قیامِ بھی پور میں حضور انور صبح کے وقت شنوی شریف طلب فرماتے اور حاضرین میں سے جس کے حسب حال جو شعر ہوتا اسی کی طرف مخاطب ہو کر اس کے معنی بیان فرماتے تھے۔ یہ بھی حضور انور کی شانِ تکلم تھی کہ شنوی شریف کے اشعار سے حسب حال تعلیم ہوتی تھی تصوف میں آپ کو انہیں کتابوں سے زیادہ تر شوق تھا۔

مولیٰ سید عبد الغنی وارثی ایک اعلیٰ درجے کے مصنف تھے۔ شعرو شاعری کے متعلق تو خبر نہیں، مگر نظر میں آپ یہ طولی رکھتے تھے۔ آپ کی ایک تصنیف "طبقات الاولیاء" بہت ہی مشہور ہے۔

(رسالہ ندیم "بہار غبر" پڑھنے صوبہ بہار)